

ماہنامہ

کراچی

# رُوحانی ڈائجسٹ

ستمبر ۲۰۱۲ء

یہ پرچہ تندرہ کو خدا لکھے جانا ہے  
اور تندرہ کو خدا سے ملادیتا ہے

# PDFBOOKSFREE.PK

اوراء کیا ہے.....





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پڑھ تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے علم سکھایا ظلم سے  
پیغمبرانہ تعلیمات، روحانی و سائنسی علوم اور نظریہ رنگ و نور کا نقیب

جلد: 36 شماره: 10

ستمبر 2014ء / ذوالقعدہ، ذوالحجہ 1435ھ

فی شماره: 70 روپے

کراچی

ماہنامہ

روحانی ڈائجسٹ

ممبر: آل پاکستان نیوز پیپر سوسائٹی

سالانہ خریداری کی شرح

پاکستان (بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک)..... سالانہ 800 روپے

بیرون پاکستان کے لیے..... سالانہ 70 امریکی ڈالر

خط کتابت کا پتہ

1-D, 1/7، ناظم آباد کراچی 74600

پوسٹ بکس 2213

فون نمبر: 021-36685469

فیکس: 021-36606329

ای میل / فیس بک / ویب سائٹ

roohanidigest@yahoo.com

digest.roohani@gmail.com

facebook.com/roohanidigest

www.roohanidigest.net

سرپرست اعلیٰ

اَبْدُ الْحَمِیْدِ قَلْبَدْرُ بَابَا اَوْلِیِّہِ

چیف ایڈیٹر

خواجہ شمس الدین عظیمی

نیٹنگ ایڈیٹر

ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی

بی ایچ۔ ڈی۔ کراچی یونیورسٹی

اعزازی معاون

سہیل احمد

پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر: ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی طابع: روحانی ڈائجسٹ پرنٹر

مقام اشاعت: 1-D, 1/7، ناظم آباد کراچی 74600

www.pdfbooksfree.pk



30

رومانی ڈائجسٹ

مقامی



11



35



23

اس ماہ بطور خاص.....

انسان کا باطنی جسم اور مسلم صوفیاء....  
سب تقاضے جسم مثالی میں پیدا ہوتے ہیں اور وہاں  
سے منتقل ہو کر گوشت پوست کے جسم کے اوپر ظاہر  
ہوتے ہیں۔

ابن وحی..... 18

اپنے اوراء کو جانینے.....

چند ایسے سوالات، جن کے جوابات سے آپ جان  
سکتے ہیں کہ آپ کا "اورا" کیسا ہے، اس میں کون سا رنگ  
غالب اور نمایاں ہے

ترجمہ: شاہینہ جمیل..... 30

ناویدہ

ہالینڈ کے ایک سیدھے سادے نوجوان کی روحانی صلاحیتوں  
کے حیرت انگیز واقعات.... سائنس جن کا جواب آج تک نہیں  
تلاش کر سکی....

35.....❖❖❖

اوراء کیا ہے.....؟

اوراء انسانی جسم کی طرح انسان کے اوپر ایک اور  
جسم ہے جو گوشت پوست کے جسم کے اوپر روشن اور  
لطیف جسم ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہر انسان بگدہ  
ہر جاندار کے جسم کے چاروں طرف روشنیوں کا ایک ہالہ  
ہوتا ہے۔ روشنیوں کے اس ہالے پر سینکڑوں کتب لکھی  
جائیں گی۔

11.....❖❖❖

مغرب میں اوراء پر  
ہونے والے تحقیق کا جائزہ

انسان کے اندر ایسی کون سی قوت کار فرما ہے جو  
اسے کائنات کی دیگر تمام مخلوق سے ممتاز کرتی ہے اور  
اس کی کیفیات میں رد و بدل پیدا کرتی ہے....؟

ہر میں..... 23

عقل حیران ہے، سائنس خاموش ہے۔



ایل ڈوراڈو..... سونے کا شہر

یہ سرزمین کہاں ہے اور کدھر ہے.....؟ یہ کسی کو نہیں معلوم۔ سونا حاصل کرنے کے لیے بہت لوگ اس کی تلاش میں نکلے مگر نہ اس شہر کا سراغ ملانہ سونے کی جھلک نظر آئی۔

77

نور الہی نور نبوت..... انسان میرا مجید ہے اور میں انسان کا مجید ہوں.....

خواجه شمس الدین عظیمی... 06

صدائے جرس... آدمی تین جسم رکھتا ہے.....

خواجه شمس الدین عظیمی... 07

روحانی سوال و جواب... اور اسے کیسا ارادہ ہے، اور یہ کیا کیا کام کرتا ہے.....؟

خواجه شمس الدین عظیمی... 161

ادب، معاشرت، ماحول

اروز کا مست.....



پورا سندھ پیروں و فقیروں سے بھرا ہوا ہے، لیکن سائیکل اللہ بخش جیسا ڈھونڈے بھی نہ ملتا۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا، اس کا ایک ایک لفظ درست تھا۔

امیر جلیل..... ترجمہ: سراج حسنہ

اُس کے ہاتھ.....



یک لخت اُس کی چیخ نکل گئی یہ اُس کے ہاتھ نہیں تھے..... مرزا ادیب... 59

جموئا علاج..... ایک بندریا اور اُس کی مامتا کا انوکھا واقعہ..... منیر احمد ظلی... 65

بیٹیوں کے رشتے کی تلاش..... آخر مشکلات کیوں..... ❖❖❖ 109



83

دنیا، سائنس، حیرت انگیز



شیرا کو ٹا جسنگو..... حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ان تمام مجسموں کا قد کاٹھ، شکل و صورت وغیرہ اصل زندگی کے فوجیوں کی طرح ہیں۔ ہر جنگجو کا مجسمہ ایک انفرادی چہرہ، لباس اور بالوں کا انداز رکھتا ہے۔

66

یہ ہے پاکستان



179

پاکستان کی منظر اور مثالی درگاہ.....



پارس

ایک حقیقت کے قریب ترین کہانی.....

حیات موت

172

ربیع صدی پہلے شہادت سے منتخب تحریر

اپنے گھر کو امن کا گہوارہ بنا سکیں.....  
شوہر کے ساتھ ساتھ تمام گھر والوں کے ساتھ آپ کا رویہ کیسا ہونا چاہیے.....  
ڈاکٹر فرحت حسبان



گھر کا معالج..... ایسے مسائل جن کا حل ہمارے کچن میں موجود ہے... ❖❖❖ 127  
اشرف باجی کے ٹوکے..... روز مرہ زندگی میں کام آنے والے گھریلو نسخے... اشرف سلطانہ... 131  
باتھ روم... خاتون خانہ کے ذوق اور سلیقے کا آئینہ دار..... فرخ جبین اظہر... 113

صحت مند زندگی

ٹین اینٹ کا نازک دور.....  
یہ دور ٹین اینٹ بچوں کے لیے معرہ بھی بن سکتا ہے۔ وہ جسمانی اور ذہنی تبدیلیوں کو سمجھ نہیں پاتے۔

ہلے اس شوہر نے زندگی عذاب بنا لی.....  
بچوں کی بھوک..... غذائی کمی اور غلط غذائی عادات پر تحریر.....  
کیم عادل السعید... 137  
کھمبھی... ایک صحت بخش اور فائدہ مند غذا ہے۔  
سارہ اسد... 141  
لیموں..... چھوٹا سا پھل پر بہت بڑے فائدے.....  
ردا جبار... 143  
چرے کے داغ دھبے..... چھٹکارہ بہت آسان طریقے سے.....  
❖❖❖ 147  
ناک کے امراض..... معمولی امراض بھی خطرناک ثابت ہوتے ہیں.....  
❖❖❖ 155  
تمباکو نوشی اور انسانی صحت..... ایک موذی عادت یا مرض.....؟  
❖❖❖ 149



مستقل سلسلے

- 177. گوشہ کتب
- 133. بچوں کا روحانی ڈائجسٹ
- 191. تحفہ مراقبہ
- 201. روحانی ڈاک
- 191. عالم امروز
- 127. گھر کا معالج
- 145. دسترخوان
- 163. قرآنی انسائیکلو پیڈیا
- 167. شرح لوح و قلم
- 10. قارئین کے تاثرات
- 99. جیتی جاگتی زندگی
- 169. کیفیات مراقبہ
- 37. اس ماہ.....

رنگ و روشنی سے علاج

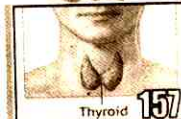
کلر تھرائیڈ پر ہونے والی ریسرچ کا جائزہ.....



صحت مند زندگی

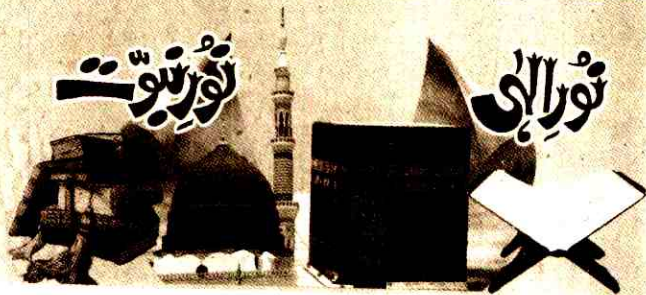
زندگی میں بہتری لانے کا علم

جسم کی عجائبات



تھائی رائیڈ  
گلینڈ

انسانی جسم کی کہانی، اس کی اپنی زبانی



جب سے انسان پیدا ہوا ہے، اس کے ذہن میں یہ سوالات جنم لیتے رہے ہیں کہ

میں کون ہوں؟ میری حقیقت کیا ہے؟ میری پہچان کیا ہے؟ میرا مقصد حیات کیا ہے.....؟

اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے لیے ہر دور میں، ہر خطہ میں اپنے نبی اور رسول بھیجے اور ہدایت کے لیے آخری الہامی کتاب قرآن مجید کی صورت میں مکمل ضابطہ حیات عطا فرمایا۔ جس نے اس ضابطہ حیات سے رجوع کیا اسے رہنمائی ملی اور اس نے اپنا مقصد حیات حاصل کر لیا۔ قرآن مجید میں بار بار انسان کو توجہ دلائی گئی ہے کہ:

ترجمہ: اور میں تمہارے اندر رہوں کیا تم غور سے نہیں دیکھتے۔ (سورہ ذاریات: 21)

ترجمہ: اور ہم آتشِ رگ سے بھی نزدیک ہیں۔ (سورہ ق: 16)

ترجمہ: کیا وہ اپنے اندر فکر نہیں کرتے۔ (سورہ روم: 8)

ترجمہ: تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو معبود بنا لیا ہے۔ (سورہ جاثیہ: 23)

احادیث نبوی میں جی باطن کی طرف اشارہ موجود ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ”تمہیں زمین میں ساتا ہوں اور نہ آسمانوں میں لیکن بندہ مومن کے دل میں سما جاتا

ہوں۔“ (کتاب الزہد، امام احمد).... ”مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے“ (تفسیر ابن عربی)

حضرت غوث اعظم کتاب سراسر میں حدیث قدسی بیان کرتے ہیں:

الانسان سزئی وانا سترد.... انسان میرا مجید ہے اور میں انسان کا مجید ہوں (تفسیر روح المعانی)....

اللہ تعالیٰ نے اس حدیث قدسی میں انسان کی تخلیق کا مقصد بیان فرمایا ہے:

ترجمہ: ”میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں اس لیے میں نے مخلوق کو پیدا کیا“ (کشف الخفا)

واضح ہو گیا کہ انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی پہچان اور معرفت ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ

انسان کو اللہ تعالیٰ کی پہچان کیسے حاصل ہوگی۔ تو اس کا طریقہ بھی قرآن اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے:

ترجمہ: ”بے شک وہ کامیاب ہو گیا جس نے نفس کو پاکیزہ بنا لیا۔“ (سورہ شمس: 9)

ترجمہ: ”جس نے اپنی ذات کو پہچانا اس نے یقیناً اپنے رب کو پہچانا۔“ (کشف الخفا)



مادے کے اندر تفکر کیا جاتا ہے تو مادی قوانین اور مادی خصوصیات معلوم ہوتی ہیں۔ جب ہمارا ذہن مادے کی گہرائی میں جستجو کرتا ہے تو ایسی دنیا کا پتہ چلتا ہے جو مادیت کی بنیاد ہے۔ اس کو ہم لہروں کی دنیا یا روشنی کی دنیا کہہ سکتے ہیں۔ سائنس دانوں نے مادے کے اجزائے ترکیبی تلاش کئے تو ایٹم اور ایٹم کے ذرات سامنے آئے۔ ایٹمی ذرات میں الیکٹران کے پارے میں معلومات حاصل ہوئیں کہ وہ دوہری خصوصیات کا مالک ہے۔ ایک طرف مادی ذرہ ہے تو دوسری طرف لہر ہے۔ ایٹم کے اندر موجود لہروں کا نظام روشنی کی دنیا کا سراغ دیتا ہے چنانچہ ہم اپنے ماحول میں جو کچھ دیکھتے ہیں وہ ایک طرف مادی تشخص رکھتا ہے اور دوسری طرف روشنی کا ہیولا ہے۔ روشنی کے ہیولے میں جو تحریکات پیدا ہوتی ہیں۔ اسی کے مطابق مادی تشخص میں بھی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ سائنسی اصول کے مطابق اگر الیکٹران اور پروٹون کی تعداد میں تبدیلی کر دی جائے۔ تو ایٹم اپنی ماہیت تبدیل کر دیتا ہے۔

نویکیائی عمل میں یورینیم عمل انشطار کے بعد پلوٹونیم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ گویا وہ ایٹمی ذرات جو لہروں کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں، ان میں تبدیلی واقع ہو جائے تو عنصر شکل بدل لیتا ہے۔ روشنی کی دنیا میں تبدیلی واقع ہوتی ہے تو مادی تشخص میں بھی تبدیلی آ جاتی ہے۔

جس طرح ہر مادی وجود کے ساتھ برقی رو کا نظام کام کرتا ہے اسی طرح انسان کے اندر بھی برقی نظام کار فرما ہے۔ روحانی سائنس کے مطابق انسان محض گوشت پوست، ہڈیوں اور خون سے مرکب ایک پتلا نہیں بلکہ خاکی وجود کے اندر نوری جوہر بھی ہے اور یہی نوری جوہر اس کی اصل ہے۔ یہ جوہر برقی رویا کرتے ہیں۔

انسان کے اندر بنیادی طور پر تین جزیئر کام کرتے ہیں۔ یہ جزیئر تین طرح کے کرنٹ پیدا کرتے ہیں۔ ان تینوں کرنٹ کے مجموعے کا نام انسان ہے۔

انسان کے حواس بھی تین برقی روکے تابع ہیں۔ تمام خیالات، تصورات اور احساسات، چاہے وہ ظاہری ہوں یا باطنی، ٹھوس ہوں یا لطیف، برقی روکی مختلف ترکیبوں سے تشکیل پاتے ہیں۔ بالفاظ دیگر انسان کے اندر جو صلاحیتیں کام کرتی ہیں وہ تین دائروں میں مظہر بنتی ہیں۔ یہ تینوں کرنٹ محسوسات کے تین ہیولے ہیں اور ہر ہیولا مکمل تشخیص رکھتا ہے۔ ہر کرنٹ سے انسان کا ایک جسم وجود میں آتا ہے۔ اس طرح آدمی کے تین وجود ہیں یا آدمی تین جسم رکھتا ہے۔

مادی جسم، روشنی کا بنا ہوا جسم اور نور سے بنا ہوا جسم۔

یہ تینوں جسم بیک وقت متحرک رہتے ہیں۔ لیکن مادی جسم (شعور) صرف مادی حرکات کا علم رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر مادی جسم کے اندر لاتعداد افعال واقع ہوتے رہتے ہیں۔ پھل پھڑے ہوا اکھپتے ہیں، جگر کے اندر ہزار تعاملات برسر عمل رہتے ہیں، دماغ کے اندر برقی روکے ذریعے حیران کن کرشمہ جاری رہتا ہے۔ پرانے خلیات فنا ہوتے ہیں نئے خلیات بنتے ہیں۔ ان میں سے اکثر اعمال کو ہمارا شعور محسوس نہیں کرتا اور نہ ہمارا شعور ارادتا ان کو کنٹرول کرتا ہے۔ شعوری ارادے کے بغیر یہ اعمال خود بخود ایک ترتیب سے واقع ہوتے ہیں۔ ہمارے اندر روشنی اور نور کے جسم بھی کام کرتے ہیں۔ لیکن شعور انہیں محسوس نہیں کرتا۔ صرف خواب یا مراقبہ کی کیفیات ایسی ہیں جن میں ہمیں روشنی کے جسم کا احساس ہوتا ہے۔ ان کیفیات میں یعنی حالت خواب میں ہمارا مادی جسم معطل رہتا ہے۔ اس کے باوجود ہم زندگی کا ہر فعل انجام دیتے ہیں۔

اس کیفیت میں روشنی کا جسم حرکت کرتا ہے۔ اس جسم کو ہیولا، جسم مثالی بھی کہتے ہیں۔ اگر خیال کی قوت کو بڑھایا جائے تو جسم مثالی کی حرکات سامنے آجاتی ہیں اور ہم جسم مثالی کو ارادے کے تحت استعمال کر سکتے ہیں۔ جسم مثالی کی رفتار مادی جسم سے ساٹھ ہزار گنا زیادہ ہے۔ خواب میں نور کا جسم بھی متحرک ہو جاتا ہے لیکن رفتار اتنی تیز ہوتی ہے کہ ہم نورانی واردات کو یاد نہیں رکھ پاتے۔ نور کا جسم روشنی کے جسم سے ہزاروں گنا تیز سفر کرتا ہے۔ اگر خیال کی طاقت میں مطلوبہ اضافہ ہو جائے تو آدمی نور کے جسم سے متعارف ہو جاتا ہے۔

روحانی لوگ مراقبہ پر عبور حاصل کر کے روشنی اور نور دونوں میں سفر کرتے ہیں۔ مراقبہ کے ذریعے آدمی کی شعوری کیفیات روشنی کے جسم میں تحلیل ہو جاتی ہیں اور آدمی روشنی کی رفتار سے سفر کرنے لگتا ہے۔ اسے وہ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں جو روشنی کے اندر موجود ہیں۔ یہ بات واضح کر دینی ضروری ہے کہ یہاں روشنی سے مراد وہ روشنی نہیں ہے جو ہمیں نظر آتی ہے بلکہ یہ اس روشنی کا تذکرہ ہے جو ظاہری آنکھوں سے نظر نہیں آتی۔ اسی طرح جب شعوری کیفیات نورانی دنیا میں جذب ہو جاتی ہیں تو نور کا جسم برسر عمل آجاتا ہے۔ اس وقت آدمی نور کی شعاعوں کے ذریعے زمانیت اور مکانیت کو طے کرنے لگتا ہے۔





# آپ کے تاثرات



اپنے تاثرات روحانی ڈائجسٹ  
فیس بک پیج اور ویب سائٹ پر  
منج یا پوسٹ کر سکتے ہیں۔  
ای میل: roohanidigest@yahoo.com  
فیس بک: facebook.com/roohanidigest  
ویب سائٹ: www.roohanidigest.net

میں ایک نیچر ہوں۔ اسکول میں پڑھانے کے ساتھ ساتھ گھر میں بچوں کو ٹیوشن بھی پڑھاتا ہوں۔ ہمارے گھر میں روحانی ڈائجسٹ گزشتہ پچیس چھیس سال سے باقاعدگی سے آرہا ہے۔ روحانی ڈائجسٹ کے مختلف مضامین پڑھ کر میں نے یہ عہد کیا تھا کہ میں اپنے شاگردوں کو صرف پڑھاؤں گا ہی نہیں بلکہ ان کی تربیت اور کردار سازی پر بھی توجہ دوں گا۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کام کے لیے زیادہ تحریک مجھے ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی کی تحریروں سے ملی ہے۔

ایسا خوبصورت گلدستہ ہے جن کی مہک دور تک جاتی ہے اور دیر تک رہتی ہے۔

قرآنی آیات کی تفہیم ہو، ارشادات نبوی سے رہنمائی ہو، علم و فن کے موضوعات ہوں، ادبی شہ پارے ہوں، اولیاء اللہ، بزرگان دین کے ایمان افروز واقعات ہوں، سائنسی ترقیوں کا تذکرہ ہو، دلچسپ و عجیب واقعات ہوں، مراثی، یوگا، فینگ شوئی، ریختی پر مضامین ہوں یا روحانی ڈاک کے ذریعہ لوگوں کے مسائل و مشکلات کا حل اور پیاروں کے لیے مشورے، مختصر یہ کہ روحانی ڈائجسٹ کا ہر شمارہ اولیاء اللہ سے عقیدت رکھنے والے، ہر عمر کے قارئین کے لیے بہت مفید اور دلچسپ تحریروں سے مزین ہوتا ہے۔

میں اپنے ساتھی دیگر اساتذہ سے بھی یہ کہتا ہوں کہ ایک استاد کو اپنے شاگردوں کے لیے رول ماڈل ہونا چاہیے۔ ناصرف شاگردوں کے اخلاق کی درنگی کے لیے، بلکہ ان میں چھپی صلاحیتوں کو ابھارنے اور انہیں معاشرے کا ایک اچھا کن بنانے کے لیے بھی استاد کو شاگرد پر محنت کرنی چاہیے۔

جون 2014ء کے شمارے میں عظیمی پبلک اسکول کے اساتذہ کے ساتھ ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی صاحب کا خطاب پڑھ کر میرا یہ جذبہ مزید بڑھا ہے۔

(ممتاز شیر۔ کراچی)

روحانی ڈائجسٹ پاکستان کا ہی نہیں بلکہ اردو زبان کا ایک ممتاز اور منفرد در سالہ ہے۔

ماہ اتنا اچھا رسالہ ترتیب دینے پر ہم خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب، ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی صاحب

متنوع موضوعات پر انتہائی مفید مضامین کا یہ ایک

اگست کے شمارے میں جو مضامین بہت زیادہ پسند آئے ان میں حق العقین۔ پاکستان۔ 2050ء میں خوش آمدید اور انسانی نفسیات پر چاند کے اثرات قابل ذکر ہیں۔ 2050ء میں دنیا کیسے کیا ہو جائے گی، آج 2014ء میں تو یہ بات بظاہر قبل از وقت معلوم ہوتی ہے لیکن ہمیں یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ موجودہ نسل کے پاس یہ کرہ زمین آنے والی نسلوں کی امانت ہے۔ اس امانت کی پاسداری آج اس دنیا میں بسنے والے ہر انسان کی ذمہ داری ہے۔

(پروفیسر سلیم اختر۔ لاہور)

روحانی ڈائجسٹ کے ہر شمارے میں زیادہ تر مضامین بہت اچھے ہوتے ہیں لیکن کوئی ایک مضمون ایسا بھی ہوتا ہے جس کا مطالعہ زیادہ قابل قدر محسوس ہوتا ہے۔ عقل حیران ہے اور سامعین خاموش ہے ایک بہت اچھا تقریر خیز سلسلہ ہے۔ اس سلسلہ مضامین میں اگست کے شمارے میں انسانی نفسیات پر چاند کے اثرات ایک منفرد اور بہت مفید آرٹیکل ہے۔

روحانی ڈائجسٹ ہماری پوری فیملی کا پسندیدہ رسالہ ہے۔ گزشتہ چند ماہ سے آپ ”اس ماہ“ کے زیر عنوان ہر ماہ کے خاص خاص واقعات کا تذکرہ شائع ہو رہا ہے۔ یہ ایک اور بہت اچھا سلسلہ آپ نے شروع کیا ہے۔ اس کے ذریعہ ہمیں نہ صرف عالمی سطح پر پائے جانے والے دنوں کے بارے میں شیگلی اطلاع مل جاتی ہے بلکہ کئی ممتاز شخصیات اور کئی مقامی تہواروں کے بارے میں بھی علم ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگست کے شمارے میں آپ نے شیخ شرف الدین بگٹی منیری، حضرت امیر خسرو اور حضرت شیخ سعدی کے بارے میں بھی بتایا ہے کہ ان بزرگوں کا ماہ وفات شوال ہے۔

(ربیع الدین۔ مٹان)

اور روحانی ڈائجسٹ کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(شائلہ نصیر۔ کراچی)

نئی نسل کی اچھی تربیت والدین کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ فکر مندی کی بات یہ ہے کہ نئے شادی شدہ جوڑے ہوں یا کئی کئی بچوں کے والدین، اکثر لوگ اس ذمہ داریوں کی بہتر ادائیگی سے لاعلم نظر آتے ہیں۔ کئی والدین سمجھتے ہیں کہ اپنے بچوں کو اچھے اسکولوں میں داخل کر وادینے، ان کے لیے اچھے ٹیوشنز کا بندوبست کر دینے اور ان کی فرمائشیں پوری کرتے رہنے سے بچوں کی تربیت کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔

میں سمجھتی ہوں کہ یہ سوچ اولاد کی اچھی تربیت میں رکاوٹ ہے۔ اولاد کی اچھی تربیت کے لیے خود والدین کی تربیت ضروری ہے۔

روحانی ڈائجسٹ کے کئی مضامین میں ان نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے تاہم اس کام میں مزید مدد کے لیے روحانی ڈائجسٹ سے ہماری توقعات بڑھتی جا رہی ہیں۔

(مسز سعیدہ رحمان۔ لاہور)

پاکستان میں غربت کیوں ہے....؟

اس ملک کے حالات کب ٹھیک ہوں گے....؟

یہ سوالات ہر باشعور اور درہ مند پاکستانی کو مضطرب رکھتے ہیں۔ روحانی ڈائجسٹ اگست کے شمارے میں ان سوالات کو زیر بحث لاتے ہوئے پاکستان پر قدرت کے کئی انعامات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس مضمون کے ذریعہ یہ جان کر بہت اطمینان ہوا کہ کئی روحانی ہستیاں پاکستان کے لیے مسلسل دعا گو ہیں۔

ہماری بھی یہی دعا ہے کہ....

سوہنی دھرتی اللہ رکھے قدم قدم آباد تھے

(عشیرہ خانم۔ پٹنہ)

روحانی ڈائجسٹ

# اوراء کیا ہے...

جاچکی ہیں۔ ہر ایک نے اپنے نظریات کی بناء پر اسے الگ نام دیے ہیں اس نورانی وجود کو نسمہ، جسم مثالی، جسم لطیف، ہمزاد، سایہ، روح، ہوائی اوج، آہما، سوکشم شریہ، ہالہ نور، انتھری باڈی Ethrie Body، آسٹریل باڈی (Astral Body)، سبٹل باڈی (Subtle Body)، ہائیو پلازما، ہون ازجی فیلڈ HEF، الیکٹرو میگنیٹو فیلڈ EMF اور اء Aura وغیرہ کہا جاتا ہے۔ بے شمار ناموں میں دو نام زیادہ مشہور ہیں۔ ایک نسمہ (Aura) اور دوسرا جسم مثالی۔

علامہ اقبال نے کہا ہے کہ یہ خاک اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے۔ ٹھیک ہے آدم زاد اپنی فطرت میں نوری یا ناری نہ ہو لیکن اپنی ساخت اور اپنے وجود میں خاک اور نوری ضرور ہے، اس کے چیکر خاک کے ساتھ ایک نورانی جسم بھی نتھی ہے۔

خواجہ حیدر علی آتش کا ایک شعر ہے  
جسم خاکی کے تلے جسم مثالی بھی ہے  
اک قبا اور بھی ہم زیر قبا رکھتے ہیں  
اوراء رنگ و نور کی لہروں سے بنا ایک غیر مرئی جسم ہے جو ہمارے مادی جسم کے ارد گرد ہر وقت موجود رہتا ہے۔ یہ اوراء انسانی جسم کے ارد گرد چھ انچ سے لے کر کئی فٹ تک پھیلا ہوا ہوتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ مادی جسم

ایسے کئی گھرانے مزارات اور خانقاہیں ہیں جہاں آپ کو روحانی پیشواؤں بزرگان دین کی بہت سی خیالی اور فرضی تصاویریں عقیدت و احترام کے ساتھ دیواروں پر آویزاں ملیں گی۔ ان تصاویر میں اکثر بزرگان دین کی شبیہ مبارک پر ایک نور کا حلقہ سائنا ہوا نظر آتا ہے۔

نور کا ایسا ہی ہالہ آپ کو چرچ میں حضرت عیسیٰ کی شبیہ میں، گوردوارے میں گرونانک کی تصویر پر اور گوتم بدھ، رام و کرشن وغیرہ کے مجسموں کے ساتھ بھی واضح نظر آئے گا۔ اس قسم کی روشنی کا ہالہ زیادہ تر صوفی، روحانی بزرگوں اور Saints کے ارد گرد ہی نظر آتا ہے۔ اس کی مثال قدیم آرتھوں کے بنائے ہوئے Saints کے پورٹریٹ میں ایسے ہالے خصوصی طور پر نمایاں نظر آتے ہیں۔

روشنیوں کے یہ دائرے عقیدت مندوں کی ایجاد نہیں ہیں!... اور نہ یہ ہالہ صرف بزرگان دین اور مذہبی ہستیوں تک محدود

ہیں!... حقیقتاً انسانی جسم کی طرح انسان کے اوپر ایک اور جسم ہے جو گوشت پوست کے جسم کے اوپر روشن اور لطیف جسم ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہر انسان بلکہ ہر جاندار کے جسم کے چاروں طرف روشنیوں کا ایک ہالہ ہوتا ہے۔ روشنیوں کے اس ہالے پر سینکڑوں کتب لکھی



زندگی کے تمام تقاضے اسی اوراء سے حاصل کرتا ہے اور انسانی صحت کا دارومدار بھی روشنیوں کے اس جسم پر منحصر ہے۔

انسانی گوشت پوست کے جسم کا دارومدار نسمہ (Aura) کے اوپر ہے۔ نسمہ (Aura) اگر صحت مند ہے تو گوشت پوست کا جسم بھی صحت مند ہے۔

یوں سمجھئے کہ جس طرح گوشت کے جسم میں دو لپنس فٹ ہیں جن کے ذریعے مادی دنیا میں موجود تمام چیزوں کا عکس دماغ کی اسکرین پر منتقل ہو کر ڈپلے ہوتا ہے اسی طرح جسم مثالی کے اندر کچھ موجود ہے اس کا تمام اثر گوشت پوست کے جسم پر مرتب ہوتا ہے۔ روشنیوں سے بنا ہوا یہ جسم صرف انسان کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ زمین کے اوپر جتنی مخلوق موجود ہے سب ہی اس روشنیوں کے جسم (Aura) کی ذیلی تخلیق ہیں۔

اس بات کو ذرا تفصیل سے بیان کیا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ انسانی زندگی میں جتنے تقاضے موجود ہیں یہ تقاضے گوشت کے جسم میں پیدا نہیں ہوتے۔ جسم مثالی میں پیدا ہوتے ہیں اور وہاں سے منتقل ہو کر گوشت پوست کے جسم پر ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی روئی کھاتا ہے تو بظاہر ہم دیکھتے ہیں کہ گوشت پوست کا آدمی روئی کھا رہا ہے لیکن ایسا نہیں ہے کہ جب تک جسم مثالی کے اندر بھوک کا تقاضہ پیدا نہیں ہو گا اور جسم مثالی گوشت پوست کے جسم کو بھوک یا پیاس کا عکس منتقل نہیں کرے گا آدمی روئی نہیں کھا سکتا۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو سمجھ میں نہ آئے۔ ذرا سے فکرت سے یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے۔ جسم مثالی کے بہت سے پرت ہیں۔ جب ہم خواب کے حواس میں دنیا بھر کی سیر کرتے ہیں اور تمام وہ اعمال و اشغال ہم سے سرزد ہوتے ہیں جو ہم گوشت پوست کے جسم کے ساتھ کرتے ہیں تو یہ جسم مثالی کی وہ حرکت ہے جو

گوشت پوست کے جسم کو میڈیم بنانے بغیر کرتا ہے۔ جسم مثالی کی حرکات و سکنات کے تاثرات ایک جیسے ہوتے ہیں۔ روشنی کا جسم (Aura) اگر مٹی کے ذرات سے اپنا رشتہ منقطع کر لے تو یہ ذرات فنا ہو جاتے ہیں۔ مٹی کے ذرات سے بنے ہوئے گوشت پوست کی حیثیت محض عارضی اور فانی ہے۔ یعنی مرنے سے مراد یہ ہے کہ مٹی کے ذرات سے بنے ہوئے گوشت پوست کے آدمی کے اوپر روشنیوں کا جسم اس عالم آب و گل سے رشتہ منقطع کر کے اس عالم رنگ و نور میں منتقل ہو گیا ہے۔

مغربی ممالک اور دنیا بھر میں اوراء پر مزید ریسرچ اور گہرائی سے مشاہدہ کیا گیا تو دلچسپ قسم کے انکشافات سامنے آئے ہیں۔ مثلاً وہ لوگ جو روشن ضمیری Clairvoyance جیسی صلاحیت سے مالا مال ہیں یا روحانی بزرگ Spiritual Persons یہ بتاتے ہیں کہ ہمارے مادی جسم سے روشنی کے اخراج کے علاوہ رنگ، بناوٹ اور آواز بھی ظاہر ہوتی ہے۔ کسی بھی شخص کا اوراء سے اس کی صحت و تندرستی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اوراء کی شکل، کثافت اور رنگ مسلسل تبدیل ہوتا ہے اور اس تبدیلی کا تعلق بیماری، تھکاوٹ، مثبت و منفی طرز فکر سے ہوتا ہے۔ روحانی طور پر ترقی یافتہ اشخاص کا اوراء یا جسم مثالی بہت زیادہ روشن اور واضح ہوتا ہے جو عام شخص کے اوراء کے مقابلے میں زیادہ وضاحت سے نظر آ جاتا ہے خاص کر سر کے ارد گرد۔ کچھ روحانی معالجین اور مفکرین جسم مثالی میں سات یا اس سے زیادہ پرت بتاتے ہیں جس میں ہر پرت کا رنگ جدا ہوتا ہے۔

### اورا کے مراکز

اسی طرح جسم مثالی میں توانائی کے مراکز ہوتے ہیں جنہیں لطائف چاکرا یا چرخ کہا جاتا ہے۔ جسم مثالی Aura میں موجود لطائف یا چرخ ہی انسانی وجود میں

بیان ہوئے ہیں۔

## اور ا کے رنگ

اوراء میں موجود رنگوں کی خاصیت اور افادیت:

کئی سائنسدانوں اور ماورائی علوم کے مفکروں نے اپنے تحقیق کے دوران عرق ریزی سے رنگوں کا خاکہ تیار کیا ہے۔ اختصار کے ساتھ یہاں پیش ہے۔

سرخ رنگ: سرخ رنگ محبت، طاقت، قوت اور توانائی کی طرف اشارہ ہے۔ قوت ارادی میں کمی، سستی کاہلی، نیند زیادہ آنا، بھوک کی کمی، آنکھ، ناخنوں میں پیلاہین اسی سرخ رنگ کی کمی سے واقع ہوتا ہے۔

گہرا سرخ: گہرا سرخ رنگ غصہ، ہیجان، اضطراب اور بے چینی کا اظہار کرتا ہے۔ ایسا شخص حکم چلانے اور زبردستی کرنے کی فطرت رکھتا ہے۔

ہلکا سرخ: سرخ رنگ کا شیڈ اگر ہلکا ہو تو یہ اس شخص کی جلد بازی اور مشتعل رہنے کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ ایسا شخص اکثر اپنی ذات میں محو ہوتا ہے۔

قرمزی: یہ رنگ لالچی اور بے صبرے لوگوں کی علامت ہے۔ یہ انتقامی صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں مگر عام طور پر ایسے لوگ مادہ پرستی کی طرف مائل رہتے ہیں۔

گہرا قرمزی: گہرا قرمزی رنگ انسان کی اتانافی حد تک بڑھ جانے کا مظہر ہے۔ جس انسان میں قرمزی رنگ حد سے زیادہ ہو وہ عموماً خود غرض ہوتا ہے۔ اس کا مثبت اثر یہ ہے کہ انسان پر اعتماد، پر جوش اور لگن سے کام کرتا ہے۔

گلابی اور مرجانی رنگ: یہ رنگ کسی شخص کی ناہنجی اور خالی کی طرف اشارہ ہے۔ ایسا رنگ اکثر نوجوان نسل میں پایا جاتا ہے۔ ایسے لوگ دوسروں کے کام آتے ہیں اور جلد ہی کسی بات پر برامان لیتے ہیں اور جارحانہ اور انتقامی جذبات رکھتے ہیں۔

حیاتیاتی توانائی کے مراکز ہیں۔ ان ہی میں سے تمام توانائیاں یا طاقتیں اندر یا باہر آتی جاتی ہیں اور یہی لطائف یا مراکز توانائی کے اس بہاؤ کو رواں رکھنے کا مکمل نظام رکھتے ہیں۔ ان لطائف یا چرخ کو قدیم چینی Dantain دان شین کے نام سے پکارتے ہیں۔ ہر لطیفہ کو ایک مخصوص رنگ سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ مغربی مخفی علوم کے ماہرین کے نزدیک ماورائی جسم اپنی توانائی کو جسم کے مختلف حصوں میں تقسیم کر دیتا ہے اور اورائی جسم میں کچھ مخصوص جگہوں پر کچھ مخصوص پوائنٹ ہوتے ہیں جو تمام کے تمام ریزہ کی ہڈی سے جڑے ہوتے ہیں اور جس کے ذریعے کائناتی حیاتیاتی توانائی کی دوہری لہر مادی جسم میں گذرتی ہے۔ یہی چیز قدیم سنسکرت کتب اور مسلم صوفیاء میں بھی موجود ہے مگر ان کی تعداد اور مقام کچھ مختلف ہیں۔

مغربی مخفی علوم کے ماہرین کے مطابق ان پوائنٹس کی تعداد تقریباً سات بتائی جاتی ہے۔ جو کچھ یوں ہے۔

- 1- سر کے درمیان کامرکز (crown chakra)
- 2- دونوں آنکھوں کے درمیان (Brow Chakra)
- 3- حلق کا پوائنٹ (Throat chakra)
- 4- دل کا پوائنٹ (Heart chakra)
- 5- سینے کی ہڈی کے نیچے (Solar plexus chakra)
- 6- ناف سے نیچے (Sacral chakra)
- 7- ریزہ کی ہڈی کی جڑ (root chakra)

مسلم صوفیائے ان کی تعداد چھ متعین کی ہیں۔ ان کا نام لطائف ستہ ہے۔

- |               |               |
|---------------|---------------|
| ۱- لطیفہ اخفی | ۲- لطیفہ خفی  |
| ۳- لطیفہ سری  | ۴- لطیفہ روجی |
| ۵- لطیفہ قلبی | ۶- لطیفہ نفسی |
- بعض دوسرے سلاسل میں پانچ یا دس بھی

اور نشوونما کا بھی مظہر ہے۔

گہرا نیلا: ایسے لوگ تجرباتی ذہن کے مالک ہوتے ہیں اور دور اندیش بصیرت رکھنے والے ہیں۔ عموماً خاموش اور نرم مزاج رکھتے ہیں۔ ایسا رنگ معنی بھی ہو سکتا ہے۔ ایسے لوگ توجہ نہ ملنے پر بدظن اور شکی مزاج ہو جاتے ہیں۔

آسانی، ہلکانیلا: یہ رنگ شخصیت کی گہرائی کو واضح کرتا ہے۔ یہ رنگ صاحب فن، پرسکون اور روحانی سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگوں کے پاس ہوتا ہے۔

ایسا رنگ رکھنے والے لوگ دیانت دار اور مخلص ہوتے ہیں۔ یہ لوگ عموماً محنتی بھی ہوتے ہیں اور ہمیشہ درست راستے کو اپناتے ہیں۔

درمیانہ نیلا: ایسے لوگوں کو دونوں گہرے نیلا رنگ کی خصوصیت ہوتی ہے اور ایسے لوگ روحانیت، سائنس اور خدمت خلق کو پسند کرتے ہیں اور اپنی زندگی انہی کاموں میں گزارنا چاہتے ہیں۔

نیلگوں Indigo: ایسے لوگ گہری سوج بوجھ کے مالک ہوتے ہیں۔ فطری طور پر روحانی، خدمت خلق اور آرٹس ذہن رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ ضبط نفس اور خود پر قابو رکھنے میں ماہر ہوتے ہیں۔

بنفش Voilet: یہ رنگ عموماً استلاش اور تحقیق کرنے والے لوگوں کا نشان ہے۔ ایسے لوگ حساس مگر یقین کے کچے ہوتے ہیں۔ اپنے فن میں گہرے رہتے ہیں۔ یہ فنکاروں اور مصوروں کا رنگ ہے۔ ایسے لوگ محبت اور توجہ کے طالب رہتے ہیں۔

نیلگی Purple اور اودھے رنگ: ایسے رنگ کے حامل افراد عموماً متکبر اور تحکم پسند ہوتے ہیں۔ جوان میں موجود گلابی رنگ کے بڑھنے کا اثر ہوتا ہے۔ ایسے لوگ اگر مثبت طرز فکر اختیار کریں تو لاشعور سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ سبز: ایسے لوگ فراخ دل اور پرسکون ہوتے ہیں۔ زندگی

نارنگی رنگ: یہ رنگ یکسوئی، ذہنی سکون اور بہترین سوج کا حامل ہے۔ ایسا رنگ رکھنے والے لوگ تخلیقی ذہن کے مالک اور منتظم ہوتے ہیں۔ ایسا رنگ رکھنے والے اگر منفی طرز فکر کے حامل ہوں کہ وہ بدلہ اور انتقام کی دھن میں رہتے ہیں۔ ایسے لوگ مشکل اور تھکا دینے والے کھیل کھیلتے ہیں۔

سنہری مائل نارنگی: ایسے رنگ کا ادراہ رکھنے والا انسان قوت برداشت اور قوت مدخلت کا حامل ہوتا ہے۔

کھٹی مائل نارنگی: ایسے رنگ کا ادراہ ہوس اور خُب مال کی بے انتہا خواہش کا اظہار کرتا ہے۔ ایسے لوگ دوسروں کا قطعی خیال نہیں رکھتے۔ ان کے رویہ میں اکثر بے تعلقی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔

زر یعنی پیلا رنگ: یہ رنگ اچھی صحت اور بہترین زندگی کی جانب اشارہ ہے۔ ایسے لوگ سائنسی، سیاسی اور دانشور ذہن کے مالک ہوتے ہیں۔ دور کی سوچتے ہیں اور ذہنی عبور پر یکسو ہوتے ہیں۔ عام طور پر منصوبہ بندی میں گئے رہتے ہیں اور دنیاوی طور پر کامیاب رہتے ہیں۔

سنہری مائل پیلا: سونے کے رنگ والے ادراہ صحت مند ہوتے ہیں اور بہتر تعلقات استوار رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہر بات باسانی سمجھ لیتے ہیں۔ زیادہ پریشان نہیں ہوتے، خوش مزاجی، دوست بنانے اور دوستوں کی مدد کرنا ان کی فطری خصوصیت ہوتی ہے۔

سرخ مائل پیلا: ایسے لوگ شرمیلے، غیر مستقل مزاج اور تذبذبانہ کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں۔ ان کی قوت ارادہ کی بھی کمزور ہوتی ہے۔

نیلا: نیلا رنگ سوج بوجھ، غور و فکر کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ ایسے رنگ کی کیفیت والے لوگ مثبت طرز فکر، دوسروں کے لیے اچھا سوچنے والے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ خدا سے دعا اور رحمت کے طلب گار ہوتے ہیں۔ یہ رنگ روحانیت

## اوراکی شکل اور ہیٹ

تجربات سے اور مشاہدات سے اورا کی شکل اور ہیٹ کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی اور اس کی خصوصیات کا جس طرح اندازہ لگایا گیا، درج ذیل ہیں۔

ہموار اور نیک: Smooth: یہ شکل امن پسند، اور ایک نیک فطرت اور صحت کی طرف نشاندہی کرتا ہے۔

سخت: Hard: بند اور تنگ ذہن، گوشہ نشینی، رسولی، اعصاب میں اضطراب کی دلیل۔

خارش: Itchy: یہ نرس نہیں، جھوٹ اور جلدی بیماریوں کی علامت ہے۔

ناہوار: Bumpy: اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس جگہ کوئی بیماری ہو سکتی ہے۔

نرم: Soft: یہ ہمدردی کی طرف اشارہ ہے۔

ساکن: Static: یہ غیر ہم آہنگی، غلط روابط اور رگوں یا نروس: Nerves کی بے قاعدگی کی طرف اشارہ ہے۔

کھردرا: Rough: اضطراب، جنون، کلیشیم یا چکناچی کی زیادتی

اُبھار: Bulging: درد اور ٹینشن کی جگہ جو حواسوں کو متاثر کرے یہ بیماری عیاں ہونے سے پہلے ہی ظاہر ہو سکتا ہے۔

دندانے دار: Jagged: غصہ اور شدید جذبات کی علامت لیس دار: Sticky: عدم تحفظ، چپکو فطرت، ذاتی صفائی کا مسئلہ۔

خار دار: Prickly: بے تکلف، اکثر مداخلت کرنے والی شخصیت، وہ جگہ جہاں اندر تک سرایت کر جانے والا درد ہو

واضح کنارے: Distinct Edges: واضح اور صریح کنارے اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ یہ شخصیت ایک مستحکم ارادہ کی اور محتاط شخصیت ہے۔ کسی ضدی ہونے کی دلالت بھی ہے۔

کو آسانی سے گزارتے ہیں اور خود کو نئے نئے حالات کے مطابق ڈھال لینے کے اہل ہوتے ہیں۔ عام طور پر دوسروں سے محبت سے پیش آتے ہیں۔

ہلکا سبز: ایسے لوگ ہر طرح کے ماحول میں ایڈجسٹ کر لیتے ہیں اور عموماً ہر فن مولا ہوتے ہیں۔

زر درماں: یہ رنگ شفا اور صحت یابی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ یہ رنگ مددگار اور دوستی کی نشانی ہے۔ عموماً ڈاکٹروں اور نرسوں کے ارد گرد ایسے رنگ کا

اورا ہوتا ہے۔

زر درماں نیلگوں سبز: ایسا زردی مائل جس میں نیلے رنگ کی بھی ملاوٹ ہو تو ایسے افراد خدمت خلق اور توجہ کے جذبہ کی عکاسی کرتے ہیں۔ لیکن اگر اس میں کتھی رنگ زیادہ تعداد میں پایا جائے تو ایسے لوگ حیلہ گری میں ماہر ہوتے ہیں۔

گہرا سبز: ایسے لوگ عادات و تہذیب کو چھپانے والے ہوتے ہیں۔ ان میں حسد اور جلن جذبہ بھی آسانی سے پروان چڑھ سکتا ہے۔

سررمی: ڈپریشن اور ذہنی تناؤ میں مبتلا افراد میں ایسا رنگ پایا جاتا ہے۔ یہ رنگ قوت برداشت کی کمی، تصورات کا فقدان، پابندی سے بھرا تعصب اور خوف کی علامت بھی ہے۔

سیاہ: یہ رنگ بڑی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ عام طور پر یہ مجرم، گناہگار اور ایذا رسانی کرنے والوں کا رنگ ہے۔

نقرتی، چاندی: Silver رنگ: ایسے لوگ ہر فن مولا ہوتے ہیں اور ان میں مستقل مزاجی نہیں ہوتی۔

سفید رنگ: یہ رنگ نہایت عمدہ، پختہ اور بے نقص مانا جاتا ہے۔ ایسے رنگوں کا ہالہ لیے لوگ روحانی صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ یہ رنگ روحانی بزرگوں، صوفیا کرام اور زاہدوں کا ہوتا ہے۔

چکر دار Spiral: اذیت، تکلیف، کینر کی علامت۔

بھنور دار Swirling: خاموش اور گہرے خیالات، اگر چاکر ازم کے پاس ہو تو کسی پرابلم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

### اوراء کو براہ راست دیکھنا

کہا جاتا ہے کہ اوراء کو ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ اسے دیکھنے کے لیے سائنس دانوں نے مخصوص آلات ایجاد کیے ہیں۔ سائنس دان اوراء دیکھنے کے لیے کیرلین فوٹو گرافی کا سہارا لیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اوراء ان لوگوں کو بھی دکھائی دیتا ہے جن کی خفیہ قوتیں بے حد بیدار ہوں یا ان کی ارتکاز توجہ بہت مضبوط ہو۔۔۔

بعض ریسرچرز اور سائنس دان اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ مشقوں اور توجہ کے ذریعہ اوراء کو دیکھا جاسکتا ہے۔ سائنسدان ایسی مشقوں کا سہارا لے رہے ہیں جس کے ذریعہ وہ اوراء کو براہ راست دیکھ سکیں۔ چند مغربی مفکرین کی کتابوں سے ایسی ہی کچھ مشقیں ہم یہاں پیش کر رہے ہیں۔

اوراء کو دیکھنے کے لیے ایسے کمرے کا انتخاب کریں جہاں مدھم روشنی ہو یا اتنا اندھیرا ہو کہ آپ باسانی دیکھ سکیں۔ کہا جاتا ہے کہ اوراء کو محیطی انداز میں دیکھا جاسکتا ہے۔

### مشق نمبر 1

بتایا جاتا ہے سب سے پہلے آپ نہایت آرام و سکون کے ساتھ بیٹھ یا لیٹ جائیں۔ اپنے ہاتھ کو انگلیاں چھپا کر سامنے لائیں اندازاً دو سے پانچ انچ کی دوری تک۔ اب آنکھ بند کر کے سکون کا سانس لیں اور آنکھ کھول لیں اور انگلیوں کو دیکھنے کے بجائے انگلیوں کے درمیان سامنے دیوار یا چھت پر کوئی مرکزی نکتہ یا کیل، سوراخ، دھبہ تلاش کریں اور اپنی نگاہیں اس پر مرکوز کر لیں گویا نگاہ چپکا لیں۔ یاد رہے آپ کی آنکھیں پھیلی ہوئی ہوں۔

تیس سے ساٹھ سیکنڈ کے بعد کسی بھی لمحہ آپ کو اپنی انگلیوں کے ارد گرد چمکتا دکھتا ہالہ نظر آنا شروع ہو گا۔ اگر آپ نے فوراً اپنی نگاہ مرکزی نکتے سے ہٹا کر اس ہالہ پر ڈالی تو یہ غائب ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ اوراء کو ظاہری آنکھ سے دیکھنے کی کوشش نہ کریں بلکہ نگاہ کو مرکزی نکتے پر رکھتے ہوئے ہی محیطی انداز میں ہی اوراء کو دیکھا جاسکتا ہے۔

پہلی مرتبہ مشق میں اوراء واضح نظر نہیں آئے گا مگر اس مشق کو بار بار دہرانے سے دن بدن اوراء واضح ہوتا جائے گا۔

اس مشق کے دوران اگر آپ کو محیطی نگاہ سے اوراء نظر آجائے تو اسے واضح طور پر دیکھنے کے لیے آپ دو سیکنڈ کے لیے پلکیں چھپائیں۔ اس سے آپ کو صرف اوراء نظر آئے گا۔ یاد رکھیے آپ کے پاس صرف دو سیکنڈ کا وقت ہوتا ہے اس لیے پہلے سے تیار رہیں۔

### مشق نمبر 2

اپنے کسی ساتھی یا دوست کو ایسی جگہ بٹھائیں جہاں اس کے پیچھے سفید دیوار یا پردہ ہو۔ آپ اس کے سامنے تھوڑی دور بیٹھ جائیں اور اپنی نگاہ کسی ایک مرکزی نکتے پر مرکوز کریں یا اپنے ساتھی کی آنکھوں اور بھونوں کے درمیان دیکھتے رہیں۔ آپ کی نگاہ تیس سے ساٹھ سیکنڈ یا اس سے زیادہ تک ہی مرکوز رہے گی کہ آپ کو اپنے ساتھی دوست کے ارد گرد رنگوں کا ایک اور جسم نظر آئے گا۔ جب آپ اگلی مرتبہ یہ مشق کریں تو کمرے کی روشنی قدرے مدھم کر دیں۔ ہر مشق پر روشنی اور مدھم کرتے جائیں۔ یوں اوراء آپ کو اور واضح نظر آتا رہے گا۔۔۔ اس دوران نگاہ کی توجہ Concentration کا دورانیہ بھی بڑھاتے رہیں۔

اگر آپ ان مشقوں میں کامیاب ہو گئے تو پھر ان



گزشتہ مشق کی طرح آپ اپنی نگاہ اپنے آنکھوں کے درمیان یا کسی مرکزی نکتہ پر مرکوز کر لیں اور نگاہ کو اتنی دیر تک جمائے رکھیں، جتنی دیر آپ باآسانی توجہ مرکوز رکھ سکتے ہیں رکھیں۔ جب آپ کو اوراء نظر آنے لگ جائے تو اپنی نگاہ سفید کاغذ یا شیڈ کی طرف کر کے تیزی سے پلکیں چھکاتے رہیں۔ آپ کو آپ کے اوراء کا عکس اس سفید کاغذ پر نظر آئے گا۔ لیکن اس پر دکھائے گئے رنگ اوراء کے حقیقی رنگ سے مختلف ہوں گے۔

مثلاً کاغذ پر نظر آنے والے اوراء کا نیلا رنگ حقیقتاً آپ کے اوراء کا پیلا رنگ ہو گا۔ اگر کاغذ پر رنگ لال ہے تو اوراء کا رنگ سبز۔ سبزے تو نارنجی ہو گا۔ پیلا رنگ ہلکا نیلا اوراء کو ظاہر کرتا ہے۔ نارنجی ہلکے سبز کو، بنفشی ہلکے سنہری کو، نیلگوں، سنہری کو، گلابی رنگ کتھنی رنگ کے اوراء کو ظاہر کرتا ہے۔

اس کو سمجھنے کے لیے آپ مختلف رنگوں کے کاغذ کو دو اٹچ نصف قطر کے حساب سے کاٹ لیں اور اسے ایک سفید کاغذ پر چپکا دیں اور چند منٹ تک ٹیکو ہو کر اسے دیکھتے رہیں۔ پھر اپنی نگاہ کسی سفید کاغذ یا دیوار پر کر کے پلکیں چھکائیں تو آپ کو کاغذ کے رنگ دیوار پر مختلف بالکل برعکس نظر آئیں گے۔

ہر جاندار شے میں اوراء ہوتا ہے اس لیے یہ مشقیں آپ کسی پودے، درخت یا جانور کے ساتھ بھی کر سکتے ہیں۔ پالتو جانوروں کو ایک جگہ کھڑا رکھنا محال ہے اس لیے یہ مشق جب کریں جب وہ سو رہا ہو یا آرام کر رہا ہو اور اس کا فاصلہ آپ سے آٹھ اٹچ دور ہو۔

نوٹ: مندرجہ بالا مشقیں اپنے طور پر ہر گزند کی جائیں، یہ مشقیں اوراء بنی کے کسی ماہر کی اجازت کے بعد اور ان کی زیر نگرانی ہی کی جائیں۔



مشقوں کے دوران اپنے دوست سے کہیے کہ کچھ مخصوص چیزوں کے بارے میں سوچے مثلاً کوئی خوشگوار لہجہ یاد کرے، یا کسی ایسے دوست کے بارے میں سوچے جو بہت دور ہے، یا کسی غمناک واقعہ کا تصور کرے۔ یا اس وقت اسے اس کی پسند کی موسیقی سنائی جائے۔ پھر دیکھیں کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کے اوراء میں کسی قسم کی تبدیلی آ رہی ہے یا نہیں۔

کمرے سے باہر یہ مشقیں کرنے کے لیے یہ دھیان میں رکھیں کہ سورج آپ کی پشت پر ہو یا آپ کسی سایہ دار جگہ کا انتخاب کریں۔

### مشق نمبر 3

یہ مشق نمبر 2 کی طرح ہی ہے۔ یہاں اپنے ساتھی کے بجائے خود کا اوراء دیکھنا ہوتا ہے۔ اس لیے ایک قدر آور آئینہ لیں اور اس سے 1.5 میٹر کے فاصلہ پر کھڑے ہو جائیں اور اپنی ہی آنکھوں اور بھنڈوں کے درمیان نگاہ مرکوز کریں.... یاد رکھیں آپ کے پیچھے سفید دیوار یا سفید پردہ ہو جس پر کسی شے کا سایہ نہ پڑ رہا ہو۔ جب آپ اس مشق میں کامیابی حاصل کر لیں گے تو بعد میں کسی بھی رنگ کی دیوار پر یہ مشق باآسانی کر سکیں گے۔

### مشق نمبر 4

یہ مشق پندرہ سے بیس منٹ کرنی ہوتی ہے۔ اس لیے صبر کا پیمانہ تمام کر ہی کی جائے۔ سب سے پہلے ایسے کمرے کا انتخاب کیجیے۔ جہاں مدھم روشنی ہو۔ اب ایک آٹنے کے سائے بیچھ جائیں اور ایک لیپ یا چراغ آٹینے کے دائیں یا بائیں جانب رکھ دیں اور اس کے آگے ایک سفید رنگ کا کپڑا یا موٹا کاغذ کھڑا کر دیں جس سے لیپ چھپ جائے۔ دھیان رہے کہ لیپ کی روشنی آپ کی آنکھوں پر پڑے اور نہ آئینہ پر۔

ستمبر 2014ء

# انسان کا باطنی جسم اور مسلم صوفیاء

تہمید میں وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے کہ انسان کا نفس چوپایوں کی طرح پیدا کیا گیا ہے کہ وہ خواہشات رکھتا ہے اور انسان کو برائی کی طرف بلاتا ہے اور اس کا مسکن شکم ہے۔ انسان کی فضیلت اس کی روح ہے اس کا مسکن دماغ ہے انسان اس سے حیات پاتا ہے اور یہی انسان کو بھلائی کی دعوت دیتی ہے.... قلب کی

مثال بادشاہ کی سی ہے اور اعضاء خادم ہیں۔ جب نفس برائی کا حکم دیتا ہے تو اعضاء حرکت کرنے لگتے ہیں مگر روح منع کرتی ہے اور اچھائی کی دعوت دیتی ہے۔ اگر قلب مومن ہوتا ہے تو روح کی اطاعت کرتا ہے اور اگر کافر ہوتا ہے تو نفس کی اطاعت کرتا ہے۔“ (تذکرۃ الروح۔ صفحہ 154)

”مقالہ ابن سلیمان کا قول ہے۔ انسان کے لیے زندگی، نفس اور روح تین اشیاء ہیں جب انسان سوتا ہے تو اس کا نفس نکل جاتا ہے جس سے وہ اشیاء کی معرفت رکھتا ہے لیکن مکمل طور پر نہیں نکلتا بلکہ اس طرح نکلتا ہے جس طرح کہ کوئی ریش کھینچ دی جائے، تو وہ نفس خواب دیکھتا ہے اور زندگی روح کے ساتھ جسم میں ہی رہتی ہے جس سے انسان سانس لیتا ہے۔ جب جسم کو بلایا جائے تو وہ آنکھ جھپکنے سے پہلے واپس آجاتی ہے۔“ (تذکرۃ الروح)

”ابو اسحق محمد بن شعبان کا قول ہے کہ نفس انسان کے جسم کی مانند ایک جسم ہے اور روح جاری پانی کی طرح ہے اور دلیل یہ آیت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کو موت دیتا ہے۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ سونے والے کے نفس کو موت دیتا ہے اور اس کی روح چڑھتی اترتی رہتی

اللہ پاک نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر انسانوں کو غور و فکر کا حکم دیا ہے۔ انسان کے لئے اس بات کو ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی اصل سے واقف ہو۔ قرآن پاک میں غور و فکر کرنے والے علمائے کرام اور اولیائے کرام نے اپنی تعلیمات میں یہ بات واضح



کی کہ اللہ پاک نے اس دنیا میں انسان کو مادی وجود کے ساتھ ایک غیر مادی وجود بھی عطا کیا ہے۔ مختلف علمائے باطن اور محققین کی کتابوں میں اس غیر مادی وجود کے تذکرے ملتے ہیں۔ مختلف صوفیاء اور علماء نے انسانی وجود میں موجود روشنیوں کے اس جسم کو مختلف ناموں سے پکارا ہے مثلاً جسم لطیف، ہالہ نور، نسمہ، قلب، قرین، نفس، جان، روح ہوائی، روح بیظہ، ہمزاد، کالبد الخری،

کالبد الخیری، کالبد رویا، بدن نورانی، نسمہ اور جسم مثالی وغیرہ.... صوفیاء کرام اور علمائے باطن کی کتابوں میں گو کہ انسان کے باطنی رُوح کو مختلف ناموں سے پکارا گیا ہے

## ابن وصی

مگر درحقیقت ان کا مفہوم ایک ہی ہے۔ ناموں کی یہ تبدیلی جسم مثالی کی مختلف صفات مثلاً قلب یعنی عکس، قرین یعنی ہم نشین، نسمہ یعنی روح ہوائی اور نفس یعنی ذات کے مطابق ہوئی ہے۔ آئیے انسان کی باطنی حقیقت سے متعلق مسلمان صوفیائے کرام کے نظریات پر غور کرتے ہیں.... علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب ”تذکرۃ الروح“ میں کئی اولیاء و علماء کے اقوال تحریر کیے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

”ابو اسحق نے کتاب العظمرہ میں اور ابن عبد البر نے

یہ بڑی کہلاتی ہے..... اور باطن کے بارے میں فقط یہ جان لینا کہ اب مجھے بھوک لگی ہے، لہذا اب مجھے کچھ کھانا چاہیے یا غصہ آئے تو لڑنے لگے (وغیرہ وغیرہ).... اسی کو معرفت نفس نہیں کہتے۔ یہ تمام باتیں تو جانوروں میں بھی تیرے برابر پائی جاتی ہیں (پھر تو ان سے اشرف و افضل کیوں ٹھہرا؟)

تیری شان طلب کا تقاضہ تو یہ ہے کہ تو یہ جانے کہ تو خود کیا چیز ہے؟..... اگر تو خود کو پہچانا چاہتا ہے تو یاد رکھ کہ تیری تخلیق دو چیزوں سے عمل میں لائی گئی ہے۔ ایک تو یہی ظاہری ڈنڈا ہے جسے جسم یا تن کہتے ہیں اور جسے ظاہری آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے، اور دوسری چیز باطن ہے جسے نفس، قلب اور جان سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسے ظاہری آنکھ سے نہیں بلکہ باطن کی آنکھ سے دیکھا جاسکتا ہے، اور تیری حقیقت اسی معنی باطن کا اور اک ہے۔

قلب سے مراد گوشت کا وہ ٹکڑا نہیں جو سینے میں بائیں جانب رکھا ہوا ہے۔ اس کی ایسی کوئی قدر و قیمت نہیں کہ وہ تو جانوروں اور مردوں کے سینوں میں بھی ہوتا ہے اور اسے چشم ظاہر سے بھی دیکھنا عین ممکن ہے اور وہ چیز جسے ظاہری آنکھ سے دیکھا جاسکے وہ اسی دنیا سے متعلق ہوتی ہے جس کو کہتے ہیں عالم شہادت!....! لیکن حقیقت دل کا تعلق اس عالم شہادت سے نہیں اس کی آمد تو اس عالم میں اجنبی اور مسافر کی سی ہے۔

معرفت الہی اور جمال خداوندی کا مشاہدہ اس کی صفت خاص ہے، عبادت ہے تو اسی کے لئے، اللہ تعالیٰ کا خطاب ہے تو اسی سے، ثواب و عذاب کا مستحق ہے تو وہی، سعادت یا شقاوت مقدر ہے تو اسی کے لئے اور جسم ان تمام امور میں اس کا تابع ہے اور اسی قلب کی حقیقت سے آگاہ ہونا معرفت الہی کی کلید ہے۔“ (کیسائے سعادت)

امام غزالیؒ مزید فرماتے ہیں: ”جس کو ہم قلب کہتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کی معرفت کی جگہ ہے۔ یہ وہ روح نہیں جو

ہے اور نفس جگہ جگہ سیر کرتا ہے۔“ (تذکرۃ الروح)  
 ”شیخ عز الدین ابن سلام فرماتے ہیں کہ ہر انسان (جسم) میں دو ارواح ہیں۔ ایک روح یقیناً ہے یعنی وہ روح کہ جب وہ جسم میں ہو، انسان عادیاً تیار رہتا ہے اور جب نکل جائے تو وہ انسان عادیاً سوچتا ہے اور یہ انسان خواب دیکھتا ہے اور دوسری روح حیات ہے کہ جب جسم میں ہو تو وہ جسم زندہ ہوتا ہے اور جب اسے نکال دیا جائے تو وہ لقمہ اجل ہو جاتا ہے۔“ (تذکرۃ الروح)

جیسا کہ قرآن پاک میں بیان ہوا ہے کہ ترجمہ: ”اللہ ہی نفسوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرتا ہے اور ان کو بھی جن پر موت طاری نہیں ہوئی نیند کے وقت پھر ان کو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم صادر کر چکا اور دوسری کو ایک وقت معین تک چھوڑ دیتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لئے جو تفکر کرتے ہیں نشانیاں ہیں۔“ (سورۃ الزمر: 42)

حضرت خواجہ غلام فریدؒ فرماتے ہیں ”جسم کثیف اور ظلماتی سے مفارقت کے بعد روح کا جسم مثالی سے تعلق ہو جاتا ہے جو لطیف اور نورانی ہے اور جسم مثالی میں روح اسی طرح تصرف اور تدبیر کرتی ہے جس طرح کہ اس دنیا کی زندگی میں....“ (مقامیں الجالیس)

سید محمد الحیریری البیہوجی نے انسان کے باطنی یا دوسرے رخ کو ”قرین“ یعنی ہمزاد کا نام دیا ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے انسان کے غیر مادی جسم کے حوالہ سے خاصی تفصیلی گفتگو فرمائی ہے، آپ اپنی کتاب ”کیسائے سعادت“ کے آغاز میں تحریر کرتے ہیں:

”اگر تو یہ کہے کہ میں اپنے آپ کو پہچانتا ہوں تو تیرا یہ کہنا غلط ہے، کیونکہ اس قسم کی پہچان معرفت حق کی کبھی نہیں کہلا سکتی، یوں تو ڈھونڈھنگر بھی اپنے آپ کو پہچانتے ہیں، معرفت فقط یہی تو نہیں کہ ظاہر میں سے یہ پہچان لینا کہ یہ میرے ہاتھ ہیں، یہ پاؤں ہیں، اسے گوشت کہتے ہیں،

قرآن مجید میں قلب کے متعلق جو بیان ہوا ہے اس کا اندازہ ان آیات سے ہو سکتا ہے۔

یہ قلب ہی ہے جس پر روح و فرشتوں، وحی و القا کا نزول ہوتا ہے۔ (بقرہ: 97، شعراء: 194)، جو لوگ مومن ہیں ان کے قلب اللہ کے ذکر سے اطمینان پاتے ہیں۔ (رعد: 28)، ان کے قلوب میں اپنے رب کے پاس لوٹنے کا خوف ہوتا ہے۔ (مومنون: 60)، قلب کو ہی تقویٰ ملتا ہے (حج: 32)، ہدایت بھی قلب پاتا ہے (تقوان: 11)، الفت کا اور انتشار کا سبب بھی قلوب کی لطافت و کثافت سے ہوتا ہے (آل عمران: 159، انفال: 63)، اور جن کے قلب ایمان سے پر ہوتے ہیں خدا غیب سے ان کی مدد بھی کرتا ہے۔ (مجادلہ: 22)، ایمان کا تعلق بھی قلب ہے (حجرات: 14)، اور یہ قلب ہی ہیں جن کی خدا تعالیٰ آزمائش کرتا ہے اور حساب کتاب اور مواخذہ بھی قلب سے ہی ہوگا۔ (بقرہ: 225، حج: 53، آل عمران: 154، احزاب: 5)، اللہ کی قربت اُسے ہی مل سکتی ہے جس کا قلب سلیم یعنی پاک صاف ہو۔ (شعراء: 89، صافات: 84)، خدا مومنوں کے قلب کو رحمت و سکون عطا کرتا ہے اور ثابت قدم رکھتا ہے۔ (حدید: 27، فتح: 4، قصص: 10، کہف: 14، انفال: 11)، اور قلب کا حال اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ (نساء: 63)

جہاں تک کافر، منکر اور منافقین کا تعلق ہے ان کے قلوب کے متعلق قرآن میں چار طرزیں بیان ہوئی ہیں۔ ایک وہ جن کے قلوب پھر گئے، ٹیزھے ہو گئے یا غفلت میں پڑے ہیں اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے لگے رہتے ہیں۔ (کہف: 28، صف: 5، الانبیاء: 3)، ان منافقوں کے قلب کے متعلق یہ بھی ارشاد ہوا ہے کہ ان کا قلب ان کے اعمال کے برعکس ہے۔ (فتح: 11، آل عمران: 167) دوسرے وہ لوگ جن کے دلوں پر پردہ ہیں، ان کے دلوں پر قفل پڑے ہیں۔ ان کے دلوں پر مگر لگی ہے اور یہ

جانداروں میں ہوتی ہے، وہ نہ جسم ہے نہ عرض بلکہ فرشتوں کے گوہر کی جنس سے ایک جوہر ہے.... دیکھئے، سنئے، سو گھنئے، چھونے کی قوتیں ظاہری پانچ حواس ہیں اور خیال، تفکر، حافظہ، توہم اور تذکرہ کی قوتیں باطنی پانچ حواس ہیں۔ یہ سب ظاہری اور باطنی لشکر قلب کے اختیار میں ہے اور قلب سب کا بادشاہ ہے۔ (کیسائے سعادت)

قلب گویا ایک روشن و شفاف آئینہ ہے اور برے اخلاق دھواں اور ظلمات ہیں، جب قلب تک پہنچتے ہیں تو اسے رنگ لگا دیتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: "کوئی نہیں پر رنگ پڑا ہے ان کے قلوب پر جو کچھ وہ کماتے تھے"۔ (سورہ المطففین - آیت 14).... نیند میں لوگوں کے ظاہری حواس بند ہو جاتے ہیں اور قلب کی کھڑکیاں کھل جاتی ہیں۔ اور عالم ارواح و لوح محفوظ میں غیب کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ جو چہ آئندہ ہونے والا ہے دکھائی دیتا ہے۔" (کیسائے سعادت)

ادم غزائی نے انسان کے باطنی رُخ کو "قلب" کے نام سے پکارا ہے اور یہ بھی واضح فرمادیا ہے کہ اس سے مراد وہ دل نہیں جو انسانی جسم میں گوشت کا لوتھڑا ہے۔ بلکہ ایک آئینہ یا ایک کس کی مانند نورانی جوہر ہے۔

الیاس انطون الیاس نے اپنی عربی لغت "قاموس العصری" میں جہاں قلب کے معنی دل، قواد Heart، اور لب مرکز Core درج کیے ہیں، وہیں وہ قلب کے معنی عکس Reversal، Inversion، Interior، insidemind، باطن Inmost part اور جان Soul کے بھی لکھتے ہیں۔ (القاموس العصری)

لفظ "قلب" آخری الہامی کتاب قرآن پاک میں 132 مرتبہ آیا ہے مگر کہیں بھی اس سے مراد انسان کے مادی جسم میں موجود گوشت کا ٹکڑا نہیں ہے، بلکہ اس سے مراد انسان کا باطن ہے جس پر انسان کی سوچ، خواہشات، اعمال، امراض اور پاکیزگی کا دارومدار ہے۔

لوگ ننگر اور سوچنے سمجھنے سے محروم ہیں۔ (محمد: 24،  
جاثیہ: 23، بقرہ: 7، اعراف: 179، انعام: 25)

تیسرے وہ لوگ ہیں جن کے قلب میں رنگ اور  
میل ہے جو ان کے اعمال بد کا نتیجہ ہے۔ (مطففین: 14،  
منافقون: 13، اعراف: 101) قلب میں رنگ اور میل کو  
اللہ نے مرض کہا ہے (بقرہ: 10، احزاب: 32،  
انفال: 49، احزاب: 12، احزاب: 60، محمد: 29) اس  
مرض کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ ان  
کے قلوب میں شک، خوف، اضطراب، کینہ، کجی، غلیظان،  
انتشار اور انفق ہے۔ (توبہ: 45، نور: 50، سبأ: 23،  
توبہ: 110، حشر: 10، حشر: 14، تحریم: 4، توبہ: 77،  
مائدہ: 52، مدثر: 31) ان میں اکثر ایسے ہیں جن کے  
مرض کی گندگی بڑھتی جا رہی ہے۔ (توبہ: 125) اور  
چوتھا گروہ وہ ہے جن کے قلب سخت ہو گئے ہیں۔ ایسے  
سخت کہ پتھر بھی ان کے سامنے کچھ نہیں۔ (بقرہ: 74،  
مائدہ: 13، انعام: 43، یونس: 88، حدید: 16) اور جن  
کے قلب پاک نہیں ہوتے ان کے لئے دنیا اور آخرت  
دونوں جہد ذلت ہے۔ (مائدہ: 41)

ایک حدیث نبوی ﷺ میں ارشاد ہوتا ہے کہ  
”فتنے قلوب کو گھیر لیتے ہیں جو قلب ان فتوں کو ناپسند  
کر دیتا ہے، اس میں ایک سفید نقطہ لگا دیا جاتا ہے اور جو  
قلب فتوں کی طرف مائل ہو جاتا ہے اس میں سیاہ دھبہ  
لگا دیا جاتا ہے۔ اس طرح قلب دو طرح کے ہو جاتے ہیں  
ایک سفید صاف شفاف اور دوسرا کالا کلوتا قلب، کوزے  
کی طرح اٹتا ہوا، جو معروف اور منکر میں تمیز نہ کر سکے،  
صرف اپنی خواہشات نفس کو جانے۔“ (مسلم، مستد احمد)  
ڈاکٹر غلام جیلانی برق اپنی کتاب ”من کی دنیا“ میں  
تحریر کرتے ہیں: ”ہر انسان اپنے اعمال کے مطابق ایک  
ماحول یا Atmosphere اپنے ارد گرد بنا لیتا ہے۔  
بدکاروں کا ماحول دیوار کی طرح سخت ہوتا ہے، جس سے نہ

کوئی فریاد یادعا باہر جاسکتی ہے اور نہ کاسمک ورلڈ (عالم  
مثال) کے عمدہ اثرات اندر آسکتے ہیں، ایسا فرد تخی  
طاقتوں کی امداد سے محروم ہو جاتا ہے۔ ممکن ہے قرآن  
کے حجاب، غشاوہ (پردہ) سد (دیوار) اور غلف (غلاف)  
سے مراد یہی ماحول ہو۔“ (من کی دنیا، صفحہ 24)  
قرآن پاک کا بیان کردہ ”قلب“ وہ نہیں جو ہمارے  
سننے کے بائیں طرف دھڑکتا ہے، جو گوشت کا ٹکڑا ہے اس  
کی شرائط نہیں ہیں، جس میں خون کی گردش رہتی ہے۔  
قرآن میں بیان کردہ قلب کی تعریف Deffination  
الگ ہی ہے۔ جس کا تعلق انسان کی سوچ، فکر، اعمال اور  
باطن یعنی جسم مثالی یا روح حیوانی سے ہے۔

صوفیائے کرام انسان کے باطنی رُخ کے تین  
درجات بتاتے ہیں.....

اول روح حیوانی، دوئم روح انسانی اور سوم روح اعظم  
قرآن میں ”قلب“ کے بھی تین درجات بیان  
ہوئے ہیں:

قلب سلیم: پاکیزگی والا قلب (سورہ شمع: 89)

قلب منیب: رجوع کرنے والا قلب (سورہ ق: 33)

قلب شہید: مشاہدہ کرنے والا قلب (سورہ ق: 37)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب  
”الطاف القدس“ میں ایک حدیث مبارکہ بیان کی ہے  
جس کے مفہوم کے مطابق انسان کے جسم میں ایک شے  
ہے اگر وہ صحیح ہوتی ہے تو سارا جسم درست رہتا ہے اور وہ  
اس میں خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو سارا جگمگاتا ہے اور وہ  
شے ”قلب“ ہے۔ (بخاری، مسلم، نووی)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے انسان کے باطنی رخ  
کے متعلق اپنی کئی کتابوں میں تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور  
اسے بزبان فارسی ”نسم“ کا نام دیا ہے۔ نسم دراصل یونانی  
اور لاطینی لفظ Aureola اور Aura کا فارسی ترجمہ ہے،  
اس کے لغوی معنی ہوا کے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ یہ

بھی تحریر کرتے ہیں کہ اس دنیا سے الگ ایک اور دنیا موجود ہے، اس دنیا کو انہوں نے عالم مثال کا عنوان دیا ہے، خواب میں ہمارا نمہ اسی عالم میں چلا جاتا ہے۔  
شاہ ولی اللہ ”نمہ“ کے متعلق لکھتے ہیں:

”یہ بھی جانتا چاہیے کہ نفس ناطقہ (روح) یعنی صورتِ شخصیہ جس کی وجہ سے انسان کا کوئی فرد وہی فرد کہلاتا ہے، سب سے پہلے اس کا سہارا اخلاط کے بخار سے بنا ہوا لطیف جسم ہوتا ہے چونکہ صورتوں کا طبعی تقاضہ یہ ہے کہ ان کا سہارا وہ ”ہوئی“ ہو جس کو اس سے جبلی مناسبت ہے۔ چونکہ نفس ناطقہ (روح) جملہ صورتوں میں لطیف ترین، صاف ترین اور مضبوط ترین صورت ہے، اس لئے اس کے وجود کا سہارا بھی اسی لطیف ترین جسم پر ہوتا ہے جو لطافت و اعتماد میں اپنی مثال آپ ہو۔ نفس ناطقہ (روح) کے حامل ہونے کے لئے ایسا ہی جسم ہوئی کا کام دے سکتا ہے۔ یہ جسم لطیف جو کثیف رگ و پے (ماذہ جسم) میں سرایت کئے ہوئے ہے اور کمالات نفس ناطقہ (روح) کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ ہمارے نزدیک نمہ کہلاتا ہے۔“ (البدور البازغہ) ”اسے ہم نمہ، روح طبعی اور بدن ہوئی (روح ہوئی) کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔“ (الطاف القدس از شاہ ولی اللہ)

شاہ ولی اللہ مزید لکھتے ہیں کہ: ”نمہ! ایک لطیف ترین جسم ہے جو انسان کے نفس ناطقہ (روح) سے (اس طرح) متصل اور جسمِ عنصری میں جاری و ساری ہے جس طرح پھول میں اس کی خوشبو بسی ہوئی ہوتی ہے۔ تمام

افعال اور قوتوں کا حامل بھی نمہ ہے۔“ (ایضاً)

شاہ ولی اللہ کی ایک اور کتاب ”صحعات“ میں تحریر ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ نے انسان میں دو قوتیں ودیعت کی ہیں۔ ایک قوت ملکیہ (ملکوتی) اور دوسری قوت بحریہ (حیوانی)۔ ان کی تفصیل یہ ہے کہ انسان میں ایک تو نمہ ہے اور یہ نمہ عبارت ہے روح ہوئی سے، اور روح ہوئی کا مطلب یہ ہے کہ یہ روح جسم میں طبعی عناصر کے عمل اور ردِ عمل سے پیدا ہوتی ہے۔ اس نمہ یا روح ہوئی سے اوپر انسان میں ایک اور چیز بھی ہے جیسے نفس ناطقہ روح کہتے ہیں اور جو نمہ پر تصرف کرتا ہے۔“ (صحعات)

عصر حاضر کے عظیم روحانی مفکر اور سلسلہ عظیمیہ کے امام حضور قلندر بابا اولیاء نے انسان کے اس غیر مادی لباس کو ”نمہ“ کا نام دیتے ہوئے اس کی مفصل تشریح بھی بیان کی ہے، آپ لکھتے ہیں:

”کائنات کی ساخت میں بساطِ اول و دروشتی ہے جس کو قرآن پاک نے ماء (پانی) کے نام سے یاد کیا ہے۔ موجودہ دور کی سائنس میں اس کو گیسوں Gases کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تقصوف کی زبان میں ان گیسوں میں سے ہر گیس کی ابتدائی شکل کا نام نمہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں نمہ حرکت کی اُن بنیادی شعلوں کے مجموعہ کا نام ہے جو وجود کی ابتدا کرتی ہے۔ نمہ کی یہ لکیں تمام مادی اجسام کی ساخت میں اصل کا کام دیتی ہیں۔ ان ہی لکیروں کی ضرب، تقسیم موالیہ ثلاثہ کی تینیس اور خد و خال بناتی ہیں۔“ (نوح و قلم۔ 95-93)

### سلمی مشتاق عظیمی انتقال کر گئیں

سلسلہ عظیمیہ کے بزرگ رکن، مرقاہ ہال لاہور کے نگران میاں مشتاق احمد عظیمی کی اہلیہ سلمی مشتاق عظیمی صاحبہ بروز منگل مورخہ 26، اگست مطابق 29 شوال 1435 ہجری، لاہور میں انتقال کر گئیں۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

ادارہ روحانی ڈائجسٹ سلمی مشتاق کے انتقال پر میاں مشتاق احمد ان کے صاحبزادگان، صاحبزادیوں اور سب بھانجندہ کے ساتھ تعزیت کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومہ کی مغفرت ہو، انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا ہو۔

آج انسان تکشانی نظام سے روشناس ہو چکا ہے۔ سمندر کی

تہہ میں اور پہاڑوں کی بلندیوں پر کامیابی کے جھنڈے گاڑ چکا ہے۔ زمین کے بہن میں

اور ستاروں سے آگے پیچھے کے منصوبہ بندیا ہے مگر وہ کیا اس بات سے ابھی تک پوری طرح بے خبر ہے کہ انسان اصل میں کیا ہے؟....

وہ کیوں زندہ رہتا ہے اور کیوں مر جاتا ہے....؟

انسان کے اندر ایسی کون سی قوت کار فرما ہے جو اُسے کائنات کی دیگر تمام مخلوق سے ممتاز کرتی ہے اور اس کی کیفیات میں رد و بدل پیدا کرتی ہے۔۔۔۔۔؟

انسانی تاریخ میں بڑے بڑے حکیموں، فلسفیوں، ماہرین علم الابدان، جراحوں، مادی سائنسدانوں، کیمیا

دانوں، نفسیات دانوں اور باہجہ انقیاسات کے ماہرین، سب ہی نے

اپنی اپنی طرزوں سے انسانی حقیقت پر طبع آزمائی کرنے کی کوشش کی۔ اب جدید ترین کمپیوٹرز اور اسکینرز بھی اس کوشش میں شامل کر لیے گئے ہیں۔

قدیم زمانے میں مفکرین اور فلسفی انسان کو مادی جسم کا مجموعہ سمجھتے تھے، ان کے مطابق انسان سمیت کائنات کی

ہر شے چار عناصر (آگ، ہوا، مٹی اور پانی) کا مجموعہ ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ موت و حیات کے تصور نے ایک نئے تصور

کی بنیاد ڈالی۔ اسے انسان کی ”قوت حیات“ یا روح کہا گیا جس کی موجودگی میں انسان زندہ رہتا تھا اور جس کے غیر

موجودگی انسان کی موت کا سبب بنتی۔

قدیم زمانے ہی میں انسان نیند کے عالم میں آپ کو چلتا پھرتا سمجھا گیا تا تو اور زندہ اور مردہ عزیز و اقرباء سے

ملاقات کرتے دیکھتا تھا۔ مگر جب اس کی آنکھ کھلتی تو وہ اپنے آپ کو پہلی جگہ پر ہی دراز پاتا یہ معہ اس کے لیے

بذات اہمیت انگیز تھا۔ اس نے اس کی یہ توجیہ کی کہ ضرور

## مغرب میں اوراء پر بنونی

### والی تحقیق کا جائزہ

اس کے اندر کوئی اور چیز ہے جو سونے کی حالت میں اس کے بدن میں سے نکل کر گھومتی پھرتی ہے اور بیدار ہونے پر لوٹ آتی ہے۔

جس کے ذریعے انسان سوچتا ہے، خواب دیکھتا ہے، یہ انسان کے ایک غیر مادی وجود کا ابتدائی تصور

تھا جو کہ مرد و زنانہ کے ہاتھوں تہذیبوں میں پھیلتا چلا گیا اور ذہن، شعور، خیال، نفس کے نام لازمی عنصر کے طور پر

شامل رہا۔ چنانچہ ابتدائی حکما اور فلسفیوں نے انسان کو تین نظاموں (جسم، روح اور نفس & Body Soul)

(Spirit) کا مجموعہ قرار دیا۔ یہی نظریہ ہر تہذیب میں پروان چڑھا۔ مصر کی

قدیم ترین تہذیب میں بھی انسان کے یہ تین نظام خیت (Khet، جسم)، با (Ba، روح) اور کا (Ka، نفس) کے

نام سے ملتا ہے، تورات میں جہاں انسان کے تخلیق کا تذکرہ آیا ہے وہاں جسم (Geshem) اور روح

(Ruach) کے ساتھ ساتھ تیسری شے نفس (Nefesh) اور نسمہ (Neshama) کا

لفظ بھی استعمال ہوا ہے، جس کا ترجمہ کہیں زندگی کا دم اور کہیں ضمیر کر دیا گیا ہے۔ کتاب امثال میں حضرت سلیمان

فرماتے ہیں

(نیر بیواہ نسمہ آدم خفش کل حذری باطن)

”آدمی کا ضمیر (نسمہ) خداوند کا چراغ ہے، جو باطن کی سب پوشیدہ چیزوں کا حال معلوم کرتا ہے۔“ (کتاب

امثال باب 20:27)

انجیل میں انسان کو تین نظاموں کو نیوما (pneuma یعنی نفس و جان، سائیکی psyche)

(ψυχή) یعنی روح اور سوما (σῶμα) soma یعنی جسم کہا ہے اور تینوں کو الگ الگ شمار کیا ہے۔

”خدا اچھا طبع انسان کا چشمہ ہے آپ ہی تم کو بالکل پاک کرے اور تمہاری روح (سانگی) اور جان (نیوما) اور بدن (سوما) ہمارے شیوع سج کے آنے تک پورے پورے اور بے عیب محفوظ رہیں۔“ (1 تھسلونکیوں باب 5: 23)

موت کے بارے میں انسانی مشاہدہ یہ تھا کہ آدمی کا سانس رک جاتا ہے، پس یہ اعتقاد ہو گیا کہ روح کا مسکن انسانی سانس ہے، چونکہ سانس میں ہوا کے جھوکے آتے ہیں۔ لہذا جس تہذیب میں بھی روح اور نفس کا تصور موجود ہے وہاں اس کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ کا مفہوم ”ہوا“ ہی ہوتا ہے۔ مثلاً عبرانی اور عربی زبان کا لفظ روح، نفس، نسمہ، ہندی کا آتما، یونانی زبان کا سانگی نیوما اور لاطینی زبان کا لنتا۔ سب کے لغوی معنی ہوا، دم، سانس کے ہی ہیں۔ شاید یہی وجہ تھی کہ عموماً بائبل اور دیگر کتب کے تراجم میں نفس اور نسمہ کا ترجمہ روح کر دیا گیا ہے جبکہ نفس اور روح میں فرق ہے۔

یونانی فلسفیوں میں ستراط نے روح، نفس اور ذات کی اہمیت پر زور دیا، ستراط کا کہنا تھا کہ روح ایک غیر فانی شے ہے۔ اس کا خیال تھا روح ہمیں نیکی اور بدی میں تمیز کرنے میں مدد دیتی ہے۔ غالباً روح کی اصطلاح سانگی (Psyche) بھی ستراط نے ہی وضع کی تھی.... افلاطون کے مطابق ہمارے جسم کی حرکات و سکنات روح کی وجہ سے ہیں۔ جون ہی جسم اور روح کا تعلق ختم ہوتا ہے جسمانی حرکات و سکنات بھی ختم ہو جاتی ہیں.... دیمتراط نے دو ہزار برس قبل کہا تھا ذہن یا روح آگ کی مانند ہے۔ یہ انسانی روح چھوٹے چھوٹے ناقابل تقسیم ذروں یعنی ایٹموں سے بنی ہے۔ جب یہ ایٹم انسانی بدن سے نکل جاتے ہیں تو انسانی موت واقع ہو جاتی ہے۔ یہی حال جانوروں کا ہے.... انیکساغورث کے مطابق روح ایک ایسی قوت ہے

جو حیوانات و نباتات یعنی ہر جان دار اشیاء کے درمیان جاری و ساری ہے.... اور بطور روح کو ایک ایسی اکائی تصور کرتا تھا جو اپنی ذات میں ہر لحاظ سے مکمل ہو یعنی فی ذات مکمل ہو۔ البتہ اسے اسطونے روح کو دو حصوں میں تقسیم کیا یعنی روح حیوانی اور روح انسانی۔ حیوانی روح (نفس) کو وہ نچلے درجے کی بتاتا ہے جب کہ اعلیٰ درجہ کی روح کو وہ ذہن کا نام دیتا ہے۔ کئی مفکرین نے اسطونے اس تقسیم کو درست تسلیم کیا ہے۔ روح، نفس اور جسم۔ یہی تقسیم آگے چل کر سائنسدان، فلسفی اور صوفیاء نے بھی کی۔

اس کے بعد ترقی کی دوڑ میں انسان کے باطن اور اس کی باطنی صلاحیتوں پر اس طرح توجہ نہیں دی گئی جیسی کہ دی جانی چاہیے تھی، اکثر غور و فکر کرنے والوں کی توجہ کی بنیاد انسان کی مادی زندگی پر ہی مرکوز رہی۔ سائنسدانوں کی ریسرچ کا بنیادی مقصد محض مادی زندگی میں آسانیاں پیدا کرنا اور اسے پر آسائش بنانا تھا، اس لئے اس دور میں بھی جب انسانی ترقی کو عروج نصیب ہو سکا ہے، انسان کے باطن پر ایک طرح سے پردہ ہی بڑا رہا۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سائنسدان عرصہ دراز تک مادی جسم کو ہی انسان قرار دیتے رہے اور کئی دہائیوں تک جدید سائنسی تحقیقات کا مرکز مادی جسم ہی رہا۔ انسان کے باطنی پہلو کو وہ جھٹلاتے رہے اور انسانی روح کو غیر مرئی، غیر تجرباتی اور توہم پرستی کہہ کر رد کرتے رہے۔

لیکن رفتہ رفتہ چند سائنسدانوں نے انسان کے باطنی رخ پر نظر پائی، تحقیق، سائنسی اور تجرباتی کام شروع کیا، اس حوالے سے پندرہویں صدی عیسوی میں کاپر نیکس وہ پہلا مفکر تھا جس نے انسان کو روحانی حقیقت ثابت کرنے کی کوشش کی.... لیکن مادیت اس تصور کو رد کرتی رہی۔ ذہن، شعور، نفس، روح وغیرہ مادے سے علیحدہ وجود رکھتے ہیں۔ ان کے مطابق خیال محض دماغ کے وجود کا اندازہ ہے، جو کہ زندگی ہی کی طرح مادے کی ایک خاص



ازم“ نے نیکد مقبولیت حاصل کی۔ اس کے علاوہ سروایور لاج Sir Oliver Lodge کی 1861ء میں شائع ہونے والی کتاب ”ریمینڈ“ بھی اسی سلسلے کی اہم کڑی ہے۔ ان دونوں سائنسدانوں کی تحقیق اور تجربات پر اس نظام کی بنیاد پڑی جسے ”ماڈرن اسپرچوکل ازم“ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ طبیعات کے معروف سائنسدان سروایور لاج کا کہنا تھا کہ جس طرح سائنسی طور پر تسلیم شدہ قوتیں مثلاً مقناطیسی کشش یا الیکٹرک سنی خفیہ انداز میں کام کرتی ہیں لیکن سب انہیں تسلیم کرتے ہیں اور ان کے وجود پر ایمان بھی رکھتے ہیں، اسی طرح اس کائنات میں بہت سی قوتیں ایسی بھی ہیں جو انتہائی پوشیدگی سے اپنا کام سرانجام دے رہی ہیں، لیکن ظاہر ان کے وجود کا سراغ نہیں ملتا۔ محض اسی وجہ سے ان قوتوں کے وجود سے انکار کرنا صریحاً نادانی ہوگی۔ لاج کا خیال تھا کہ اس موضوع پر ٹھوس تحقیقات کا آغاز ہونا چاہئے۔

اولیور لاج نے خود خالص سائنسی انداز میں انسان کی روحانی خصوصیات پر تحقیق کا آغاز کیا۔ انہوں نے سوسائٹی فار سائیکل ریسرچ (SPR) کا باقاعدہ شعبہ قائم کیا۔ اس نے ابھڑ کا تصور پیش کیا، جس کے مطابق پوری کائنات ایک توانائی ابھڑ سے بھری ہوئی ہے۔ یہ نظریہ بہت پرکشش تھا مگر سائنسی لحاظ سے مسترد کر دیا گیا۔

سروایور لاج کی بنائی ہوئی سوسائٹی کے بانی ممبران میں سے ان کے ہم خیال کئی اہم نام ابھرے، جن میں سے کیمبرج یونیورسٹی کے ریسرچ اسکالر فریڈرک ڈبلیو ایچ مائرز Frederic H. W. Myers نے اس کام کو مزید آگے بڑھایا۔ 1882ء میں مائرز نے اپنی کتاب Human Personality and its Survival of Bodily Death میں سینکڑوں واقعات کا سائنسی تجزیہ کرنے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جسمانی موت کے بعد انسان کی شخصیت کا وہ حصہ باقی رہتا ہے جسے ”روح“ کہتے ہیں۔

ترتیب میں جڑتا ہے۔ دماغ اور اعصابی نظام کی جملہ سرگرمی کی نیکت کو ہم ذہن کا نام دیتے ہیں۔

سولہویں صدی عیسوی میں روح کے بغیر جسم کی وجود پذیری کا خیال مشہور فرانسیسی فلسفی رے ڈیکارٹ نے پیش کیا۔ اس نے ثبوت کا تصور دیا، جس کے مطابق سوچ یا شعور مادے سے کوئی مختلف چیز ہے۔ اس میں ذہن کوئی ایسی چیز ہے جو کہ جسم کے اندر موجود ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اس سے چنداں مختلف بھی ہے۔ اس کے بعد گلیلیو، نیوٹن، ڈارون اور کپلر نے بھی اسی موضوع پر بحث کی۔ لیکن یہ بحث نظریاتی حد تک تھیں۔ سائنس اور نفسیات کی مجبوری یہ تھی کہ وہ صرف اسی شے کا تجزیہ کرتی ہے جو نظر آتی ہے۔ انسان کی اصل شخصیت اگر اس کے مادی جسم سے الگ کوئی غیر مرئی چیز ہے تو سائنس کی گرفت میں نہیں آسکتی۔ اس لیے وہ اس کے بارے میں کوئی دلیل نہیں مانتے تھے۔

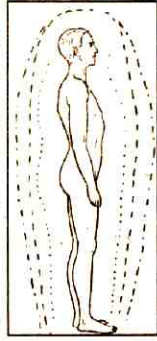
اٹھارویں صدی کے آخر میں میسر ازم (ہپناٹزم) نے زور پکڑا تو کئی سائنس دان بھی انسان میں موجود مقناطیسیت Animal Magnitism کی کھوج میں لگ گئے۔ میسر ازم کے بانی فرینڈلین میسر کا کہنا تھا کہ ”کائنات ایک مقناطیسی مائع سے بھری پڑی ہے جو ہر خالی جگہ کو مستقل لبریز رکھتا ہے جو بطور فطرت حاصل ہوتا ہے، پھیلتا ہے اور مواملا کا ذریعہ بنتا ہے۔“ مسمر کے بعد جرمن سائنسدان کارل فان ریشن بیج Carl Von Reichenbach نے بھی اپنی تحقیق پیش کی کہ پوری کائنات میں ایک مخصوص توانائی موجود ہے جو ہر جاندار کے اندر موجود ہے۔ اسے انہوں نے Od کا نام دیا۔

انیسویں صدی ہی میں سر ولیم کرکس وہ پہلے سائنسدان تھے جنہوں نے مادی دنیا پر روحانی اثرات کا سائنسی مطالعہ و تجزیہ کیا۔ ان کی 1874ء میں منظر عام پر آنے والی کتاب ”ریسرچ ان دی فینومیٹا آف اسپرچوکل

مانرنے اپنے ساتھی ریڈر چر زہتری جو کہ Henry Sidgwick، ایڈمنڈ گرنے Edmund Gurney اور ولیم ایف بیرٹ William F. Barrett کے ساتھ مل کر موت کے بعد بھی انسان کے باطنی جسم کی موجودگی سے متعلق تحقیق کی۔ اس دور کے مغرب میں روحانی علوم کے ماہرین، جن میں مادام بلاؤنسکی اور ایڈگر کیمسی وغیرہ شامل تھے، نے بھی روحانی صلاحیتوں کے عملی تجرباتی مظاہروں سے اس وقت کے سائنسدانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کروائی۔ ان سائنسدانوں کی تحقیق اور روحانی علوم، خوابوں کے اثرات، رنگ و روشنی سے علاج اور مسمریزم کے بعد انیسویں صدی کے وسط میں جب گلو انومیٹر Galvanometer ایجاد ہوا (ایک آلہ جس سے برقی رو کی موجودگی کا علم ہو سکتا ہے لیکن اس کی پیمائش نہیں کی جاسکتی)، جسے کسی بھی جاندار (انسان، جانور یا پودے) کے جسم پر چسپاں کیا جاتا تو وہ برقی رو کی موجودگی کا اشارہ دیتا۔ جس سے ثابت ہوتا تھا کہ انسان اور دیگر جانداروں میں کوئی مشترک مقناطیسیت یا میدان حیات Life Field موجود ہے جو انہیں دوسری بے جان اشیاء سے ممتاز کرتا ہے۔ اس ایجاد نے سائنسدانوں کو انسان کے اندر موجود مقناطیسیت پر غور کرنے پر مجبور کر دیا۔ چنانچہ انسان کے اس غیر مادی رخ کو سمجھنے کے لیے مابعد الطبیعیات meta physics اور مابعد النفسیات Parapsychology جیسے علوم کی بنیاد ڈالی گئی۔ انسان کے اندر موجود مقناطیس قوت کو الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ EMF، ہیومن انرٹی فیلڈ HEF اور بائیو انرجی کے نام دیئے۔ پیراسائیکولوجی کی بنیاد رکھنے والے ڈیوک یونیورسٹی کیلیفورنیا کے ماہر نفسیات ڈاکٹر جوزف بینک ریڈر Dr. J.B Rihne کی مسلسل توجہ، سائنسی تحقیق اور تجربات سے اس علم نے عملی تجرباتی دنیا میں قدم رکھ دیا اور باقاعدہ لیبارٹریز میں سائنسی بنیادوں پر تجربات

ہونے لگے۔ ڈاکٹر ریڈر نے یہ دریافت کیا کہ انسان کے شعور اور مادی حرکات کے پیچھے بھی لطیف حرکات موجود ہیں، جس کے ذریعہ مادہ حرکت کر رہا ہے۔ یہ لطیف لہریں مادہ کو کنٹرول کرتی ہیں ان ہی کی بنیاد پر مادہ کا قیام ہے۔ علم برقیات کے ایک نابغہ روزگار سائنسدان نکولس ٹیسلا نے انیسویں صدی کے اوائل میں ایک تجربے میں ایک ہائی فریکوئنسی الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ پیدا کی اور اس کے سامنے ایک انسان کو کھڑا کیا اور اس کے جسم کے ارد گرد الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کو ایک ایک چمکدار روشنی کی صورت میں دکھایا، جو ایک اضافی جلد کی طرح اس کے جسم کو گھیرے ہوئے تھی۔ اس بعد میں کئی سائنسدانوں نے انسان کی اس الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کی تصاویر لینے کی کوشش کیں۔ تھامسن اسپتال لندن کے ماہر برقیات ڈاکٹر والٹر جے کلنر Kliner کو کیمیشیم کے فاسورنٹ سلفائد پر شعاعوں کے بارے میں تجربات کرتے ہوئے یہ خیال آیا کہ جسم انسانی سے جو برقی شعاعیں خارج ہوتی ہیں ان کی چھان بین کی جائے۔ ڈاکٹر والٹر کو صرف یہ علم تھا کہ حرارت کے علاوہ جسم انسانی سے جو انرجی خارج ہوتی ہے اس کا تعلق انفراریڈ سے ہے۔ انہوں نے ایک ایسی فوٹو گرافی فلم تیار کرنے کی کوشش کی جس کے ذریعے جسم انسانی سے نکلنے والی مقناطیسیت کا مطالعہ کیا جاسکے۔ چنانچہ انہوں نے مختلف کیمیائی محلولوں سے فلموں کو رنگا مگر انہیں ناکامی ہوئی۔ انسانی جسم سے نکلنے والی شعاعیں کسی پردے پر نظر نہ آسکیں۔ آخر انہوں نے کولتار کے کیمیائی مواد سے کیمیا کو رنگنے کا ایک کیمیائی مسالا تیار کیا اور شیشے کی ایک سکرین پر پہلے جیلی ٹن اور کولڈرین نامی مرکبات کا ایک اسٹریا تیار کیا۔ اس کے بعد اپنی مشہور اسکرین کو ایجاد کیا، جس میں انسانی میگنیٹک فیلڈ کو جسم کے ارد گرد رنگین غلاف کی صورت سے دکھایا گیا۔ ڈاکٹر والٹر نے اپنی کتاب ”ہیومن لیٹاسفیر“ میں نہایت تفصیل

چیک کے سائنسدان بینادور اٹل، ایس پراٹ اور بے شیلیمر، فرانس کے ایچ براون، برازیل کے رابرٹ ڈیمورانے ابا نیو الیکٹرک فونو گرافی مشین ایجاد کرنے کی کوشش کی مگر ان حضرات کو خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔

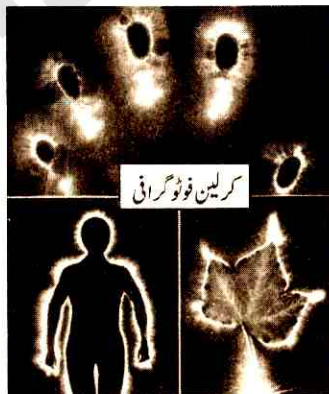


1930ء کی دہائی میں ایک واقعہ رونما ہوا روس میں کیر لین سیمیون اور نامی الیکٹریشن اور اس کی بیوی ویلنٹینا کیر لین نے اتفاق طور پر ایک ایسا کیمرا ایجاد کیا۔ جو انسان کے روشنیوں کے جسم کی تصویر حاصل کر لیتا ہے۔ کیر لین فونو گرافی سے انسان کے اس باطنی رخ کو زیادہ واضح طور دیکھا گیا تو یہ بالکل جسم انسانی کے ہو بہو ایک رنگین بیویلی اور ہالہ کی مانند نظر آیا۔

جیسے مادی انسان کے ساتھ ایک دوسرا انسان ہو.... روشنیوں سے بنا اس کا جوڑا.... کیر لین فونو گرافی کے ذریعہ انسان کو تیا گیا جانور اور پودوں کے بیویلی کی تصویریں بھی حاصل کی گئی ہیں۔ یہ انسان کی غیر مادی تصویر لینے کی پہلی کامیابی تھی۔

قدیم دور میں یونانی، رومی، ہندو اور عیسائی اقوام میں ان کی مذہبی شخصیات کی تصاویر اور مجسموں میں ان کا بیویلی دکھایا جاتا تھا، جسے انگریزی میں ہالو Halo اور قدیم یونانی اور لاطینی زبان میں اوراء Aura اور ایرولا Aureola کہا جاتا تھا۔ چنانچہ اس انسانی ہولہ کا نام بھی اوراء رکھا گیا۔

لیکن کیر لین کی اس تحقیق کو 1960ء تک مغربی سائنسدانوں نے قبول نہیں کیا گیا۔ البتہ روس کے کچھ محقق اس کی تحقیق میں لگے رہے۔ 1970ء میں دو امریکی محقق لنن شروڈر Lynn Schroeder اور شیلا آسٹرنڈر Sheila



کیر لین فونو گرافی

کے ساتھ انسان کے غلاف پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ انسانی جسم سے توانائی کا جو اخراج (تابکاری، ریڈی ایشن) ہوتا ہے وہ ایک دائرے یا ہالہ کی طرح انسانی جسم کے گرد نظر آتا ہے۔ یہ ایک شفاف لطیف ترسیاب کی طرح ہے جو انسان کے ٹھوس جسم سے 1 انچ باہر کی طرف ہوتا ہے۔ اس ہالے کا رنگ بھورا خاکستری ہوتا ہے اور کبھی کبھی اس کا پھیلاؤ 18 انچ تک ہو جاتا ہے۔

اس نے انسان کی الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ اور جسمانی صحت کے آپسی تعلق کے متعلق تحقیق کا کام کیا، اس نے مختلف امراض میں لوگوں کی الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کا جائزہ لیا۔ اس کے مطابق ایک لطیف قسم کی توانائی ہمارے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہے، اس کی کمی بیماری کی وجہ ہے اور اس طاقت کے ذریعہ بیماروں کو شفا یاب کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے مختلف تجربات سے ثابت کیا کہ اس میدان حیات یا الیکٹرو میگنیٹک فیلڈ کی قوت ہر دن بلکہ ہر گھنٹے بدلتی رہتی ہے، انسان کے خوشگوار اور ہشاش بشاش موڈ اور تھکان اور نا صحت مند حالت میں اس کی پیمائش تبدیل ہوتی رہتی ہے اور جب کوئی جاندار مر جاتا تو یہ میدان حیات بھی ختم ہو جاتا۔ البتہ فوراً ہی ایسا نہیں ہوتا تھا۔

بیسویں صدی کی ابتداء میں روسی سائنسدان یوڈکو Yakov Narkevich نے ایک طریقہ ایجاد کیا اور الیکٹرو گرافی کے ذریعے درخت کے پتوں کی تصویریں کی تصویریں لیں جس میں ان کے کناروں پر نور سا پھوٹا دکھائی دیا۔ اسی طرح

ذاتی نظر یہ کہہ کر مسترد کر دیا گیا۔

برازیل کے پروفیسر نیوٹن مل ہومنز Newton Milhomens نے کیرلین کیمرا کو سائیکولوجیکل کلینک اور میڈیکل ریسرچ میں استعمال کیا۔ انہوں نے کیرلین کیمروں کو برازیل کے ڈاکٹروں، تھراپسٹ اور سائیکولوجسٹ تک پہنچایا۔ اوراء پر اپنی 20 سالہ تحقیق کے بعد انہوں نے اورا کے ذریعے پیاریوں کی قبل از وقت تشخیص پر



پروفیسر کورنووی تحقیق

عام پانی کا اورا

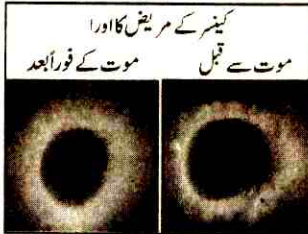
اور

مقدس ورد کا دم کردہ پانی کا اورا

Ostrander نے اپنی کتاب کے ذریعے کیرلین کی تحقیق کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس کے بعد اورا کی تحقیق میں نیا موڑ آیا۔ اب تک تو کچھ منجیلے سائنسدان اور ماہر برقیات اپنی مدد آپ کے تحت اکیلے ہی اس تحقیق میں لگے ہوئے تھے۔ اب سائنسی ادارے، یونیورسٹیاں اور ہسپتال نے تھوڑی ہی سہی مگر اورا کی تحقیق میں دلچسپی ظاہر کی۔ ان میں کیفیور نیا

کسب لکھیں۔ نیوٹن مل ہومنز نے کیرلین فونوگرانی سے کینسر کے سینکڑوں مریضوں کے اورا کا ٹیسٹ کیا اور انکشاف کیا کہ کینسر کے ہر مریض کے اورا میں انہیں ایک مرغولے نما Spiral لہریں دکھائی دیتی ہیں۔ مگر مریض کی موت کے بعد یہ لہریں غائب ہو جاتی ہیں، جبکہ مادی جسم میں اور خلیوں میں کوئی تبدیلی نہیں آتی۔ جس سے یہ خیال ظاہر ہوتا ہے کہ اس بیماری کا اصل تعلق اورا یا ذہن سے ہے، مادی جسم سے نہیں۔ اورا پر مل ہومنز اور کورنووی تحقیق طب کی دنیا میں کئی تبدیلیاں لائی، تحقیقاتی میدان میں اس پر سنجیدگی سے کام ہونے لگا، انیسویں صدی میں انسانی اورا پر کام کرتے ہوئے طب سے منسلک افراد نے بڑی کارآمد معلومات فراہم کیں۔

اورا پر کی جانے والی مغربی مفکروں کی تحقیق کا نچوڑ یہ تھا کہ.... اوراء رنگ و نور کی لہروں سے بنا ایک غیر مرئی جسم ہے جو ہمارے مادی جسم کے ارد گرد ہمہ وقت موجود رہتا ہے۔ مادی جسم زندگی کے تمام تقاضے اسی اوراء سے حاصل کرتا ہے اور انسانی صحت کا دارو مدار بھی روشنیوں کے اس جسم پر منحصر ہے۔ یہ اوراء جسم کے ارد گرد 6 انچ سے لے کر کئی فٹ تک پھیلا ہوا ہوتا ہے۔



کینسر کے مریض کا اورا

موت سے قبل

موت کے فوراً بعد

یونیورسٹی، امریکہ کے سینٹر آف ہیلتھ سائنس کے دو سائنسدان تھیلما موز Thelma Moss اور کنڈال جانسن Kendall Johnson، سان فرانسسکو کی سائبروک یونیورسٹی کے ماہر نفسیات اسٹینلی کرپنر Stanley Krippner، برازیل کے ڈاکٹر پاؤلو دی کیسٹرو اور ڈاکٹر ہرنانی آندرے، روسی سائنسدان ڈکنر ایڈماکو اور ڈاکٹر قازقستان کی الفارانی یونیورسٹی کے ڈاکٹر اینٹون پیش پیش تھے۔ ان لوگوں نے کیرلین کیمرے کی مدد سے درختوں کی تصویریں لیتے ہوئے نوٹ کیا کہ درخت جتنا زیادہ صحتمند ہوتا ہے، چوٹی اتنا ہی زیادہ روشن ہوتا۔

1985ء میں سینٹ پیٹرز برگ انسٹیٹیوٹ، روس کے ایک محقق پروفیسر کورٹوکوف Korotkov نے تحقیق کی کہ جانداروں کا اوراء (انسان، جانور اور پودے) رنگ اور روشنی کی مناسبت سے تبدیل ہوتا رہتا ہے، جبکہ پانی، پتھر، کرسٹل وغیرہ کا اوراء ہمہ دم ہمیشہ یکساں رہتا ہے۔ لیکن پانی پر اگر کوئی روحانی ہستی، پادری یا

ہیلرو وغیرہ مقدس آیت کا ورد یا دم وغیرہ کرتا ہے تو اس کی روشنیاں پہلے سے بڑھ جاتی ہیں۔ اسی تحقیق کو 2004ء میں چاپانی ڈاکٹر مسارو ایونو نے آگے بڑھایا مگر اسے ایک

برازیل کی سانتا کیتیرینہ یونیورسٹی ، ایسا کیو دیو یونیورسٹی ریو ڈی جنیر یو ، ساؤ پاؤلو یونیورسٹی ، کیمپیناس یونیورسٹی ، اس میں باقاعدہ طور پر پڑھایا جاتا ہے۔ اس موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری تک دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ امریکہ ، روس ، برازیل ، ارجنٹائن ، پرتگال ، فن لینڈ کولمبیا ، انڈیا اور آسٹریلیا کے کئی ہسپتالوں میں اوراء کے ذریعے بیماریوں کی تشخیص اور علاج پر کام ہو رہا ہے۔



کمپیوٹر کے ذریعے لی گئی اورا کی تصویر

اوراء کو عام ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا اس کو دیکھنے کے لئے سائنس دانوں نے مخصوص انسٹرومنٹس تیار کئے ہیں۔ اوراء ان لوگوں کو بھی دکھائی دیتا ہے جن کی خفتہ قوتیں بے حد بیدار ہوں یا جن کی ارنگاز توجہ بہت مضبوط ہو۔ بعض سائنسدانوں کے مطابق شیر خوار اور کسمن بچے اوراء کو دیکھ سکتے ہیں لیکن پانچ سال کی عمر ہونے تک ان کی میسوکوپر برقرار نہیں رہتی اس لئے اوراء ان کی نگاہوں سے اوچھل ہو جاتا ہے۔

سننتھہیشمبہما Synaesthesia کے مریض بھی انسان یا کسی تحریر کا اوراء دیکھ سکتے ہیں۔ اوراء کو دیکھ کر کسی بھی شخص کی صحت و تندرستی ، نفسیاتی عوارض ، شخصیت اور مثبت و منفی سوچ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اس کا تعلق اوراء کی شکلیں ، کثافت و لطافت اور رنگوں کی مسلسل تبدیلی سے ہوتا ہے۔ جس شخص کا اوراء زیادہ لطیف ہو گا وہ نفسیاتی عوارض اور منفی سوچ سے اتنا ہی پاک ہو گا اور جس کا اوراء جس قدر کثیف ہو گا وہ اتنا ہی منفی طرز فکر کا حامل اور نفسیاتی عوارض میں جبراً ہوا ہو گا۔ 1970 کی دہائی سے تاحال کئی سائنسدانوں نے برازیل کے نیوشن ٹل ہو منز اور روس کے ڈاکٹر کورونوؤو کی تحقیق کو آگے بڑھایا۔ آج اورا پر تحقیق کرنے والے بڑے اداروں میں نیوشن ٹل ہو منز کا قائم کردہ برازیلین یونین آف ایپلائڈ بائیو الیکٹرو گرافی UBBA ، IUMAB آرگنائزیشن اورا کورنیا ، برازیل میں بائیو تھراپی پر یونیورسٹی شامل ہے اور روس کے پروفیسر کورونوؤو کی قائم کردہ لیبارٹری ہر سال بائیو الیکٹرو گرافی کانفرنس کے ذریعے دنیا بھر میں ہونے والی اورا پر تحقیقات کو فروغ دیتی ہے۔ ”اوراء“ کے متعلق میڈیسن اینڈ سائیکولوجی کے تحت پرتگال کی پورٹو جیز یونیورسٹی ،

کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی آمد کے بعد سائنسدان کرلین کیمر کے ساتھ بائیو فید بیک ڈیوائس ، بائیو سینسورینڈ پلیٹس کا بھی استعمال کرنے لگے ہیں اور کمپیوٹر سافٹ ویئر کے ذریعے اورا کو واضح طور پر دیکھنا ممکن ہو گیا ہے۔ گو کہ آج انسان کے باطنی جسم ”اورا“ پر خاطر خواہ کام ہو رہا ہے۔ آج مٹافزکس اور ہیراسائیکولوجی کے شعبہ سے متعلق سائنسدانوں کو نامعلوم شے کے متعلق تحقیق کے لئے ایسے جدید انسٹرومنٹس کی مدد بھی حاصل ہے جن کا دائرہ حواس خمسہ اور ماڈی پیٹرنس سے الگ ہے مگر ماڈی سائنس کی بہت بڑی کمزوری یہ ہے کہ تاحال روشنی سے تیز رفتار توانائی کی پیٹرنس کے لئے ان کے پاس کوئی یقینی پیمانہ نہیں ہے چنانچہ روح اورا کی مکمل توجیہ ابھی تک سائنسی قوانین کی رو سے ممکن نہیں ہو پاتی۔ جب سائنس کسی نامعلوم Phenomenon کو جاننے اور تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہے اور ان کے قابل پیٹرنس اور قابل تکرار ہونے کے اصول و ضوابط مرتب کرتی ہے نتیجتاً انہیں مفروضہ جان کر زد کر دیا جاتا ہے۔ شاید مستقبل بعید میں سائنسدان اس قابل ہو جائیں کہ وہ اورا اور روح کی مکمل توجیہ بیان کر سکیں۔





# اپنے "اوراء" کو جانیں



قارئین اس بات سے تواقف ہیں کہ سائنسی طور پر یہ بات ثابت

ہو چکی ہے کہ ہر شے کے گرد ایک ہالہ کور ہوتا ہے۔ اس ہالہ کور کو مابعد النفسیات کی اصطلاح میں جسم مثالی یا اورا Aura کہا جاتا ہے۔ اوراء کو ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھا جاسکتا، سائنس دان اوراء دیکھنے کے لیے کیرلین فوٹو گرافی، ہائیو فیکٹیو بیک ڈیوسٹرز اور ہائیو سینسر اینڈ پلٹس کا سہارا لیتے ہیں۔ البتہ روحانی صلاحیتوں کے حامل افراد اس کا مشاہدہ عملی آنکھوں سے کر سکتے ہیں، اس کے علاوہ اورا کا توجہ کی مختلف مشقوں کے ذریعہ اوراء کو دیکھا جانا ممکن ہے۔ لیکن یہ مشقیں کرنا ان لوگوں کے لیے آسان ہے، جن کی خفیہ قوتیں بے حد بیدار ہوں یا ان کی اورا کا توجہ بہت مضبوط ہو۔

چنانچہ ایسے قارئین کرام کی آسانی کے لیے جو نہ تو اورا کا توجہ کی ایسی مشقیں کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی ایسے سائنسی آلے تک رسائی رکھتے ہیں جن سے اورا دیکھا جاسکے۔ بعض مفکرین نے عرق ریزی کے ساتھ چند ایسے سوالات تیار کیے ہیں جن کے جوابات سے آپ جان سکتے ہیں کہ آپ کا "اورا" کیسا ہے، اس میں کون سا رنگ غالب اور نمایاں ہے اور کون سا رنگ قلیل مقدار میں موجود ہے۔ جس کی مدد سے آپ تصورات میں اپنے اورا کو دیکھ سکتے ہیں۔ ذیل میں دیئے گئے ہر سات سیکشن میں موجود 14 سوال، دراصل 14 رنگوں کی ترجمانی کرتے ہیں، یہ سوال آپ کی شخصیت، مزاج، رویوں، کردار اور طرز زندگی کے متعلق ہیں، قارئین کرام ہر سوال کا جواب نمبر میں لکھیں۔

اگر دیا گیا سوال واقعی آپ کی شخصیت کی ترجمانی کر رہا ہے اور آپ کا جواب یقیناً میں ہے تو چار (4) نمبر.... اگر آپ کی شخصیت سے اکثر و بیشتر ایسا اظہار ہوتا ہے تو جواب تین (3) نمبر.... اگر آپ کبھی کبھی ہی ایسے ہیں تو دو (2) نمبر.... اگر شاذ و نادر یا ایک آدھ بار ہی آپ کو ایسا لگا تو ایک (1) نمبر.... اور اگر سوال آپ کی شخصیت کے بالکل منافی ہے اور جواب "نہیں" ہے تو صفر (0) لکھیں....

آخر میں آپ سوال نمبر کی بنیاد پر تمام 7 سیکشن کے سوال کو ایک ایک کر کے آپس میں جمع کریں اور دیکھیں کہ کون سے سوال نمبر کے جواب میں آپ نے زیادہ نمبر دیئے ہیں، بس وہی آپ کے اورا کا غالب رنگ ہے۔ اور جس سوال نمبر کے جواب کے نمبر زب سے کم ہوئے وہی آپ رنگ آپ کے اورا میں قلیل مقدار میں موجود ہے یا نہیں ہے۔

- |  |  |
|--|--|
| سوال نمبر   2:   بفسفی (Violet)                | سوال نمبر   1:   زرد مائل ستھی (Mental Tan)  |
| سوال نمبر   4:   ار غوانی (Lavender)           | سوال نمبر   3:   سبز / ہرا (Green)           |
| سوال نمبر   6:   نیلا (Blue)                   | سوال نمبر   5:   قرمزی (Magenta)             |
| سوال نمبر   8:   بلوری (Crystal)               | سوال نمبر   7:   نیلگوں بھور (Nurturing Tan) |
| سوال نمبر   10:   سبز مائل ستھی (Physical Tan) | سوال نمبر   9:   نارنجی (Orange)             |
| سوال نمبر   12:   گہرا نیلا (Indigo)           | سوال نمبر   11:   سر شامک ستھی (Loving Tan)  |
| سوال نمبر   14:   زرد / پیلا (Yellow)          | سوال نمبر   13:   سرخ (Red)                  |

## سیکشن A

- [1] آپ منظم اور با اصول سوچ کے حامل ہیں۔ یا۔ آپ اصول پسند شخصیت ہیں۔
- [2] آپ کے دل میں شدت سے سے دنیا پر اپنے نشان ثبت کرنے کی آرزو ہے۔
- [3] آپ گھریلو اور جذباتی مطالبات پر ناراض ہو جاتے ہیں۔
- [4] آپ فلسفہ، باطنی روحانی علوم میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔
- [5] آپ غیر معمولی اور نت نئی تخلیقات کی کھوج میں رہتے ہیں۔
- [6] آپ کو رلامناہت آسان ہے حتیٰ کہ کسی جذباتی کمرشل پر بھی رو پڑتے ہیں۔
- [7] آپ دوسروں کے ظاہری طرز عمل سے ان کے بارے میں فوری کوئی رائے قائم نہیں کرتے۔
- [8] آپ یوگا، مراقبہ اور قدرتی ماحول میں خود کو زیادہ صحت مند اور توانا محسوس کرتے ہیں۔
- [9] اگر آپ کو کوئی مہم درپیش ہو تو کسی بھی صورت حال سے بچنے کے لئے آپ پہلے ہی سے مکمل منصوبہ بندی کرتے ہیں۔
- [10] آپ تنہائی پسند ہیں۔
- [11] کسی بھی مسئلہ کے حل کے لئے آپ اس کے تمام ممکنہ نتائج، اقدامات اور ان کے حل کا ذہن میں خاکہ بنا لیتے ہیں۔
- [12] آپ مخلوق خدا کی بے لوث خدمت پر ہر وقت تیار رہتے ہیں۔
- [13] آپ جسمانی طاقت کا استعمال کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ اور اکثر چھوٹی سی بات پر بھی مار پیٹائی ہو جاتی ہے۔
- [14] کسی بھی صورت حال میں آپ لاشعوری طور پر جسمانی رد عمل کا اظہار پہلے کرتے ہیں۔

## سیکشن B

- [1] آپ بحیثیت ایڈر فیصلہ کرنے سے پہلے متعلقہ افراد سے تفصیلی معلومات طلب کرتے ہیں۔
- [2] عملی تقریبات میں جانے سے کتراتے ہیں یا وہاں ہیزاریت محسوس کرتے ہیں۔
- [3] آپ ایسی ملازمت یا کاروبار کرنے کے خواہاں ہیں جس میں پیسہ کمانے کے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل ہوں۔
- [4] جب آپ کے پاس پیسے ہوں تو خرچ کرتے ہیں جب نہیں تب نہیں کرتے اور ہر حال میں مطمئن رہتے ہیں
- [5] آپ سنی سنائی اور اندہ بھی باتوں پر یقین نہیں کرتے۔
- [6] آپ کبھی کسی کو کسی کام کے لیے نہ نہیں کہتے۔
- [7] آپ کسی بھی پراجیکٹ کو منظم طریقے سے چلانا پسند کرتے ہیں یعنی کام شروع کرنے سے پہلے منصوبہ بندی کرتے ہیں
- [8] آپ اکثر و نیاداری، حلقہ احباب اور سماجی تعلقات کے معاملات میں دوسروں کے مشوروں پر انحصار کرتے ہیں۔
- [9] آپ جسمانی مشقت کے کام کرنے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔
- [10] آپ دوستوں کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کرتے ہیں۔
- [11] آپ کسی بھی ذاتی مفاد کے بغیر بلا امتیاز دوسروں کی رہنمائی اور مسائل حل کرنے کی سرتوڑ کوشش کرتے ہیں۔
- [12] آپ کے خیال سے اسکول میں غیر رسمی اور بے تکلف ماحول میں ہم زیادہ موثر انداز میں سیکھتے ہیں۔

- [13] آپ صنف مخالف کی موجودگی میں خود کو زیادہ خوش اور پر جوش محسوس کرتے ہیں۔
- [14] کسی بھی مشکل یا جذباتی تناؤ کی کیفیت میں آپ فرار حاصل کرتے اور حقیقت سے نظریں چراتے ہیں اور ایسا ظاہر کرتے ہیں جیسے ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔

### سیکشن C

- [1] آپ دوسروں سے اپنے دلی جذبات اور محسوسات کا اظہار کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔
- [2] آپ اپنے قیمتی مشوروں سے دوسروں کو تو نواز دیتے ہیں مگر خود ان پر عمل نہیں کرتے۔ یا آپ کسی بھی کام کو شروع کرنے میں آپ اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو روئے کار لاتے ہیں مگر عملی طور پر امید ان دوسروں کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔
- [3] آپ باآسانی لوگوں کو اپنا نظریہ فکر سمجھا دیتے ہیں۔
- [4] آپ اپنی خود ساختہ بنائی ہوئی خوابوں کی دنیا میں رہنا پسند کرتے ہیں۔
- [5] آپ کے رویے کا کچھ پتہ نہیں ہو تا جب کسی رسم یا سطر کسی رد عمل کا اظہار کریں کوئی وثوق سے نہیں کہہ سکتا۔
- [6] آپ کے نزدیک عبادات آپ کی روحانی قوت کا باعث بنتی ہے۔
- [7] آپ اپنے حلقہ میں یار درگزر بہتری لانے کے مختلف طریقوں کے متعلق سوچتے اور کوششوں میں لگے رہتے ہیں۔
- [8] آپ ایک خاموش طبع انسان ہیں اور اپنے دلی اور گہرے جذبات کا اظہار شاذ و نادر ہی کرتے ہیں۔
- [9] آپ جسمانی مشقت کے مقابلوں کشتی، ہاکسٹ، یا پنجہ آزمائی میں بہت پر جوشی سے حصہ لیتے ہیں۔
- [10] آپ چیزوں کو ان کی مضبوطی اور اہمیت کی بنیاد پر پرکھتے یا جانتے ہیں۔
- [11] آپ اپنا زیادہ تر وقت کا نکات کے اسرار اور موز جاننے اور روحانی علوم حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں۔
- [12] آپ لوگوں کو ان کے فرسودہ عقائد اور رسم و رواجوں کی تصحیح پر مجبور کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔
- [13] اگر آپ کو غصہ آجائے تو اپنے غصے پر فوری قابو پالیتے ہیں
- [14] آپ منہ پھٹ نہیں ہیں۔

### سیکشن D

- [1] آپ ایسی سماجی سرگرمیاں پسند کرتے ہیں جہاں کاروبار اور تفریح ساتھ ساتھ ہو۔
- [2] دوسروں پر پیسہ خرچ کرتے آپ زیادہ خوش محسوس نہیں کرتے۔
- [3] آپ اکثر مختلف تکالیف کے لئے گھریلو نوٹیکے استعمال بناتے ہیں یا دوا دہ بھی بطور علاج استعمال کرتے ہیں۔
- [4] آپ مافوق الفطرت حلقو قات اور پریوں کی دیومالائی کہانیوں پر مبنی فلمیں اور کتابیں بہت شوق سے دیکھتے / پڑھتے ہیں۔
- [5] انوشی اور غیر معمولی ڈیزائمن اور خصوصیات رکھنے والی مصنوعات آپ کی توجہ فوری حاصل کر لیتی ہیں۔
- [6] ملازمت حاصل کرنے کے دوران آپ اپنی تنخواہ کے بارے میں بھی جاننے میں شرم یا ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔
- [7] آپ سمجھتے ہیں بچوں کو اعلیٰ تعلیم و تربیت فراہم کر کے ہم ایک اچھے معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔



- [8] آپ لوگوں کی حقیقت پر مبنی سوانح حیات اور ڈائریز پڑھنا پسند کرتے ہیں۔
- [9] آپ اجتماعی مقابلوں کے بجائے انفرادی مقابلوں میں حصہ لینا (یعنی ٹیم کے بجائے اکیلے کام کرنا) پسند کرتے ہیں۔
- [10] آپ تحقیقی ذہن کے مالک ہیں اور دینی نیادی اور دینی معاملات میں خود سے غور و فکر کرنا پسند کرتے ہیں۔
- [11] آپ جن سے پیار کرتے ہیں ان کو خوش رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔
- [12] آپ اپنے ہر کام میں روحانیت کو محسوس کرتے ہیں۔
- [13] آپ کم تنخواہ میں بھی خوش اور مطمئن رہتے ہیں
- [14] آپ زندگی کو بنس کھیل کر گزارنے پر یقین رکھتے ہیں۔

## سیکشن E

- [1] آپ کے لئے دولت تحفظ کی ضمانت ہے
- [2] زندگی میں کچھ کر گزارنے کا جذبہ آپ کو بے چین رکھتا ہے۔
- [3] آپ دوسروں کو مشورہ دے کر یا ان کو معلومات فراہم کر کے خوشی اور طمانیت محسوس کرتے ہیں
- [4] آپ معاشرے کی توقعات کے مطابق خود کو ڈھالنے کے بجائے اپنے انکار کے ساتھ الگ تھلگ رہنے کو ترجیح دیتے ہیں
- [5] آپ شاپنگ کے لئے فہرست نہیں بناتے جو اچھا لگ جائے بس خرید لیتے ہیں
- [6] آپ کو صبر آزما اور وقت طلب کھیلوں سے شدید کوفت ہوتی ہے جیسے ویٹ لفٹنگ، سکیٹنگ یا گولف وغیرہ
- [7] آپ روحانی، دینی یا اخلاقی اصولوں دنیا میں عملی طور پر کرنا ضروری محسوس کرتے ہیں۔
- [8] آپ خود شناسی میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور ان کے متعلق زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔
- [9] آپ ملازمت کرنے سے دور بھاگتے ہیں اور کمیشن پریا فری لانس کام کرنے میں زیادہ خوش محسوس کرتے ہیں۔
- [10] آپ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اچھا لگنے کے لئے سب سے پہلے ایک اچھا پیرا کار بننا ضروری ہے۔
- [11] آپ مالی معاملات یا روپے پیسے کے حساب کتاب رکھنے میں مشکل محسوس کرتے ہیں۔
- [12] آپ کو زبردستی کسی ایسے کام کو کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا جو آپ کرنا نہیں چاہتے۔
- [13] آپ عملی طور پر کی جانے والی مذہبی عبادات کے دوران خود کو پرسکون محسوس کرتے ہیں۔
- [14] آپ بحیثیت سربراہ، لیڈر یا باس لوگوں کے درمیان رہ کر ان کے ساتھ کام کرنے کو ترجیح دیتے ہیں

## سیکشن F

- [1] آپ تصوف اور روحانیت کی تعلیمات کو عملی طور پر اپنانا پسند کرتے ہیں
- [2] آپ بحیثیت سرپرست یا قائد لوگوں کو بتانا پسند کرتے ہیں کہ ان کو کیا کرنا ہے۔
- [3] آپ کے چند مخصوص دوست ہیں جن سے آپ کے خیالات ملتے ہیں اور جو ہر میدان میں آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں
- [4] آپ زیادہ وقت کمرے میں بند تخلیقی کام میں گزارنے کو ترجیح دیتے ہیں مثلاً پینٹنگ، مضمون و کہانی نویسی، شعر و شاعری

- [5] آپ کی بہت جلد کسی سے بھی دوستی ہو جاتی ہے مگر آپ لیے عرصے تک تعلقات استوار رکھنے میں اکثر ناکام رہتے ہیں
- [6] آپ دوسروں کی خوشی کے خاطر اپنے حصے کی چیز بھی خوشی خوشی چھوڑ دیتے ہیں۔
- [7] آپ سماجی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنے والے اداروں کی اور ذاتی طور پر بھی مالی امداد میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں
- [8] آپ باآسانی اپنی باطنی یعنی اندرونی دنیا سے جڑ جاتے ہیں اور خود کو مطمئن و پرسکون رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں
- [9] آپ آزاد اور خود مختار زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔ یا۔ آپ اپنے معاملات میں روک ٹوک پسند نہیں کرتے
- [10] آپ باس کی جانب سے ملنے والی ہدایات کو بہت توجہ سے سنتے ہیں اور انتہائی سنجیدگی سے عملدرآمد کرتے ہیں
- [11] آپ ایسی سماجی تقریبات اور اجتماعات میں بہت شوق سے جاتے ہیں جہاں مختلف لوگوں سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرنے اور اظہارِ رائے کا موقع ملیں۔
- [12] آپ بہت زیادہ حساس طبیعت کے مالک ہیں
- [13] اگر کوئی دلی پرہیزگاری کے دوران آپ کی پسندیدہ ٹیم کا اسکور گر جائے یا ہار جائے تو آپ گلاس یا جو کچھ بھی دسترس میں ہو بیخ کریا توڑ کر غصے کا اظہار کرتے ہیں۔
- [14] آپ کو دعوتوں میں جانا بہت پسند ہے اور سماجی تقریبات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

## سیکشن G

- [1] آپ مشینی آلات کے ساتھ کام کرنے میں لطف محسوس کرتے ہیں جیسے کہ کمپیوٹر، کیمرہ، سیل فونز، کیلکولیٹر وغیرہ
- [2] آپ کے لئے پیسہ طاقت، اثر و رسوخ اور خواہشات کا حصول ہے
- [3] آپ سمجھتے ہیں کہ خیالات ہماری ذہنی اختراع نہیں ہوتے بلکہ ہر خیال اپنی جگہ بلکہ معنی اور اہمیت کا حامل ہوتا ہے
- [4] آپ اپنے تخیلات کو ظاہری خدو خال کے ساتھ دیکھ سکتے ہیں۔
- [5] آپ کے نزدیک قدرتی مناظر سے قربت، پودوں درختوں کی دیکھ بھال اور ان سے محبت ایک روحانی کیفیت ہے۔
- [6] آپ کسی بھی مسئلہ کا کوئی ایسا حل تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں سب کی خوشی شامل ہو۔
- [7] آپ بحیثیت سربراہ فیصلہ کرتے وقت دوسروں کی رائے اور احساسات کا پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔
- [8] پرامن، پرسکون ماحول اور کم لوگوں کے درمیان آپ زیادہ بہتر طور پر کام سر انجام دے پاتے ہیں
- [9] آپ ایڈوجر پسند کرتے ہیں اور محض تھرل کے لئے اکیلے پہاڑ کی چوٹی سر کرنے نکل جاتے ہیں۔
- [10] آپ کے نزدیک پینک بیلنس، آسانٹیس اور بلند معیار زندگی معاشرے میں استحکام اور تحفظ کی ضامن ہیں۔
- [11] آپ اپنی چیزیں سنبھال کر رکھنے میں لاپرواہی برتتے ہیں۔
- [12] آپ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں خوشی اور اطمینان محسوس کرتے ہیں
- [13] الیکٹرانک اور مشینی آلات کی میکانیت کو جاننا اور سمجھنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ ہے
- [14] آپ ٹیبل ورک میں بوریت اور بے چینی محسوس کرتے ہیں۔ یا۔ آپ زیادہ دیر خاموش ایک جگہ نہیں بیٹھ سکتے۔



ہالینڈ میں پیدا ہونے والا وہ شخص نہ تو جادو گر تھا، نہ شعبہ ہذا زور نہ ہی اس کا تعلق پولیس یا کسی جاسوسی ادارے سے تھا۔ بیٹر ایک سادہ اور خاموش طبیعت کا لوجوان تھا، ناگاہ ایک انوکھا حادثہ پیش آیا۔ یہ حادثہ اس کے اندر ایک ایسی نا دیدہ قوت بیدار کر گیا جو ناقابل یقین بھی تھی اور طلسمات سے معمور بھی۔ وہ جس شے کو چھوتا اس شے کے مالک کے بارے میں تمام باتیں جان لیتا۔ اس نے تقریباً 17 ملکوں میں جا کر قتل، انوا اور چوری کے درجنوں کیسز کی گتھیاں سلجھائیں۔ امریکہ میں دماغی ماہرین کی ایک ٹیم نے اس کا معائنہ کیا۔ سائنسدان اس کی عجیب و غریب خصوصیات کو دیکھ کر حیران تھے، اور وہ خود نہیں جانتا تھا کہ وہ کسی چیز کے بارے میں کس طرح جان لیتا ہے، وہ تو بس یہ کہتا تھا کہ ہر انسان کے جسم کے اندر مقناطیسی توانائی کی طرح روشنیوں کا ایک نا دیدہ وجود ہوتا ہے، انسان جب کسی شے کو چھوتا ہے تو اس مقناطیسی توانائی کی



واہمیشن اسے اس انسان کے متعلق بتا دیتی ہیں۔  
بیٹر ہر کوس کی زندگی پر تین آپ بیتیاں،  
درجنوں کتابیں اور کئی فلمیں بن چکی ہے،  
اس کی ایک آپ بیتی کا ترجمہ قارئین  
کی خدمت میں پیش ہے۔

## نادیدہ

شہر کا ذکر ہے نیم غنودگی کی  
حالت میں مجھے یوں محسوس ہوا جیسے  
نرس میرا نگہیہ درست کر رہی ہو یا میرا

درجہ حرارت لے رہی ہو۔ پھر میں جاگ اٹھا اور خود کو  
اسپتال کے ایک نیم تارک کرے میں بستر پر لیٹے ہوئے  
پایا۔ میرے سر میں شدید درد ہو رہا تھا۔

”مجھے کیا ہوا...؟“ میں نے نرس سے  
دریافت کیا۔

”آپ تیس فٹ کی بلندی سے گر گئے تھے۔ یہ آپ  
کی خوش قسمتی ہے کہ جان بچ گئی۔“

تب مجھے یاد آیا کہ میں ایک چار منزلہ مکان میں  
سفیدی کرتے ہوئے نیچے گر گیا تھا۔ اب میں اپنے قصبے  
ڈارڈرچ کے قریبی شہر دی ہیگ میں واقع ڈژوال اسپتال  
میں زیر علاج تھا۔ سر میں شدید چوٹ آئی اور بائیں کندھے

ترجمہ: فرحان اقبال

کی بڑی ٹوٹ گئی۔

میرے ساتھ والے بستر پر ایک اور مریض لیٹا ہوا  
تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی میں نے محسوس کیا جیسے میں اس  
کے متعلق بہت کچھ جانتا ہوں حالانکہ میں نے پہلے اسے  
کبھی دیکھا تک نہ تھا۔

”تم کوئی اچھے آدمی نہیں ہو۔“ میرے منہ سے بے  
ساختہ نکل گیا۔

”وہ کیوں...؟“ وہ ناگواری سے بولا۔

”وہ اس لیے کہ تم نے اپنے مرحوم باپ کی نہایت  
قیمتی گھڑی فروخت کر دی ہے۔“

”تمہیں کیسے معلوم ہوا...؟“ اب اس کے سوال

میں چنگلی کے بجائے حیرت کا عنصر شامل ہو گیا تھا۔

”برطانوی جاسوس کے متعلق تمہاری پیشین گوئی درست تھی، لیکن اس کا پتہ کیسے چلا....؟“ اجنبی بولا۔ وہ لب و لہجے سے ہالینڈ کا شہری معلوم نہیں ہوتا تھا۔

”میں اس کا جواب دے چکا ہوں۔“

”کیا اس کا ہاتھ چھونے سے تمہیں پتہ چل گیا تھا....؟“

”ہاں۔“

”ہمیں یہ توقف مت بناؤ اور سچ سچ بتاؤ کہ تم کون ہو۔“

”یقین مانو میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں نے تو اسے روکنے کی کوشش بھی کی تھی۔“

”ہاں، بعض اوقات ایک غدار کے دل میں بھی اپنے کسی ساتھی کے لیے جھردی پیدا ہو سکتی ہے۔“ وہ اجنبی نفرت بھرے انداز سے بولا۔

”میں غدار نہیں ہوں.... تین سال سے خفیہ تنظیم کے ساتھ کام کر رہا ہوں اور اپنے وطن ہالینڈ کا ہمیشہ وفادار رہا ہوں۔“ میں نے احتجاج کیا۔

اس نے کمرے کا دروازہ کھولا۔ گیلری میں ایک اور آدمی فرش پالش کرنے والی مشین لیے کھڑا تھا۔ اپنے ساتھی کا اشارہ پاتے ہی اس نے مشین چلا دی۔ میں سمجھ گیا کہ مشین کے شور میں میرے کمرے سے نکلنے والی چیزوں کو دبانا مقصود ہے۔ پھر نرس اور ڈاکٹر نے میرے بازوؤں کو مضبوطی سے جکڑ لیا اور اجنبی نے ساتھ والے بستر سے تکیہ اٹھا کر میرے منہ پر رکھا اور زور سے دبانا شروع کر دیا۔ اب میرے لیے سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔ موت کو اس قدر قریب محسوس کرتے ہوئے میں نے کوشش کر کے لبتا ایک بازو آزاد کرایا اور اس سے تکیہ دبانے والے کے ہاتھ کو پیچھے دھکیلتے ہوئے ہسپانوی زبان میں کہا: کسی کو مارنا کتنے دکھ کی بات ہے۔“

اس نے سر کی جنبش سے میری بات کا جواب ہاں میں دیا، مگر اس کے چہرے پر خوف طاری تھا جیسے اس نے کوئی جھوٹ دیکھ لیا ہو۔ جب اس کے ذرا حواس درست ہوئے، تو اس نے مجھے تفصیل سے اپنے متعلق بتایا۔

سونے کی گھڑی اس کے مرحوم والد کو بہت عزیز تھی جسے فروخت کر کے وہ خود کو مجرم محسوس کر رہا تھا اور یہ اس کا احساس جرم ہی تھا جس کا علم مجھے اس کے چہرے پر نظر پڑنے ہی ہو گیا تھا۔

اپنے بستر پر لیٹنے لیٹنے میں نے ایک اور مریض کو ہال میں سے گزرتے دیکھا کرتا تھا۔ ہسپتال میں قیام کے چوتھے یا پانچویں روز وہ مجھے الوداع کہنے آیا، مگر جو نبی اس نے خدا حافظ کہتے ہوئے مجھ سے مصافحہ کیا، مجھے نجانے کیسے معلوم ہو گیا کہ وہ ایک برطانوی جاسوس ہے اور چند روز بعد کادر اسٹریٹ میں جرمنوں کے ہاتھوں مارا جائے گا۔ یہ محسوس کرتے ہی غیر ارادی طور پر میں نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا، مگر وہ جلدی سے ہاتھ چھڑا کر، تیز قدم چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔

”اس آدمی کو روک لو۔ وہ برطانوی جاسوس ہے۔ جرمنوں کو اس کا علم ہے اور وہ اسے قتل کر دیں گے۔“ میں نے چلاتے ہوئے نرس سے کہا، مگر میری چیخ پکار پر ایک ڈاکٹر بھاگا ہوا آیا اور اس نے مجھے آرام سے لیٹنے رہنے کی تاکید کی۔

دو روز بعد ہی برطانوی جاسوس کو گسٹاپو کے کارندوں نے کادر اسٹریٹ میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہسپتال کے عملے کے ذریعے میری پیشین گوئی کا علم ہالینڈ کی زیر زمین تنظیم کو بھی ہو گیا۔ اس جاسوس کی موت کے چند روز بعد ایک سہ پہر میرا انچارج ڈاکٹر اور نرس ایک اجنبی کے ہمراہ کمرے میں آئے۔

لمحے مجھے اس کی شخصیت، کردار، نجی زندگی اور ماضی اور مستقبل کے حالات کا علم ہو جاتا ہے۔ بسن یوں سمجھ لیں کہ اس کی زندگی کے مختلف مناظر میری نظروں کے سامنے فلمی ریل کی طرح پھرنے لگتے ہیں۔ سائنسی اصطلاح میں اس کو سائیکومیٹری کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ میرے اندر یہ صلاحیت دنیا بھر میں سب سے زیادہ ہے۔

جنگ کے بعد ایک روز میری گرل فرینڈ مجھے اپنے ہمراہ شعبدے باز کا تماشہ دکھانے لے گئی۔ وہ اسٹیج پر اپنی معاون خاتون کے ساتھ کھڑا تھا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ دونوں میاں بیوی تھے۔ بیوی تماشائیوں سے تحریری پیغامات وصول کر کے اس کے پاس لے جاتی جنہیں پڑھے بغیر وہ پاس رکھی دیکتے کو نلوں کی انگلیٹھی میں چھبک دیتا اور چلنے کاغذ کے دھوئیں اور راکھ سے عبارت کا مفہوم اخذ کر کے بتا دیتا۔ میرے لیے اس کا یہ کمال بہت دلچسپی اور حیرانی کا باعث تھا۔ میں پورے انہماک سے تماشہ دیکھنے میں محو تھا کہ میری گرل فرینڈ نے سرگوشی کی: ”کاغذ جلتا نہیں، بلکہ ایک پانپ میں سے گزر کر نیچے چلا جاتا ہے۔“

کچھ دیر بعد شعبدے باز نے اپنی معاون سے ایک تہہ دیر کیا ہوا کاغذ لے کر آگ میں ڈالا اور کہا:

”یہ پیغام پیٹر ہرکوس نامی شخص کا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس کا غیب دانی کا علم مجھ سے بھی زیادہ ہے۔“

تماشائیوں نے تہہ لگانے شروع کر دیے۔

”میں نے تو ایسا پیغام نہیں بھیجا۔“ میں نے سوالیہ نظروں سے اپنی گرل فرینڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”بھیجا تو تھا۔“ اس نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ میں اسے سرزنش کرنے ہی والا تھا کہ شعبدے باز کی آواز سنائی دی۔

”مسٹر ہرکوس! براہ مہربانی آپ کھڑے ہو جائیں۔“

”یہ تم کیا کہہ رہے ہو....؟“ اس نے یک لخت نکلیے میرے چہرے سے ہناتے ہوئے پوچھا۔ ڈاکٹر اور نرس بھی حیران تھے کہ میرے قاتل نے اپنا ہاتھ کیوں روک لیا تھا۔ وہ ان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔

”اس نے جو کچھ کہا ہے، وہی میں سوچ رہا تھا۔ کبھی کبھی کسی کی جان لیتے ہوئے مجھے اس فعل سے نفرت ہونے لگتی ہے۔ لیکن اسے میرے خیالات کا آخر علم کیسے ہو گیا....؟“

اس نے ڈاکٹر اور نرس کے سامنے وضاحت کر دی، مگر اس کی آنکھیں پٹی ہوئی تھیں۔ ادھر میں خود بھی حیران تھا، کیونکہ میں ہسپانوی زبان سے بالکل نااہل تھا۔ بالآخر اجنبی بولا:

”دوست! ہمیں معاف کر دو۔ ہم نے بلاوجہ تمہیں قتل کرنے کی کوشش کی۔“

موت کے منہ سے میرے بچ نکلنے کی وحشت ناک کہانی آنا فانا سارے ہسپتال میں پھیل گئی۔ ماہر نفسیات ڈاکٹر پیٹرس کئی روز تک مجھ سے پوچھ گچھ اور میرا معائنہ کرتا رہا۔ اس کی تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ سر میں سخت چوٹ لگنے سے میری پچھٹی حس بیدار ہو گئی ہے۔

سائنسدانوں اور ماہرین نفسیات نے ماضی اور مستقبل کے متعلق جاننے کی اس صلاحیت کو مختلف نام دے رکھے ہیں، مثلاً ٹیلی پتھی، غیب دانی وغیرہ نام کوئی بھی رکھا جائے بہر حال اس صلاحیت کی موجودگی کا سب اعتراف کرتے ہیں۔

جب آپ کسی اجنبی سے مصافحہ کریں یا اس سے آنکھیں چار کریں تو اپنے ہاتھ پر اس کے ہاتھ کے دباؤ، اس کے دیکھنے کے انداز، چہرے کے تاثرات اور لب و لہجے سے آپ اس کی شخصیت کے متعلق کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور لگا سکتے ہیں۔ میں کسی اجنبی سے مصافحہ کرتا ہوں، تو اسی

ماضی اور مستقبل کے حالات بتاتا رہا۔ پھر مشہور حرا میہ اداکار براؤنڈ بارنز کے طائفے میں شامل ہو گیا۔ اپنے پہلے ہی شو میں تماشائیوں سے میں نے کہا کہ ان میں سے کوئی مجھے اپنی کوئی چیز مثلاً گھڑی یا انگوٹھی وغیرہ دے دے تاکہ میں اس کے مالک کی شخصیت کے بارے میں کچھ بتا سکوں۔ میری اس بات کے جواب میں پہلی قطار میں سے ایک خاتون نے اپنی انگلی سے انگوٹھی اتار کر میری طرف بڑھادی جسے ہاتھ میں لے کر میں نے بولنا شروع کیا۔

”تم شادی شدہ عورت ہو، تمہارے دو بچے ہیں۔ اس وقت تمہارا خاندان گھر میں ان کی دیکھ بھال کر رہا ہے اور تم اپنی بیمار والدہ کی عیادت کر کے باہر آئے ہو۔“

اس خاتون نے خفت اور شرمندگی سے سر جھکا لیا۔ اس دن سے میں محتاط ہو گیا اور اس بات کا خاص خیال رکھتا کہ میری وجہ سے کسی کو دوسروں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔



اب میری شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی حتیٰ کہ 1947ء میں لبرگ کے پولیس حکام نے ایک کیس کی تفتیش میں مجھ سے مدد مانگی۔

ٹونگ نامی ایک کان کن ڈیوٹی سے فارغ ہو کر گھر جا رہا تھا کہ کسی نے اسے گولی کا نشانہ بنا دیا۔ پولیس حکام نے مقتول کا کوٹ دے کر مجھ سے قاتل کے متعلق دریافت کیا، تو میں نے انہیں بتایا کہ قاتل ایک اوجھڑ عمر کا موٹھوں والا شخص ہے جس کی ایک ٹانگ لکڑی کی ہے اور وہ عینک لگا تا ہے۔

میري باتیں سن کر پولیس افسر بولا ”تم نے یقیناً ہمارے کسی اہل کار سے رابطہ قائم کر رکھا ہے۔ جس شخص کی نشانیاں تم نے بیان کی ہیں اسے تو ہم گرفتار بھی

مجھ پر سکتے طاری تھا میری گرل فرینڈ نے کہنی مار کر مجھے کھڑا ہونے پر مجبور کر دیا۔ شعبدے باز نے مجھے کھڑا دیکھ کر اسٹیج پر آنے کی دعوت دے ڈالی۔ اب میرے لیے اسٹیج پر جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ میں بادل نحوست ان دونوں میاں بیوی کے برابر جا کھڑا ہوا۔ ”تمہارا طریقہ کار کیا ہے....؟“ شعبدے باز نے پوچھا۔

”میں کسی چیز کو ہاتھ سے چھو کر اس کے متعلق سب کچھ بتا سکتا ہوں۔“

”میری گھڑی ٹھیک رہے گی....؟“ یہ کہہ کر اس نے اپنی گھڑی میری طرف بڑھادی۔ گھڑی کو ہاتھ میں لیتے ہی کئی مناظر میری نگاہوں کے سامنے گھومنے لگے لیکن میں کچھ جھپکتے ہوئے بولا ”تمہاری گھڑی بہت کچھ بتا رہی ہے۔ اس کے اندر ایک حسینہ کے بالوں کی لٹ محفوظ ہے۔ یقیناً یہ تمہاری بیوی کے بال نہیں۔ اس لڑکی کا نام گریتا ہے۔ تم اس کو ہر شہر اور قصبے میں اپنے ساتھ لیے پھرتے ہو اور وہ اس وقت بھی تماشائیوں کے درمیان موجود ہے۔“

اس کا رنگ اڑا جا رہا تھا اور اس کی بیوی سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ بلاخود ملجنیانہ انداز سے بولا ”مسٹر ہرکوس! ہرے ہر بانی آپ اپنی نشست پر تشریف رکھیں تاکہ ہم اپنا شو جاری رکھ سکیں۔“

مگر میں گھڑی کو ہاتھ میں لیے گریتا کو تماشائیوں میں ڈھونڈنے لگا۔ شعبدہ باز بار بار مجھ سے اپنی نشست پر بیٹھنے کی التجا کر رہا تھا اور میں اس کی پروا کیے بغیر گریتا کو تلاش کر رہا تھا۔ آخر کار جب میں نے اس کو ڈھونڈ ہی لیا، تو وہ اٹھ کر ہال سے باہر نکل بھاگی اور تماشائیوں نے شور مچاتے ہوئے مجھے آن گھیرا۔



میں اپنے گھر میں لوگوں سے فیس لے کر ان کے

کر چکے ہیں۔“

”قتل کا مقصد یہ تھا کہ قاتل مقتول کی بیوی حاصل کرنے کے لیے راستے سے ہٹانا چاہتا تھا۔“ میں نے کچھ اور تفصیل مہیا کی۔

”یہ بات تو لبرگ کا بچہ بچہ جانتا ہے....“

”تو پھر آگہ قتل کہاں ہے....؟“ میرے اس سوال کا پولیس کے پاس کوئی جواب نہ تھا، مگر میں نے پورے اعتماد کے ساتھ کہا:

”مقتول کے مکان کی چھت پر سے آگہ قتل مل جائے گا۔“

پولیس نے جا کر چھت کا جائزہ لیا تو پر تالے میں سے بندوق برآمد ہوئی جس میں کارٹوس کے دو دخول تھے اور بندوق پر قاتل کی انگلیوں کے نشان بھی مل گئے۔ اس شخص کو عرقید کی سزا ہوئی۔

اسی سال سلیکم کے قہیے برگرہٹ کی پولیس نے بھی مجھ سے ایک قتل کی تفتیش کے سلسلے میں مدد مانگی۔

ایک روز مقامی کیتھولگ پادری کے گھر سے راہ گیروں نے اس کی بوڑھی ملازمہ کی چنجیں سنیں۔ انہوں نے اندر جا کر دیکھا، تو پادری کی لاش ایک طرف پڑی تھی اور اس کی خادمہ کرسی کے ساتھ بندھی تھی۔ اس کا بیان تھا کہ ڈاکو پادری کو قتل کر کے اسے باندھ کر چلے گئے۔ قتل کا الزام بڑھیا نے ان دو اجنبیوں پر لگایا چونکہ گھنٹے قتل کاروبار کے لیے پادری سے رقم ادھار مانگنے آئے تھے۔ اس چھوٹے قہیے میں پولیس نے انہیں فوراً ڈھونڈ نکالا اور گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔

پادری کو اپنے ایک دولت مند رشتہ دار سے ترکے میں خاصی دولت ملی تھی اور اس کی وصیت کے مطابق اس دولت کا بیشتر حصہ بوڑھی خادمہ کو ملنا تھا، لیکن خادمہ سے بعض اختلافات کی بنا پر پادری نے اپنی وصیت تبدیل

کرنے کا ارادہ بھی کئی لوگوں پر ظاہر کر دیا تھا۔ ان حقائق نے کیس کو الجھا دیا۔ اس مرحلے پر پولیس نے میری مدد طلب کی۔ مقتول پادری کے گھر میں داخل ہوتے ہی مجھے محسوس ہوا کہ دونوں اجنبی بے گناہ ہیں اور بڑھیا اس قتل میں ضرور ملوث ہے۔ مقتول اور بڑھیا کی اشیاء کو چھونے سے حقیقت مجھ پر عیاں ہو گئی۔

گزشتہ کئی برس سے پادری اپنی خادمہ کے نوجوان بیٹے کی مالی اعانت کرتا رہا تھا۔ اب اس نے یہ سلسلہ بند کر دیا تھا۔ قتل کے روز بڑھیا کے بیٹے نے آکر اصرار کیا کہ جو دولت پادری کی وفات کے بعد اس کی ماں کو ملنے والی تھی، اس کا کچھ حصہ وہ اپنی زندگی ہی میں دے دے۔ پادری نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو ہاتھ پائی ہوئی۔ بوڑھے پادری کا سر آہنی انگلیٹھی سے ٹکرایا اور وہ چل بسا۔ اب ماں بیٹے نے الزام سے بچنے کے لیے دو اجنبیوں کے قتل میں ملوث ہونے کی کہانی گھڑی۔ ایک مظفر مقتول کی گردن کے گرد کس کرپینا اور پھر اتار کر چھینک دیا تاکہ یہ گمان ہو کہ موت گلا گھونٹنے سے واقع ہوئی ہے۔

اتنا کچھ کرنے کے بعد بیٹے ماں کو کرسی سے باندھا اور خود وہاں سے غائب ہو گیا۔ اس کے جاتے ہی ماں نے شور مچا کر راہ گیروں کو اپنی جانب متوجہ کر لیا۔

پولیس میری فراہم کردہ معلومات سے بہت متاثر ہوئی۔ مکان میں تلاش کرنے پر خون آلود مظفر بھی مل گیا۔ اب بڑھیا کے لیے اعتراف جرم کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا تھا، مگر اس دوران میں اس کا بیٹا جنوبی امریکہ جا چکا تھا۔ بڑھیا کے دل و دماغ پر پادری کی موت کا اتنا اثر ہوا کہ اس کے اعصاب جو اب دے گئے اور اسے دماغی امراض کے اسپتال میں داخل کرانا پڑا۔ اس کے فوراً بعد میرا واسطہ ایک ایسے کیس سے پڑا جس میں شبہ تھا کہ مرنے والا طبیعت موت مرا بھی ہے یا نہیں۔



پیٹر ہرکوس Peter Hurkos 21 مئی 1911ء کو ہالینڈ کے شہر ہیگ کے قریب قصبہ ڈارڈرچ میں پیدا ہوا، اسے ایک ڈچ خاندان نے گود لیا اس کا پورا نام پیٹر فان ڈیر ہرک رکھا۔ پیٹر کا باپ ایک مستری تھا جو گھروں کو پینٹ کرتا تھا اور ماں ایک گھر بیلو خانہ تھی، وہ ریڈیو انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا تھا مگر معاشی پریشانیوں کے سبب اس نے تعلیم کو خیر آباد کیا اور ایک بحری جہاز میں باورچی کا کام کرنے لگا اور پھر شنگھائی کی بندرگاہ میں مسلمان کا حساب کتاب کرنے لگا۔ جب شنگھائی کے تجارتی معاہدے ختم ہو گئے تو وہ واپس انگلینڈ

آگیا اور شادی کے بعد ہالینڈ میں اپنے باپ کے ساتھ مستری کا کام کرنے لگا۔ جون 1941ء میں وہ اپنے باپ کے ساتھ ہیگ شہر کی چار منزلہ فیکٹری پر رینگ وروغمن کرنے گیا، لیکن پینٹ کرتے ہوئے وہ اپنا توازن کھو بیٹھا اور اس کا پیر پھسل گیا اور وہ دھڑام سے نیچے آن کر اور بے ہوش ہو گیا۔ اس کی کھوپڑی میں فریکچر ہو گیا تھا۔ ہیگ کے زیڈوال ہسپتال میں چار دن بے شعوری کی حالت کے بعد تو اس کی دنیابد چکی تھی۔ اب اس کے اندر ایک نئی صلاحیت بیدار ہو چکی تھی، ہر کوس



این آر پو لیس ڈی پارٹمنٹ مشی گن میں چیف پولیس کے والٹرائی کر سنی اور ایڈسلور، پیٹر ہرکوس کے ہمراہ

چیزوں کو چھو تا ان سے متعلقہ واقعات اور شخصیات کے بارے میں جان لیتا تھا۔ اس نے اس صلاحیت کا استعمال کرتے ہوئے لندن۔ انگلینڈ، بو سٹن۔ میساچوسٹس، تھائی لینڈ، این آر بر۔ مشی گن، لاس اینجلس، کیلی فورنیا سمیت تقریباً 17 ملکوں میں جا کر چوری، قتل، اغوا، لاپتہ طیاروں اور افراد کے درجنوں کمیسز کی گتھیاں سلجھا کر پولیس کو حیرت زدہ کر دیا اور ایک پراسرار جاسوس کے طور پر دنیا بھر میں قبولیت حاصل کی۔ جنگ عظیم کے دوران نازی مزاحمتی

تحریک کے لیے اپنی صلاحیتوں کے استعمال پر ہالینڈ کی ملکہ جولیانہ نے پیٹر کو "وار ہیرو" کے لقب سے نوازا۔

1956 میں پیٹر کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں لایا گیا، جہاں معروف ماہر نفسیات ڈاکٹر اینڈریجیہ ہمارچ Andrija Puharich سمیت کئی دماغی ماہرین کی ایک ٹیم نے اس کا معائنہ کیا۔ سائنسدان اس کی عجیب و غریب خصوصیات کو دیکھ

ساتھ ایک لاش بھی لالھی ہوئی تھی جسے کپتان نے پولیس کے سپرد کر دیا تھا۔ لباس اور جیبوں سے ملنے والے کاغذات کے مطابق یہ کارنیس کی لاش تھی۔ اس کی کھوپڑی کچلی ہوئی تھی، لیکن پولیس سرجن یہ بتانے سے قاصر تھا کہ کھوپڑی کی یہ حالت موت سے پہلے ہوئی یا بعد میں۔ لاش کا بائیں پاؤں کا جوتا بھی غائب تھا۔ پولیس کا خیال تھا کہ کارنیس کی موت کسی اتفاقی حادثے کا نتیجہ ہے مگر مرنے والے کے خاندان والے اس سے متفق نہ تھے۔

اپریل 1948ء میں کارنیس نام کا ایک شخص سیلیم کے شہر گینٹ سے لاپتہ ہو گیا۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران میں وہ سیلیم کی زیر زمین تنظیم کا سرگرم اور نڈر کارکن رہا تھا۔ اس کے اہل خانہ اور دوستوں نے پولیس کو اس کی گمشدگی سے مطلع کیا، لیکن پولیس اس کا پتہ چلانے میں ناکام رہی۔

کارنیس کی گمشدگی کے دو ہفتے بعد دریائے لائی میں چلنے والی ایک لالچ کے کپتان نے جب لنگر اٹھایا، تو اس کے



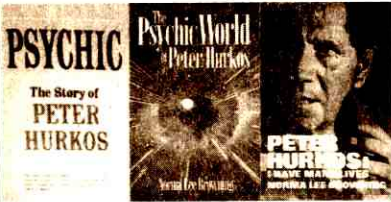


پیٹر ہرکوس مشہور باکسر محمد علی گلے کے ہمراہ

کر حیران تھے، ڈیڑھ سال کے ٹیسٹ کے بعد ڈاکٹر اینڈریج پنهارج پیٹر کی نفسیاتی صلاحیتوں کا قائل ہو گیا۔

امریکہ میں پیٹر ہرکوس نے آئزن ہاور سے رنگین تک اپنے عہد کے تقریباً تمام امریکی صدور سے ملاقاتیں اور مشاورت کیں، وہی کن کے پوپ پیوس XII، امریکی آرمی جنرل اور چیف اسٹاف عمر بریڈی، مشہور باکسر محمد علی، کلینٹ ایسٹ وڈ، ڈینس ہوپر اسٹیو میک کوئن اور عمر شریف جیسے اداکار بھی اس کی صلاحیتوں کے قائل تھے۔ پیٹر ہرکوس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ، انٹرنیشنل پولیس ایسوسی ایشن، انٹرپول، انٹرنیٹل، سی آئی اے اور ایف بی آئی کے لیے بھی کام کیا۔

پیٹر ہرکوس کے انٹرویو یورپ و امریکہ کے مشہور ٹیلی ویژن چینلز، ریڈیو اور ٹائم، نیوزویک، لائف اور ریڈرز ڈائجسٹ سمیت کئی اخبارات جریدوں میں شائع ہو چکے ہیں، پیٹر ہرکوس کی زندگی پر تین آپ بیتیوں (سائیکلک PSYCHIC) وی اسٹوری آف پیٹر ہرکوس، دی سائیکلک ورلڈ آف پیٹر ہرکوس THE PSYCHIC WORLD OF PETER HURKOS،



پیٹر ہرکوس آئی بیو جینی لائوز 1 PETER HURKOS: HAVE MANY LIVES، درجنوں کتابیں اور کئی فلمیں بن چکی ہے جن میں امریکن براڈکاسٹ کمپنی کی مشہور سیریز One Step Beyond شامل ہے۔

پیٹر ہرکوس 1 جون 1988ء کو کیلیفورنیا کے شہر لاس

انجلس میں 77 سال کی عمر میں انتقال کر گیا۔ اس کی بیوی اسٹیفنی ہرکوس جو اس کی اسٹنٹ کے فرائض انجام دیتی تھی، اس کا شوق "اورا" کی تصاویریں لینا اور اس کے متعلق تحقیق کرنا ہے۔ ان کی بیٹی گوریا یا ایک اداکارہ ہے۔

فارغ وقت میں پیٹر ہرکوس کا شوق باغبانی اور پینٹنگ بھی تھا۔ ان کی بنائی ہوئی چند مشہور پینٹنگز میں سے چند ایک آج بھی نیویارک کے ماڈرن آرٹ میوزیم، سابق صدر رونالڈ ریگن کی رہائش گاہ اور کارلسل، پنسلوانیہ میں جنرل عمر این بریڈی میوزیم کی زینت بنی ہوئی ہے۔

لانے والے شخص کو روک لیا اور اسے بتایا کہ اس لفافے میں موجود تصویر ایک ایسے شخص کی ہے جو ڈوب کر نہیں مر بلکہ اسے قتل کیا گیا ہے۔

شو ختم ہونے کے بعد چند افراد کے ہمراہ پولیس اسٹیشن گیا۔ وہاں سے مقتول کا دائیں پاؤں کا جو تالے کر میں نے اپنے ہاتھ سے ٹٹولا، تو معلوم ہوا کہ کارنیلس کے قاتلوں کا تعلق ہالینڈ کے شہر بریڈا سے ہے۔ ہم نے وہاں جا کر پولیس کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا۔ وہ ہمارے

ان کا کہنا تھا کہ کارنیلس نے نازیوں اور ان کے مقامی حلیفوں کی دشمنی مول لے لی تھی اور انہی میں سے کسی نے اسے قتل کر کے لاش دریا میں پھینک دی۔

اتفاق سے انہی دنوں میں گینٹ میں اپنی غیب دانی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ حاضرین کو جس کسی کے متعلق کچھ معلوم کرنا ہوتا، وہ لفافے میں اس کا بند فوٹو مجھے پکڑا دیتے۔ میں یہ لفافہ کھولے بغیر مطلوبہ معلومات فراہم کر دیتا۔ اسی طرح جب ایک لفافہ مجھ تک پہنچا، تو میں نے

فون پر مجھ سے بات کرنے والا پولیس افسر اپنی نشست سے اٹھا اور بولا ”مسٹر ہو کوں! ہمیں ایک مسئلہ درپیش ہے۔ ہم اس کے متعلق آپ کو کچھ نہیں بتائیں گے اور آپ بھی کوئی سوال نہیں کریں گے۔ ہم آپ کی غیب دانی کی صلاحیت کا اندازہ کرنا چاہتے ہیں۔“

یہ کہہ کر اس نے ایک چھوٹی سی میز پر رکھی ہوئی پانچ چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے میز کی طرف نظر دوڑائی تو وہاں کنگھا، قینچی، گھڑی، سگریٹ لائٹ اور بناوا پڑے ہوئے تھے۔ میں نے باری باری ان پانچوں کو ہاتھوں سے چھوا اور کہا ”ان میں سے صرف تین چیزوں کا تعلق آپ کو درپیش مسئلے سے ہے۔ مجھے سفید کوٹ میں ملبوس ایک گنچے سر والا آدمی نظر آ رہا ہے۔ وہ ڈاکٹر یا انجینئر ہے۔ مجھے ریل کی پٹری اور پہاڑی بھی نظر آ رہی ہے۔ پہاڑی سے نیچے جا کر چند درخت اور ایک چھوٹا سا مکان ہے۔“

پھر میں نے پنسل سے کاغذ پر ریل کی پٹری، پہاڑی اور مکان کا نقش بنا کر حاضرین کے سامنے رکھ دیا، لیکن کسی نے کوئی رد عمل ظاہر نہ کیا۔

میں مویشیوں کا بازو دیکھ رہا ہوں۔ مکان اور باڑے کے وسط میں ایک لاش پڑی ہے۔ یہ ایک عورت کی لاش ہے اسے گولی مار کر ہلاک نہیں کیا گیا۔ لاش کے پاس دودھ کی بوتل پڑی ہے۔ گنچے سر والا آدمی حوالات میں بند ہے۔ قاتل وہی ہے۔“

کمرے میں مکمل سکوت طاری تھا۔ حاضرین خاموشی سے میری باتیں سن رہے تھے۔ بلاخر میں بولا ”حوالات میں بند آدمی فوت ہو چکا ہے۔ بس مجھے اتنا معلوم ہو سکا ہے۔“

لمبے بھر کے لیے سب خاموش رہے اور پھر جیسے یکدم وہ خواب سے بیدار ہو کر پورے جوش و خروش سے باتیں کرنے لگے جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ میں آزمائش

ساتھ تعاون کرنے پر آمادہ تھے، لیکن میں خود بھی نہیں جانتا تھا کہ مجھے بریڈا کی پولیس سے کسی قسم کی مدد کی ضرورت ہے۔ بہر حال کچھ سوچ کر میں نے پولیس سے نازیبوں کے ایجنٹوں کی تصویریں طلب کر لیں۔ پولیس نے تصویریں مہیا کر دیں تو میں نے ان میں سے کارنیلس کے قتل میں ملوث دو افراد کی نشان دہی کر دی۔ اب یہ دونوں مجرم سیکیم کے شہر اینورپ جا چکے تھے جہاں سے انہیں گرفتار کر کے گینٹ لے جایا گیا۔ مقدمے کی کارروائی سے معلوم ہوا کہ دونوں قاتل نازیبوں کے ایجنٹ تھے اور جنگ کے بعد کارنیلس کی نشاندہی پر انہیں جیل بھیجا دیا گیا تھا۔ جیل سے رہا ہوتے ہی انہوں نے کارنیلس کو شہکانے لگا دیا۔ عدالت نے ان دونوں کو سزائے موت دی۔



میں نے پہلی مرتبہ ایک بڑے مجمع کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ فرانس میں کیا۔ اس کا انتظام ریٹائرڈ فوجیوں کی تنظیم نے فنڈ اکٹھا کرنے کے لیے کیا تھا۔ فرانسیسی اخبارات میرے کمال فن سے بہت متاثر ہوئے اور انہیں مطمئن کرنے کے لیے مجھے ایک پریس کانفرنس بھی بلانا پڑی۔

میری ان سرگرمیوں نے فرانسیسی پولیس کو بھی متوجہ کر لیا۔ ایک روز پیرس کے ایک پولیس افسر نے فون پر مجھے بتایا کہ میں نے پرمٹ کے بغیر تفریحی پروگرام میں حصہ لے کر قانون کی خلاف ورزی کی ہے، لیکن فون پر گفتگو کے دوران ہی مجھے پتہ چل گیا کہ دراصل پولیس کا مقصد کچھ اور ہے۔ وہ بذات خود میرے کمالات کا مشاہدہ کرنا چاہتے تھے، چنانچہ اس مقصد کے لیے اسی روز شام چار بجے کا وقت مقرر ہوا۔ میں جب وہاں پہنچا، تو ہال نصف سے زیادہ بھرا ہوا تھا۔ کارروائی کا آغاز ہونے تک مزید ساٹھ ستر افراد آکر خاموشی سے نشستوں پر براجمان ہو گئے۔ حاضرین میں جج اور پولیس کے ڈائریکٹر بھی شامل تھے۔

بھی اس کے ساتھ رہتی تھی۔ اب لبنانی نے اپنے وطن واپس جانے کا فیصلہ کر لیا تھا اور اپنی گرل فرینڈ سے کہا تھا کہ ہیرے فروخت کر کے وہ دس لاکھ فرانک گزاراقت کے لیے اسے دے گا۔

واردات کے روز لبنانی برف کیس میں ہیرے لے کر گھر سے چلا۔ راستے میں پولیس کے دو سپاہیوں نے اسے روکا اور قصر انصاف لے گئے۔ وہاں انہوں نے اس کو ایک ذیلی کمرے میں بٹھایا اور برف کیس اپنے افسر اعلیٰ کو دکھانے کے بہانے لے گئے، مگر جب دیر تک وہ نہ لوٹے تو لبنانی کو فکر ہوئی اور وہ انہیں ڈھونڈنے نکلا۔ سارا قصر انصاف چھان مارا مگر کہیں ہاتھ نہ آئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ دونوں ہیرس پر جرمنی کے قبضے کے وقت پولیس افسر تھے، لیکن بعد میں انہیں سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ پولیس نے فوراً لبنانی کی گرل فرینڈ کو تعقیب میں شامل کر لیا اور اس واردات میں ملوث ہونے کے الزام میں تین اور اشخاص گرفتار کیے جن میں سے ایک بے گناہ تھا۔

میرے انکشافات کے اگلے روز ایک پولیس افسر نے مار سیلز جاکر ہیرے لے جانے والے مجرم کو تلاش کیا۔ تو معلوم ہوا کہ دو روز قبل ہی اس نے جنوبی امریکہ کے ایک ملک کا ویزا لیا، رات ایک قحبہ خانے میں گزاری اور ایک ماہی گیر کشتی کے ذریعے مار سیلز سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔



1952ء کا موسم خزاں شروع ہو چکا تھا۔ میں ان دنوں میڈرڈ کے ایک ہوٹل میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ میرے وطن (ہالینڈ) میں موسیقی اور مکانات پانی میں گھر گئے ہیں۔ دو دن بھی نہ گزرے تھے کہ ہالینڈ کی سر زمین کو ایک خوفناک سیلاب نے آلیا۔ اسپین میں ہالینڈ کے سفارت خانے نے سیلاب زدگان کے

میں پورا اترائے ہوں۔ ہنگامہ ڈراسا تھا تو وہی پولیس افسر اٹھا اور بولا ”بیشتر تفصیلات درست ہیں۔“ مقولہ کو اس کے خاندانے دودھ کی بوتل میں زہر ملا کر دیا تھا، مگر یہ کہنا غلط ہے کہ ملزم مرچکا ہے۔ وہ اس وقت بحفاظت حوالات کی کوٹھڑی میں بند ہے۔“ پانچ روز بعد اسی پولیس افسر نے مجھے فون پر بتایا کہ مجرم نے گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کر لی تھی۔

اس واقعے کو زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ایک شب تقریباً ایک بیچ پولیس نے فون کر کے مجھے قصر انصاف بلایا۔ میں فوراً ٹیکسی لے کر پہنچا تو وہاں انہوں نے پچاس چوروں کی تصویریں دے کر مجھ سے ان مجرموں کی شناخت کرنے کو کہا جنہوں نے کچھ ہی روز پہلے ایک لبنانی کے چھبیس لاکھ فرانک مالیت کے ہیرے تھپتھپا لیے تھے۔ اس سلسلے میں پولیس نے تین مشتبہ افراد کو حراست میں لے لیا تھا، لیکن ہیروں کا سراغ نہ ملا تھا۔

میں نے تمام تصویریں اٹنے رخ میز پر پھیلادیں اور ہر ایک کو اپنے ہاتھوں کی انگلیوں سے چھونے لگا۔ پھر ان میں سے تین تصویریں علیحدہ کر کے میں بولا ”تم لوگوں نے ان تین افراد کو گرفتار کیا ہے، لیکن اس چوری میں پانچ افراد ملوث ہیں.... چار مرد اور ایک عورت۔“

اس کے بعد میں نے دو اور تصویریں نکالیں اور کہا ”اصل مجرم یہ دو ہیں۔ ان میں سے ایک اس وقت ہیرس میں موجود ہے، لیکن ہیرے اس کے پاس نہیں۔ دوسرا مجرم بذریعہ ریل مار سیلز جا چکا ہے۔ وہ ہیرے اپنے ہمراہ لے گیا ہے اور اب بھاگنے کی فکر میں ہے۔ میں اسے مار سیلز میں ایک جنوبی امریکی ملک کے سفارت خانے میں ویزا لینے جاتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔“

ہیروں کا مالک ایک لبنانی تھا جو دس سال سے ہیرس میں رہائش پذیر تھا۔ تین برس سے ہیرس کی ایک حسینہ

ستمبر 2014ء

لیے چندہ جمع کرنے کی مہم چلائی اور اس سلسلے میں مجھ سے بھی ایک شو منعقد کرنے کی درخواست کی۔ یہ شو کامیاب بنانے کے لیے اسپین کی حکومت نے ہر ممکن تعاون کیا۔ صدر فرانکو کی بیوی خود شو دیکھنے تشریف لائیں اور حکومت نے تمناہائوں کے لیے مشروبات مفت فراہم کیے۔

اس شو کے اگلے ہی روز صدر کے سیکرٹری نے مجھے فون کیا اور جنرل فرانکو کے ذاتی معالج ڈاکٹر کارلوس کی رہائش گاہ پر چیدہ چیدہ لوگوں کے سامنے اپنے فن کا مظاہرہ کرنے کو کہا۔ پانچ بجے شام کا وقت مقرر ہوا۔ ہم وہاں پہنچے، تو بڑے ہال میں اعلیٰ حکام اور معززین شہر جمع تھے۔ سب سے آخر میں جنرل اور سینورا فرانکو تشریف لائے اور اپنی مخصوص نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اپنے طور پر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس تقریب کا اہتمام خاتون اول سینورا فرانکو نے کیا ہے جو اپنے شوہر کو بھی زبردستی کھینچ لائی تھیں۔

اس مظاہرے کا آغاز کرتے ہوئے میں نے سینورا فرانکو سے کاغذ پر کچھ لکھنے کی درخواست کی جسے دیکھے بغیر ہی میں نے بتا دیا کہ اسپین کی خاتون اول نے کوئی عدد لکھا ہے۔ تھوڑے وقت کے بعد میں نے وہ عدد بھی صحیح بتا دیا۔ پھر موصوف نے ایک انگوٹھی مجھے پکرائی جسے ہاتھ میں لے کر میں نے احتیاطاً ان کی نجی زندگی اور خیالات کے بارے میں کچھ نہیں بتایا، لیکن اس دکان کا ٹیلیفون نمبر بتا دیا جہاں سے وہ انگوٹھی خریدی گئی تھی۔ یہ چھ ہندسوں والا چھیدہ نمبر تھا جن میں سے میرے بتائے ہوئے پانچ ہندسے بالکل صحیح نکلے۔

جنرل فرانکو اس کارروائی میں بالکل دلچسپی نہیں لے رہے تھے اور بڑی بے چینی سے اس کے ختم ہونے کے منتظر تھے، اس لیے میں نے تقریب کو مزید طول دینا مناسب نہ سمجھا اور مجلس برخواست کر دی گئی۔

اسپین میں اپنے قیام کے دوران میں ایک روز بذریعہ ریل میڈرڈ جا رہا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے مجھ سے پہلے ہنٹر بھی اس علاقے سے گزر چکا ہو۔ یہ جنگ ختم ہونے کے طویل عرصے بعد کی بات معلوم ہوتی تھی۔ میں اسے ایک پادری کے بھیس میں سفر کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اس وقت یعنی 1952ء میں وہ اسپین میں موجود نہیں تھا، لیکن وہ اسپین کے مذکورہ علاقے میں خاصا عرصہ ٹھہرنے کے بعد کہیں اور گیا تھا اور میں اسے مرا ہوا نہیں دیکھ رہا تھا۔

میں نے اپنے اس مکالمے سے اسپین کے چند اخبار نویسوں کو آگاہ کیا، تو اگلی ہی شب دو آدمی ملنے آئے۔ ان میں سے ایک رابرٹ اسٹرز تھا اور دوسرا ایون ڈیگرے۔ یہ دونوں ہنٹر کے بہت قریب رہ چکے تھے اور جنگ کے بعد فرار ہو کر اسپین چلے آئے تھے۔

”اگر تم ہنٹر کے متعلق ایسی افواہیں اڑانے سے باز نہ آئے، تو گوئی سے اڑا دیے جاؤ گے۔“ اسٹرز نے دھمکی دی اور پھر وہ دونوں چلے گئے، تاہم اسپین میں میرے بقیہ قیام کے دوران میں اسٹرز مسلسل میری نگرانی کرتا رہا۔ دن ہو تا رات، میں جب بھی ہوٹل سے نکلتا، اسے اپنا منتظر پاتا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ ہنٹر زندہ ہے نہجانے کیوں مجھے اس کی موت کا یقین نہیں آیا۔

پیرس سے واپسی کے کچھ دن بعد مجھے بیگ میں متعینہ ہندوستانی سفیر کا خط ملا۔ ہندوستان میں امیر والدین کا ایک نو عمر بیٹا لاپتہ ہو گیا تھا۔ سفیر نے وہ لڑکا ڈھونڈنے میں مجھ سے مدد مانگی تھی۔ میں ابھی اس بارے میں کوئی فیصلہ نہ کر پایا تھا کہ میری والدہ کو بھی اسی نوعیت کا ایک خط ملا جو گمشدہ لڑکے کے والد نے لکھا تھا۔ اس خط کے ہمراہ لڑکے کے بالوں کی ایک لٹ بھی تھی۔ اب میں نے پریشان حال والدین کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا، چنانچہ میں

بیگ جا کر ہندوستانی سفیر سے ملا اور لڑکے کی گمشدگی کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کیں۔

یہ لڑکا ایک شام دریائے گنگا میں اٹھان کرنے گیا تھا پھر واپس نہیں آیا۔ دریا کے کنارے اس کے کپڑے اور جوتے پڑے ملے تھے۔ میں نے جب لڑکے کے بالوں کو اپنی انگلیوں سے مس کیا، تو معلوم ہوا کہ وہ دریا میں نہیں ڈوبا اور زندہ تھا اور بمبئی میں ایک سرکس میں کام کر رہا تھا۔ اس نے اپنے والدین کو خط بھی لکھے تھے، لیکن انہیں ڈاک کے حوالے نہیں کر پایا تھا۔ ہندوستانی سفیر کو ان حقائق سے آگاہ کر کے میں حیرت چلا آیا۔

تین ماہ بعد لڑکے کے والدین کا خط ملا کہ ان کا بیٹا بمبئی سے مل گیا ہے اور جب میں نے اس کا اتنا پتہ بتایا تھا، واقعی وہ سرکس میں کام کر رہا تھا۔



حادثے کے بعد دس برس تک مجھے یہی خدشہ رہا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ شاید میں اپنی خداداد صلاحیت سے محروم ہو جاؤں گا، مگر اس میں کمی آنے کے بجائے بندرتیغ اضافہ ہوتا گیا۔

1955ء میں میرا واسطہ ایک نرس کی گمشدگی کے معاملے سے پڑا۔ اس سلسلے میں پولیس ناکام ہو چکی تھی اور کیس فائل کر دیا گیا تھا۔ یہ سات برس قبل کا واقعہ تھا، لیکن اس نرس کے گاؤں کے لوگ اس واقعے کو بھول نہیں پائے تھے۔ ایک دن مجھے سویڈن کے اس چھوٹے سے گاؤں سے بیک وقت نو خط ملے جن میں یہ استدعا کی گئی تھی کہ میں اس معاملے میں دلچسپی لوں۔

قصہ یہ تھا کہ 1948ء میں ہفتے کی ایک شام نرس اپنے والد اور سوتیلی والدہ سے ملنے گاؤں گئی۔ جب وہ سوموار کو اپنی ڈیوٹی پر حاضر نہ ہوئی تو اسپتال والوں نے فون پر اس کے والد سے براہ راست دریافت کیا۔ والد نے

بتایا کہ اس کی بیٹی اتوار کی شام ہی اس سے لڑ بھگڑ کر بس سے واپس چلی گئی تھی۔ تحقیقات کرنے پر پتہ چلا کہ بشمول بس ڈرائیور کسی نے بھی اس روز اسے نہیں دیکھا۔ پولیس نے تو اپنے طور پر تفتیش کر کے کیس فائل کر دیا تھا، لیکن افواہوں کا سلسلہ نہ رکا۔ نرس کا والد گاؤں میں اپنے کینے پن اور بربریت کی وجہ سے بہت بدنام تھا۔ ایک پڑوسی نے تو کھلم کھلا اس پر اپنی پہلی بیوی کے قتل کا الزام بھی لگایا تھا جس پر نرس کے باپ نے ہنگ عزت کا دعویٰ دائر کیا، لیکن مقدمہ ہار گیا۔ گاؤں بھر میں مشہور تھا کہ اس کی بیٹی اس کے ظلم و تشدد سے بچنے کے لیے نرس بن گئی تھی۔

سویڈن کے ایک اخبار کو جب اس معاملے سے میری دلچسپی کا علم ہوا، تو اس نے مجھے اس لڑکی کی چند تصاویر فراہم کر دیں۔ ان تصاویر کو ہاتھ میں لیتے ہی مجھے معلوم ہو گیا کہ نرس کو قتل کیا گیا ہے۔ میں نے کاغذ پر اس جگہ کا نقشہ بھی بنا دیا جہاں اس کی لاش فرش کے نیچے دفن تھی۔ قاتل بندر نما شخص تھا اور بندر ہی کی طرح چلتا تھا۔

اب میں نے متعلقہ گاؤں جانے کا فیصلہ کیا اور اخبار والوں کے ہمراہ پانچ سو میل کا سفر کر کے وہاں پہنچا۔ منزل مقصود سے نصف میل ادھر ہی میں کار سے اتر کر پیدل چل دیا اور اپنی مخصوص صلاحیت کو بروئے کار لاتے ہوئے جاے واردات تلاش کرنے لگا۔ اپنی اسی دھن میں گاؤں کی گلیوں میں گزرتا ہوا میں ایک چھوٹے سے مکان تک پہنچا جس سے کچھ دور مویشیوں کا ایک بازہ بھی تھا۔ نرس کو اسی مکان میں قتل کیا گیا تھا۔ میں نے دروازے پر دستک دی تو ایک بندر نما شخص نے دروازہ کھولا جو مقولہ کا باپ تھا۔ میں نے اس کی بیٹی کو تلاش کرنے کے سلسلے میں اپنے تعاون کی پیشکش کی تو وہ بادل نحو استہ مجھے اپنے مکان کے اندر لے گیا۔

”تمہاری بیٹی قتل کر دی گئی ہے اور میں اس کے قاتل کو تلاش کرنے آیا ہوں۔“

”تم جھوٹ بولتے ہو۔ میری بیٹی مری نہیں۔“

تب میں نے اسے بتایا کہ ہفتے کی شام باپ بیٹی کا چھڑا کیسے ہوا اور کس طرح اس نے اپنی بیٹی کو قتل کیا تھا۔ میں نے یہ بھی بتایا کہ میں مقتولہ کے سر سے خون بہتے دیکھ رہا ہوں جسے قتل کرنے کے بعد اس کی لاش باڑے میں گلڈی کے تختوں کے نیچے دبا دی گئی تھی۔

”یہ سراسر جھوٹ ہے۔“

”میں ذرا تمہارے باڑے کا جائزہ لے لوں، تو کیا حرج ہے۔ اگر تم نے قتل نہیں کیا، تو گھبرانے کی بات ہی نہیں۔“

”جیلا میں کیوں گھبرانے لگا.... تم باڑے میں توڑ پھوڑ کرنا ہی چاہتے ہو تو میری نقصان کی تلافی کے لیے ایک لاکھ کروڑ تنگی ادا کرو۔“

”میرے پاس اتنی رقم کہاں....؟“

”پھر میں تمہیں اپنے باڑے میں توڑ پھوڑ کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ بہتر یہی ہے کہ اب تم یہاں سے دفع ہو جاؤ اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کرنا۔“

مجبوراً مجھے ناکام لوٹنا پڑا، تاہم اگلے ہی روز اخبار کے مالکان نے پیشکش کی کہ اگر وہ بوڑھا پولیس کو باڑے کی تلاشی لینے کی اجازت دے دے، تو وہ ایک لاکھ کروڑ ادا کر دیں گے۔

اس مرتبہ گاؤں بھر کے مردوزن ہمارے پیچھے پیچھے چلے۔ ابھی ہم اس مکان سے کچھ فاصلے ہی پر تھے کہ لوگوں کے شور و غل سے اسے صورتحال کا علم ہو گیا اور وہ رائفل ہاتھ میں لیے مکان سے باہر میرا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔

”میں رقم لے آیا ہوں، اب ہم باڑے کی تلاشی لے

کر ہی جائیں گے۔“ یہ بات سنتے ہی وہ غصے سے پھر گیا۔ ادھر میری چھٹی حس نے خطرے کا احساس دلایا اور میں نے ہاتھ بڑھا کر رائفل کی نالی کا رخ اوپر کر دیا۔ اسی لمحے گولی میرے سر کے اوپر سے سنسناتی ہوئی گزر گئی۔ دھماکے کی وجہ سے میرا ہاتھ زور سے میری ناک پر لگا اور خون بہنے لگا۔ لوگوں نے سمجھا کہ مجھے گولی لگ گئی اور وہ مجھے دھیلتے ہوئے ایک طرف کو لے گئے۔ قاتل اپنے مکان کے سامنے کھڑے کھلے لہرا رہا تھا۔ اس کی رائفل کا رخ اب بھی میری طرف تھا۔

وہ جس مکان اور زمین کا مالک تھا قانوناً ہمیں اس میں مداخلت کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اس کے خلاف ہمارے پاس کوئی شہادت بھی نہ تھی جو تلاشی کا وارنٹ جاری کروانے کا جواز بن سکتی۔ بہر حال میں اسے اپنی ہی بیٹی کا قاتل سمجھتا تھا اور اس بارے میں اخبارات کو میں نے ضروری معلومات سے آگاہ کر دیا۔ مجھے توقع تھی کہ اخباروں میں اس نوعیت کی خبر چھپنے پر وہ میرے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ دائر کرے گا اور میں اس بہانے قہقہے از سر نو شروع کروا سکوں گا، لیکن قاتل نے خاموش رہنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔



بعض اوقات ایسا بھی ہوا کہ میں کسی الجھن کو سلجھانے کی کوشش میں کسی اور پیچیدہ مسئلے کی تہ تک پہنچ گیا۔ انتہائی پیچیدہ اور الجھے ہوئے جرائم کے بارے میں انکشافات سے میری شہرت دور دور تک پھیل گئی جس سے متاثر ہو کر صنعت کار بھی میری خدمات سے استفادہ کرنے لگے۔

اس سلسلے میں میرا واسطہ سب سے پہلے ایک شیشہ ساز فیکٹری کے مالکوں سے پڑا۔ اس کارخانے کی جھینوں کو نامعلوم کارکن سبوتاژ کر رہا تھا۔ ایک بجلی میں



شیشہ پگھلاتے وقت کوئی ایسا کیمیکل پھینک دیا جاتا جس سے اس میں تیار ہونے والے شیشے کا رنگ سبزی مائل ہو جاتا اور یہ نہ صرف کاروبار میں نقصان کا سبب بن رہا تھا بلکہ متاثرہ بھٹی بھی کسی کام کی نہ رہی تھی۔ میں نے کارخانے میں جا کر متعلقہ جگہ کا جائزہ لیا اور ایک رات کا کچھ حصہ بھی وہاں گزارا۔ نتیجتاً میں مجرم کا پتہ چلانے میں کامیاب ہو گیا اور کارخانے کے مالکان کو یہ بھی بتا دیا کہ وہ فی الحال مزید کارروائی نہیں کرے گا، لیکن دو ماہ بعد ایک اور بھٹی کو سہوتاڑ کرے گا، اس لیے سخت نگرانی کی ضرورت ہے۔

تھیں، اس نے مجھے سچے ماہ اپنے ساتھ گزارنے کے لیے بلایا تھا۔ مجھے خود اس کام سے دلچسپی تھی، چنانچہ بلا تاخیر امریکہ روانہ ہو گیا۔

فاؤنڈیشن کی لیبارٹری اٹھارہ کمروں پر مشتمل ایک وسیع عمارت میں واقع تھی۔ اس عمارت کا نقشہ ہو دہو بیسا ہی تھا جیسا ڈاکٹر بہارچ کے خط پر ہاتھ رکھتے ہی میری نگاہوں کے سامنے آ گیا تھا اور مجھے میں نے ایک کاغذ پر بنا بھی لیا تھا، تاہم لیبارٹری کا ابتدائی جائزہ لینے کے بعد مجھ پر ایک خوف ساخاری ہو گیا۔ ہر طرف کیمیکل، برقی تاریں اور دماغی لہریں ماپنے کے آلات نظر آ رہے تھے ایک طرف کوئے میں کلب شکل کا ایک بڑا سا بکس رکھا تھا۔ اس بکس کو ڈاکٹر بہارچ نے ”فیراڈے کا پیجرہ“ نام دے رکھا تھا۔ اس کی بیرونی سطح پر تانبے کی ایک باریک جالی

فیکٹری کے مالکوں نے میری بات مان لی اور ٹھیک دو ماہ بعد مجرم کو روکنے ہاتھوں پکڑنے میں کامیاب ہو گئے۔



اب مجھے ہر مہینے تقریباً گیارہ بارہ سو خطوط مل رہے تھے۔ کسی میں مجھ سے اپنے کسی معاملے کو سلجھانے کے لیے مدد کی درخواست ہوتی تو کوئی مخفی خزانہ تلاش کرنے کے لیے میری مدد کا خواہاں ہوتا، یا پھر غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث افراد کی طرف سے ان کے کاروبار میں شامل ہونے کی پیشکشیں ہوتیں۔

انہی دنوں مجھے ایک خط امریکہ کی ریاست مین کے شہر گھینکو سے ملا۔ یہ راؤنڈ ٹیبل فاؤنڈیشن کے ڈاکٹر بہارچ نے لکھا تھا۔ وہ انسانی دماغ کی نفسیاتی صلاحیتوں پر تحقیق کر رہا تھا اور اس کام کے لیے جدید ترین سہولتیں اسے حاصل

تھی ایک خاص بات یہ ہوئی کہ جب ایک مخصوص قسم کی روشنی کی شعاعوں کا رخ میری آنکھوں کی طرف کیا جاتا، تو میری غیب دانی کی صلاحیت میں اضافہ ہو جاتا۔ چونکہ مجھے یہ صلاحیت سر میں چوٹ آنے کے بعد ہی عطا ہوئی تھی، اس لیے ڈاکٹر پنہارچ اتفاقی چوٹ اور غیب دانی کی صلاحیت میں تعلق کی نوعیت معلوم کرنے کا خواہاں تھا، لیکن وہ اس مقصد میں ناکام رہا اور ہالینڈ لوٹ آیا۔

چند ماہ بعد ڈاکٹر پنہارچ نے مزید چھ ماہ کے تجربات میں حصہ لینے کے لیے بلا بیجا پور میں بلاتا خیر اس کے پاس پہنچ گیا۔ تجربات کی نوعیت کم و بیش حسب سابق ہی تھی، تاہم اس مرتبہ ڈاکٹر پنہارچ مجھے ساتھ لے جا کر سائنسدانوں اور ماہرین نفسیات کے سامنے میری غیب دانی کے مظاہرے کرواتا رہا۔ ایسے ہی ایک اجلاس میں چیئر مین نے مجھے ایک بازو بند دے کر اس کے بارے میں پوچھا۔ میں نے فوراً بتا دیا کہ وہ بازو بند ایک جھٹی عورت کی ملکیت رہا تھا جو نارتھ کیرولینا کے کھیتوں میں کپاس چننا کرتی تھی اور اسے 1760ء یا 1770ء کے لگ بھگ اوور سیئر نے مار مار کر ہلاک کر دیا تھا۔ چیئر مین نے میری مہیا کردہ معلومات کو درست تسلیم کیا اور صرف اتنی تصحیح کی کہ اس کی موت 1800ء میں واقع ہوئی تھی۔

پھر اس نے میرے ہاتھ میں دھات کا بھدسا کلکڑا تھما دیا۔ اس کلکڑے سے مجھے کسی کی شخصیت کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا، لیکن جو کچھ مجھے محسوس ہوا، اس کا اظہار میں نے اس طرح کیا "میں گر دو غبار کے بادل دیکھ رہا ہوں۔ دھماکہ بھی ہوا ہے۔ کسی شخص یا عمارت کو اس دھماکہ سے نقصان نہیں پہنچا۔ صرف دھماکہ اور اس کے فوراً بعد اٹھنے والے عجیب و غریب بادل دکھائی دے رہے ہیں۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ایٹم بم کا دھماکہ ہوا ہے۔" بعد میں چیئر مین نے بتایا کہ دھات کا کلکڑا ریاست نیوڈا

بہت نفاست سے لگی ہوئی تھی جس میں سے دو لاکھ پچاس ہزار روٹ کی برقی رو گزر سکتی تھی۔ اس بکس کی ساخت کچھ ایسی تھی کہ اس کے اندر موجود انسان کو بجلی کا جھونکا نہیں لگتا تھا۔ اس پنجرے کے ذریعے زیر تجربہ انسان کا بیرونی دنیا سے ہر قسم کا رابطہ منقطع کر کے اس کی چھٹی حس اور غیر معمولی نفسیاتی صلاحیتوں کا اندازہ لگایا جاتا تھا۔ تجربات کا آغاز دماغی لہریں ماپنے والی مشین سے کیا گیا۔ ہمارے ساتھ ہیبریا نام کا ایک اور شخص بھی اس کام میں شریک رہا۔ ڈاکٹر پنہارچ یا ہیبریا کمرے میں ایک طرف میز لگا کر بیٹھ جاتے۔ اس میز پر پلاسٹک کے کچھ ڈبے پڑے ہوتے۔ میں ان سے کچھ فاصلے پر ایسی ہی ایک اور میز پر اس طرح بیٹھ جاتا کہ پہلی میز پر رکھے ہوئے ڈبے مجھے نظر نہ آتے۔ خود میری میز پر بھی ایسے ہی ڈبوں کا ایک سیٹ پڑا ہوتا۔ پھر مجھے ان ڈبوں کو شناخت کرنے کو کہا جاتا جن کو ان دونوں میں سے کوئی ایک ادھر ادھر ہلاتا یا اپنے دل میں کسی ڈبے کے متعلق سوچتا۔ بعض اوقات میں دس میں سے آٹھ ڈبے شناخت کر لیتا اور کبھی دس میں سے صرف چار۔ مانع نمونوں کو بھی ہم نے آزمایا۔ پانچ نمٹ ٹیوبوں میں طغ، مرغ، انسان اور کتے کا خون اور سرخ رنگ کا مخلول بھر کر رکھ دیے گئے اور میں نے یہ نمونے ستر فیصد تک صحیح شناخت کر لیے۔ ایسے ہی تجربات ہم نے گتے کے کارڈوں پر کیے۔ ان پر مختلف اشکال بنی ہوئیں یا کوئی عدد درج ہوتا۔ پہلے روز میں ان میں سے کوئی بھی شناخت نہ کر سکا۔ اگلے روز میرے نصف کارڈ درست نکلے۔ تیسرے دن پچاس میں سے انتالیس اور چوتھے دن ستائیس کارڈ صحیح شناخت کیے، مگر پانچویں روز نتیجہ پھر صفر نکلا۔

ان تجربات سے ڈاکٹر پنہارچ نے یہ ثابت کر دکھایا کہ میرا ان چیزوں کی صحیح شناخت کر لینا کوئی اتفاقی بات نہ



کے اس علاقے سے حاصل کیا گیا تھا جہاں ایٹمی تجربات کیے جا رہے تھے۔



لحے بھر کے لیے کسی چیز کو چھونے سے مجھے ساری معلومات حاصل ہو جاتیں اور سارے مناظر میری نگاہوں کے سامنے پھر جاتے، بس اس کو سمجھنے اور بیان کرنے کے لیے وقت درکار ہوتا۔

میں نے امریکی شہریت حاصل کر لی اور میامی میں اپنی بیوی اور بچوں کے ساتھ رہنے لگا۔ انہیں دنوں میامی ریڈیو کی مشہور شخصیت ایٹن کورٹنی نے اپنے ایک پروگرام میں مجھے بلا یا۔ اس پروگرام میں میں نے آٹھ سامعین سے صرف ٹیلیفون پر بات کر کے ان کے بارے میں درست افکشافات کیے۔

ایک روز میامی پولیس کے نام لائپ نے مجھے فون کیا ”چیز! گزشتہ رات ایک ٹیکسی ڈرائیور سر میں گولی لگنے سے ہلاک ہو گیا ہے۔ ہمیں اس واردات کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل رہا۔ تم ہی کچھ مدد کرو۔“

”مجھے ٹیکسی ڈرائیور کی تصویر چاہیے۔“ میں نے کہا اور وہ اسی وقت کیس کی فائل لے کر آ گیا۔ اس میں مقتول کی تصویر بھی تھی۔ فائل پر ہاتھ رکھ کر میں نے خواب کی سی کیفیت میں بولنا شروع کیا۔

”میں اسے ہونا جانتے اور وہاں آتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ قاتل بھی نظر آ رہا ہے۔ وہ ڈیڑھ گھنٹہ شہر کا رہنے والا ہے۔ اس کا قد چھ فٹ اور جسم دہلا ہے۔ اس سے پہلے بھی وہ ایک قتل کر چکا ہے۔ یہ شخص میامی میں گرفتار نہیں ہو گا، بلکہ کسی اور جگہ بینک ڈکیتی میں پکڑا جائے گا۔ اس کے دو نام ہیں، لیکن عام طور پر اسٹی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔“

”لیکن میری معلومات کے مطابق تو صرف ایک قتل

ہو ہے، نام لائپ بولا۔

”نہیں۔ اس سے پہلے وہ ایک اور شخص کو قتل کر چکا ہے، لیکن میامی میں نہیں، کی ویسٹ میں۔ وہاں وہ ایک ریٹائرڈ کرمل کے گھر میں چوری کی نیت سے داخل ہوا ہی تھا کہ مالک مکان سامنے آ گیا اور نقب زن نے اسے گولی مار دی۔ اسی پستول سے اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو ختم کیا ہے۔“

نام لائپ نے کی ویسٹ کی پولیس سے رابطہ قائم کیا، تو میری فراہم کردہ معلومات درست ثابت ہوئیں۔

بعد میں وہی قاتل ڈیڑھ گھنٹہ کے ایک بینک سے ملحقہ ریٹورنٹ میں ڈاکہ ڈالتے ہوئے پکڑا گیا۔ جرائم کی تفتیش کے سلسلے میں میری غیب دانی کا ایک واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔

جنوری 1959ء میں ریاست ورجینیا میں مسٹر اور مسز جیکسن مع اپنی دو بچیوں کے لاپتہ ہو گئے۔ انہیں آخری مرتبہ گیارہ جنوری کو دیکھا گیا تھا۔ اگلے روز ان کی کار ان کے گھر سے آٹھ میل دور راستے کی ایک جانب کھڑی مل۔ گاڑی میں مسز جیکسن کا پرس اور بچیوں کی گزریاں پڑی تھیں۔ پولیس نے تفتیش شروع کی، لیکن کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکی۔

چار مارچ 1959ء کو جیکسن اور ڈیڑھ سالہ بچی جینٹ کی لاشیں جھاڑیوں کے ایک ڈھیر سے ملیں۔ جیکسن کو گولی مارنے کے بعد کسی وزنی ہتھیار سے سر اور گردن پر شدید ضربات لگائی گئی تھیں۔ اس کے اٹھارہ روز بعد قرمبی ریاست میری لینڈ کے جنگل سے دو لڑکوں کو کھدائی کے دوران مسز جیکسن اور دوسری بچی کی لاشیں بھی مل گئیں۔ لاشیں ملنے کی دونوں جگہوں کا درمیانی فاصلہ ستر میل تھا۔ چونکہ واردات کا تعلق دو ریاستوں سے ثابت ہو گیا تھا، اس لیے تفتیش و فاتی تحقیقاتی ادارے کے سپرد کر دی گئی۔ سال بھر میں وفاقی اور ریاستی حکام

نے تقریباً پندرہ سولہ مشتبہ افراد سے پوچھ گچھ کی، لیکن مجرم کا پتہ نہ چل سکا۔ تب واشنگٹن کے اسپتال کے ماہر نفسیات نے میری خدمات سے استفادہ کرنے کی ٹھان لی اور میری فیس اور اخراجات اپنی جیب سے ادا کرنے کی ہامی بھری۔

جون 1960ء سے میں نے ڈاکٹریز نمین کی رفاقت میں کارملے کی جگہ، لاشیں ملنے کی دونوں جگہوں اور مقتولین کے گھر کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔ بالآخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ قاتل پاگل تھا، اس نے مسٹر جیکسن کی کار صرف انہیں لوٹنے کے لیے روکی تھی، لیکن جب چھوٹی بچی نے رونا شروع کر دیا، تو وہ ان چاروں کو جبراً اپنی کار میں بٹھا کر لے گیا۔ راستے میں جیکسن اس سے بحث میں الجھ گیا جبکہ بچی ابھی تک رونے جا رہی تھی، اس لیے قاتل نے پہلے ان دونوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد وہ کئی گھنٹے تک مسز جیکسن اور دوسری بچی کو لیے پھرتا رہا اور پھر انہیں بھی قتل کر کے لاشیں چھپا دیں۔ میں نے پولیس کو قاتل کی نشانیوں سے بھی آگاہ کر دیا۔ اسے گرفتار کر کے دماغی امراض کے اسپتال میں بھیج دیا گیا۔ بعد میں عدالت نے اسے سزائے موت دی۔

میرے مداحوں نے اکثر مجھ سے دریافت کیا ہے کہ میں اپنی غیب دانی اور دوسروں کے خیالات پڑھنے کے باوجود لائٹری یاریس وغیرہ میں شرط لگا کر رقم کیوں نہیں کما تا۔ میں خود بھی محسوس کرتا ہوں کہ اس طرح بڑی دولت کما سکتا تھا، لیکن مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ خدا نے مجھے یہ صلاحیت اچھے کاموں کے لیے عطا کی ہے، صرف دولت کمانے کے لیے نہیں۔

میرے دست احباب کو یہ معلوم کرنے کا بھی بہت اشتیاق رہا ہے کہ میں یہ سب کچھ کیسے کر پاتا ہوں اور ان لمحات میں میرے دل روملغ کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ کاش!

میں اپنی غیب دانی اور نفسیاتی صلاحیت کا اظہار آسان اور قابل فہم زبان میں کر سکتا تاکہ دوسرے لوگ بھی میری طرح اپنی ان صلاحیتوں کو بروئے کار لاسکیں۔ مجھے صرف اس قدر معلوم ہے کہ ان لمحات میں میں دنیا اور اپنے گرد و پیش کو صرف اس شخص کی نگاہوں سے دیکھتا ہوں جسے میں وقتی طور پر اپنے ذہن پر طاری کر لیتا ہوں اور یہ لمحات وہ ہوتے ہیں جب میرا اپنی ذاتی زندگی اور خیالات سے رابطہ بالکل منقطع ہو جاتا ہے۔ میں نے مجرموں، مظلوموں، قاتلوں اور مقتولوں کی نگاہوں سے ایسے دردناک مناظر کا مشاہدہ کیا ہے کہ روح کانپ اٹھتی ہے۔

میں اپنی اسی صلاحیت کو حسب خواہش بروئے کار لانے پر بھی پوری طرح قادر نہیں۔ ہاں، جب میں بالکل خالی الذہن ہوتا ہوں تو میری یہ حس نقطہ شروع پر ہوتی ہے، البتہ میں اتنا ضرور کہوں گا کہ یہ صلاحیت کسی نہ کسی حد تک ہر انسان میں موجود ہوتی ہے اور جوں جوں وہ اسے بروئے کار لاتا ہے، کارکردگی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔



1988ء میں پیٹر ہرکوس کی موت کے بعد بھی سائنس اس کی صلاحیتوں کو سمجھنے سے قاصر رہے، بعض سائنسدان پیٹر ہرکوس کی صلاحیت کو چھٹی حس یا ماورائے حواس اور اراک (ESP) قرار دیتے ہیں۔ یعنی وہ حس جو حواسِ شمس سے ماورا ہوتی ہے۔ ماہرین نفسیات کا کہنا ہے کہ چھٹی حس ایک روحانی طاقت ہوتی ہے یہ قدرت کا ایک ایسا عطیہ ہے جو ہر شخص کے پاس ہوتی ہے لیکن ہر شخص اس طاقت سے باخبر نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں میں یہ اس وقت جاگتی ہے کہ جب اس شخص کا واسطہ کسی ایسی صورت حال سے پڑنے لگتا ہے جو اس کے ساتھ رونما نہیں ہوتی ہوتی۔

دیکھ کر ایک بل ضائع کیے بغیر  
ختم کر دیتا ہے،  
لیکن ایک رات

عرب ماجھی تم ہو گیا۔  
اللہ بخش مست  
کے معجزات کے قے

# میں اللہ بخش مست کی زیارت کرنے ارود آیا تھا۔

ایک مست کا قصہ جو ہوش مندوں  
کو سرنگوں ہونے پر مجبور کر دیتا تھا۔

قدیم مسجد کے پاس  
گھوڑے سے اترا۔  
روہڑی سے ارود تک

سن کر، فیصلہ کر کے آیا تھا کہ اگر مست سے عرب  
ماجھی کا پتانہ چلا تو رانفل کی ساری گولیاں مست کے  
پینے میں اتار دوں گا۔

منہ پر بندھا ہوا کپڑا کھول کر پسینہ  
صاف کیا، ادھر ادھر دیکھا، کوئی بھی  
انسان دور دور تک دکھائی نہ دیا۔ رانفل کو مضبوطی  
سے تھام کر، ٹوٹی دیواروں، تباہ شدہ بنیادوں پر ادھر  
ادھر بکھری ہوئی لال اینٹوں پر قدم رکھتا ہوا، ارود  
کے کھنڈروں میں جا پہنچا۔ پیچھے قدیم قبرستان کی  
قبریں تھیں اور سامنے پہاڑوں کی خوف ناک

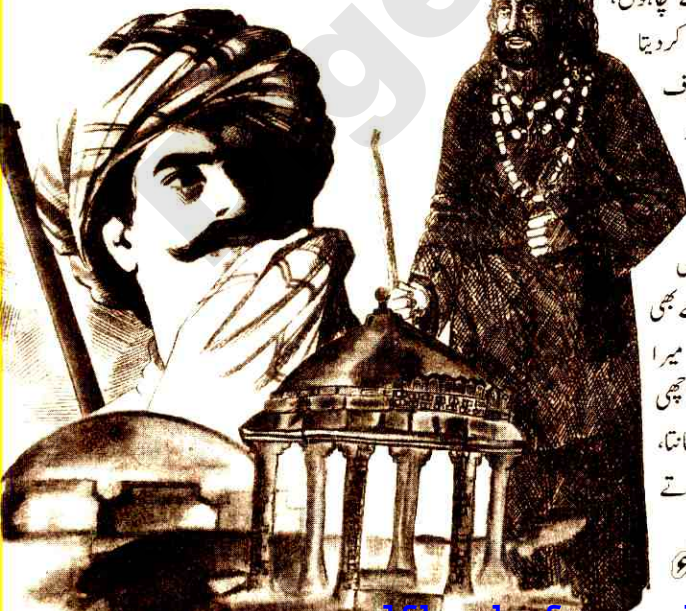
سر جلیل  
ترجمہ: سران چٹہ

بغیر کے سفر کیا تھا۔ فاصلہ زیادہ نہیں تھا، لیکن پستان  
کو ہوا میں اڑاتا آیا تھا۔ گھوڑا ہانپ رہا تھا، اس کے کھر  
پینے اور مٹی میں اٹ گئے تھے۔ اسے  
بول کے درخت کے ساتھ پاندھ کر  
شاباش دی۔ وہ میرا پرانا ساتھی ہے،

اسے بے حد چاہتا ہوں۔ ہر مصیبت اور مشکل میں  
وفادار رہا ہے۔ میں اسے "پستان" کہتا ہوں۔

میرا اسیروں اور فقیروں پر اعتقاد نہیں۔ میں  
رہزن ہوں، خونی ہوں۔ مجھے اپنے یونانی خنجر اور  
رانفل پر اعتبار ہے، اپنی قوت پر  
میرا اعتماد ہے۔ جسے چاہوں،

جب چاہوں، قتل کر دیتا  
ہوں۔ جاں بخشی صرف  
ان کی کرتا ہوں جو  
قرآن اٹھا کر امان  
مانگتے ہیں۔ ایسوں کو  
صرف لوٹتا ہوں، اس  
قدر کہ جسم کے کپڑے بھی  
اتروا لیتا ہوں، لیکن میرا  
جگری یار عارب ماجھی  
قرآن کو بھی نہیں مانتا،  
کسی کو منت ساجت کرتے



ستمبر 2014ء

ڈھلا نہیں۔ اچانک، خاموشی میں، اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آہٹ سنی، کچھ پتھر پہاڑ کی ڈھلوانوں سے گرتے، قلابازیاں کھاتے نیچے جا گرے۔ کمر کے ساتھ بندے ہوئے خنجر کے دستے پر ہاتھ رکھ کر بجلی کی سی تیزی سے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہا،

”کون ہو....؟“

وہ پیچھے ہٹ گیا۔ دہلا پتلا کمزور سا آدمی تھا۔ کالی چادر اور اجرک سے میرا منہ چھپا ہونے کی وجہ سے اس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

”تم کون ہو....؟“

”مسافر ہوں۔“

”خوش آمدید بھائی!“ اس نے اپنا کمزور ہاتھ بڑھایا۔ میں نے ہاتھ ملایا اور اسے بتایا کہ ”میں اللہ بخش کی زیارت کرنے آیا ہوں۔“

”خوش آمدید بھائی! ہمارے سر آنکھوں پر۔“

”پتا بتاؤ گے....؟“

”میں خود سائیں کو سلام کرنے جا رہا ہوں، ساتھ ہی چلتے ہیں۔“

”اچھی بات ہے۔“ میں نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے کہا، چلتے چلتے میں نے اس سے پوچھا، ”اصل اروڑے کے ہو کیا....؟“

”ہاں، میں پلا بڑھا بھی نہیں ہوں۔“ اس کے پاؤں کھنڈروں میں جم جم کر پڑے تھے اور قدم بھی وہ بڑے بڑے اٹھا رہا تھا۔ ایک قدم مجھ سے آگے چل رہا تھا۔

چلتے چلتے اس نے پوچھا، ”تم کون ہو....؟“

”جی!“ میں گھبرا گیا۔

اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا، ”ہاں، تم

کون ہو....؟“

”میں مجھیرا ہوں۔“ میں نے جھوٹ بولا۔

”ہماری آنکھوں پر بھائی جی! آئیے۔“

وہ بڑے بڑے قدم اٹھاتا آگے بڑھتا رہا۔ اس

نے پوچھا، ”پہلی مرتبہ آئے ہو....؟“

”ہاں۔“

”مجاہد والی مسجد کے پاس تمہارا ہی گھوڑا

بندھا ہے....؟“

”مجاہد! کون سا مجاہد....؟“

”محمد بن قاسم۔“

”ہاں، میرا گھوڑا ہے۔“

ہم لال اینٹوں پر پیر رکھتے ہوئے، قلعے کے

کھنڈروں سے ہوتے ہوئے، ایک سالم مسجد کے

قریب آ پہنچے تو اس نے بتایا۔ ”یہ مسجد بھی مجاہد کی

تعمیر کردہ ہے۔“

”اللہ کی رحمت ہے۔“

”اور اس پرانی مسجد پر....؟“ میرے سوال پر

مڑ کے اس نے میری طرف دیکھا اور کڑک آواز میں

پوچھا، ”تو مسلمان ہے....؟“

”پکا۔“ میں نے کہا۔

مسجد کے پیچھے پہاڑی پر اترتے وقت اس نے کہا،

”اس زمین سے مجاہد نے کفر کا خاتمہ کیا۔“

میں چلتے چلتے رک گیا، چار سو نظر گھما کر دیکھا تو

ہر طرف کھنڈر ہی کھنڈر نظر آئے، ویرانی تھی۔ میں

نے کہا، ”اس زمین پر باقی کچھ بھی نہیں بچا۔“

اسے میری بات اچھی نہ لگی، وہ باقی بچر ادوڑتا ہوا

اتر گیا۔ پہاڑ کے نیچے اتر کر اس نے اپنی شلوار جھاڑ کر

میری طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ

پاتے تھے۔ اس کے فیض سے چھڑے ہوؤں نے  
وصال اور پیاسوں نے پانی پایا تھا۔

مجھے اپنے چھڑے دوست کی تلاش تھی۔  
عرب ماجھی میرا جگری یار تھا۔ مذاق ہی مذاق میں  
میں اسے کھو بیٹھا۔ ایک رات میں نے اسے بھگک میں  
جمال گونا ملا کر پلا دیا تھا، اسی رات وہ اپنی قیص کا  
گریمان چاک کر کے اندھیرے میں گم ہو گیا تھا۔ میں  
نے سندھ کو کونا کونا چھان مارا، لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔  
جب میں ہر طرف سے مایوس ہو چکا تو ایک نیک  
بندے سے اللہ بخش مست کے معجزات کے قصے  
سنے میں بھی اپنے من کی مراد پانے اروڑ آ گیا تھا۔

”اروڑ مدرسہ عارفی کی وجہ سے مشہور ہے، طلبہ  
یہاں مفت مذہبی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔“ اس  
اجنبی نے کھنڈروں سے گزرتے وقت بتایا۔ میں نے  
کوئی جواب نہ دیا۔

”اس پہاڑ کے پیچھے درگاہ عارفی ہے اور اس  
درگاہ کے سامنے مائی کالکاں کا غار اور مندر ہے۔“  
میں نے کوئی دلچسپی نہ لی، میری سوچ کا مرکز تو  
اللہ بخش مست تھا۔

اس نے کہا، ”کالکاں کی مورتی اور مندر کے بت  
مدرسہ عارفی کے طلبہ نے توڑ دیے ہیں۔“  
میں اجنبی کی باتوں میں دلچسپی نہیں لے رہا تھا،  
کیونکہ میں اللہ بخش مست کے متعلق سوچ رہا تھا۔  
اس نے ٹوپی اتار کے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

میں نے پوچھا، ”تم کون ہو....؟“  
”عارفی۔“ اس نے جواب دیا۔  
”کیا کام کرتے ہو....؟“  
”اروڑ میں سندھی ماسٹر ہوں۔“

تھی، جیسے وہ میرے محتاط انداز سے اترنے پر ہنس رہا  
ہو۔ میں بھی بالآخر پہاڑ سے اتر گیا۔ اس کی آنکھوں  
میں شرارت تھی۔ اس نے اپنی پتی کمر پر ہاتھ رکھے  
اور ایک جگہ کھڑے ہو کر کہا، ”اس میدان میں  
سلاج کے بیٹے بیچ نے دھوکے سے بادشاہ مہمیرت کو  
قتل کر دیا تھا۔“

میں بیچ اور مہمیرت کے ناموں سے متاثر نہ ہوا،  
دونوں میرے لیے اجنبی تھے، لیکن میں نے دونوں  
کے درمیان دھوکے کی دیوار دیکھ لی تھی۔  
صدیوں سے چلتی ہوئیں بھی فریب کو چھپا  
نہ سکی تھیں۔

میں خنجر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، ”یہ زمین  
دھوکے اور فریب کو جنم دیتی رہی ہے کیا....؟“  
قیص کے نیچے، کمر کے ساتھ بندھے ہوئے خنجر  
کو وہ نہ دیکھ سکا، لیکن میرے جملے کی جھن اس نے  
محسوس کر لی۔

اس کی آنکھوں میں نفرت ابھر آئی۔ مجھ سے  
کمزور اور ڈرتا نہ ہوتا تو ضرور مجھے طمانچہ رسید کرتا۔  
”گالیاں برداشت کرو گے۔“ اس نے اچانک  
عجیب سا سوال کیا۔

”ہاں، اپنی مراد پانے کے لیے مست کی گالیاں  
برداشت کر لوں گا۔“

میں اللہ بخش مست کے بارے میں بہت کچھ سن  
کے آیا تھا۔ میں نے سنا تھا، وہ عرض داروں کو قس  
اور ننگی گالیاں دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ان پر گند کچرا  
بھی پھیلتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے اس کی  
کرامتوں کے قصے بھی سنے تھے۔ وہ جوان عورتوں  
کے جن نکالتا تھا، بے اولاد، اولاد اور نامراد، مراد

”تو عالم ہو!“

درخت شاہ شکر گنج کے ہیں۔“

”اس میں تو پتھر پڑے ہیں جناب!“

”ہاں، لیکن پرانے زمانے میں، اس کنویں میں دودھ اور ان درختوں میں اتار ہوتے تھے۔“ ہم کنویں سے بڑے، اس نے اپنی بات جاری رکھی، ”شاہ کی وفات کے بعد اس کے لالچی زائرین نے دودھ اور اتار بیچنے شروع کر دیے، ایک دن کنواں سوکھ گیا اور درختوں نے پھل دینے چھوڑ دیے۔ اب درختوں میں پھول ہوتے ہیں، لیکن اتار نہیں۔“

درخت لال پھولوں سے لدا ہوا تھا۔ میں نے مینار کی طرف دیکھا۔ وہ بولتا رہا۔ شاہ شکر گنج کے مقبرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا، ”مقبرے کے پیچھے سفید پتھر کے چلنے میدان ہیں، چودہویں کی رات وہاں زبردست جوا اٹھایا جاتا ہے۔ سکھر، روہڑی، شکار پور اور جیکب آباد کے بڑے بڑے سیٹھ، زمیندار اور افسر جوا اٹھانے آتے ہیں۔“ میں نے کہا، ”اس چودہویں کو میں اپنے دوستوں کے ساتھ آؤں گا اور جواریوں کی ساری دولت لوٹ کر لے جاؤں گا۔“

”کیسی باتیں کر رہے ہو بھائی! یہاں بڑے بڑے جواری آتے ہیں۔ لاکھوں کا جوا اٹھایا جاتا ہے۔ ہم غریبوں کے بس کی بات نہیں ہے۔“

میں نے رائفل بائیں کندھے سے اتار کر دائیں میں مضبوط کرتے ہوئے کہا، ”جس رات میں آؤں گا، اس رات یہاں کے سب جواری اپنی جھولیاں میرے سامنے خالی کر دیں گے۔“ دبلے پتلے ماسٹر کو میری بات پر ہنسی آگئی، میں نے پوچھا، ”پولیس بھی آتی ہے....؟“

اس کی چھوٹی آنکھوں میں چمک ابھر آئی، خوش ہوتے ہوئے بولا، ”کیسی باتیں کرتے ہو بھائی! اس زمانے میں عالم کی قدر کہاں ہے۔“

”سچ کہتے ہو جناب۔“ میں نے کہا۔ سفید مینار کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے اس نے کہا، ”شاہ شکر گنج کا مینار دیکھ رہے ہو....؟“

”ہاں۔“

”اور زمین کا یہ حصہ بھی شاہ شکر گنج کا ہے۔“

میں نے پوچھا، ”اللہ بخش مست کی درگاہ ابھی دور ہے کیا....؟“

”کیوں....؟ تھک گئے ہو....؟“

”نہیں۔“

”سامنے فصیل دیکھ رہے ہو، اس کے پیچھے اللہ بخش مست کی درگاہ ہے۔“ اس نے بتایا کہ فصیل پر چڑھ کر راجا داہر کے سپاہی پہرا دیتے تھے۔ ہم جہاں سے گزر رہے تھے، وہ زمین پتھر ملی تھی۔ کسی وقت میں پانی کے مسلسل بہاؤ کی وجہ سے پتھر چلنے ہو گئے تھے۔ قریب ہی اناروں کے درخت تھے۔ یقین کرنے کے لیے میں نے پوچھا، ”یہ انار کے درخت ہیں نا....؟“

”ہاں، یہ انار کے درخت ہیں۔“ اور اشارہ کرتے ہوئے بولا، ”سامنے دودھ کا کنواں ہے۔“

”دودھ کا کنواں!“

”ہاں، آؤ دکھاؤں“ ہم کنویں کے پاس آکر کھڑے ہو گئے، وہ سوکھا ہوا تھا اور اس میں پتھر پڑے تھے۔

اس نے کہا، ”یہ دودھ کا کنواں اور انار کے

”ہاں، ایک دو تھانیدار اور چند سپاہی آتے ہیں، لیکن کسی سے کچھ نہیں کہتے۔“

”جس رات میں آؤں گا، اس رات سندھیوں اور عربوں کی رو میں چیخ اٹھیں گی۔“

”کیسی باتیں کر رہے ہو! اروڑ کرامتوں کا شہر ہے۔“

”شہر یا کھنڈر....؟“

اسے غصہ آگیا۔ ”کرامتوں پر اعتبار نہیں ہے تو پھر مست کی زیارت پر کیوں آئے ہو....؟“ اس نے غصے بھرے لہجے میں کہا۔

میں نے کہا، ”میں سندھی ہوں، سندھیوں کا بچہ بچہ پیروں، فقیروں اور مرشدوں کے آگے گردن جھکا تا ہے۔“

ہم فیصل کے قریب آگئے، فیصل کے پیچھے اللہ بخش مست کی درگاہ تھی۔ درگاہ کے سامنے ایک تنگ راستہ تھا، جہاں پر لوگوں کا بہت بڑا جھوم کھڑا تھا۔ میں غلط راستے سے آیا تھا، اس کے ساتھ ساتھ پختہ راستہ بھی تھا، جو گھونکی جاتا تھا۔

ماسٹر نے مجھ سے کہا، ”یہاں کسی کی نہیں چلتی، جو طاقور ہو، وہی آگے بڑھے۔“

ماسٹر مجھ سے ہاتھ ملا کے لوگوں کی بھیڑ میں گم ہو گیا۔ جھوم میں مرد کم اور عورتیں لاتعداد تھیں، گاؤں کی معصوم، بھولی بھالی، شہر کی گوری عورتیں بھی تھیں۔ چالاک، چست اور ہوشیار۔

میں جھوم کو چیرتا، دھکے کھایا بالآخر مست کی کونٹھی کے قریب جا پہنچا۔ اس وقت وہ کونٹھی میں کسی عورت کا جن نکال رہا تھا۔ اندر سے ہنسی کی آواز آرہی تھی۔ وہاں موجود لوگ کہہ رہے تھے ”عورت کا جن

سامیں سے جھکڑا کر رہا ہے۔“

کونٹھی کا دروازہ کھلا، ایک دو شیزہ بال درست کرتی باہر نکلی۔ کچھ دیر بعد اللہ بخش مست باہر آگیا۔

ایک جاگے کے سوا اس کے جسم پر کچھ نہیں تھا۔ منی سے اٹا بدن، گھنی داڑھی اور آنکھیں لال تھیں۔ باہر

آکر بیٹھ گیا۔ میں آگے بڑھ کر اس کے سامنے جا بیٹھا۔ اس نے ابتداء ہی میں تین چار گالیاں دے

دیں، میں نے برداشت کیا۔

اللہ بخش مست نے گھور کے میری آنکھوں میں دیکھا، کچھ دیر تک دیکھتا رہا، آنکھیں گویا لال لہو۔ اس

نے ہاتھ بڑھا کے جھکے سے میری چادر اتار دی، میں اب بھی خاموش رہا۔ منہ پر بندھے ہوئے کپڑے کی

طرف اس نے ہاتھ بڑھایا تو میں نے کہا، ”مست بابا، میری عزت رکھنا۔“

اس نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا، اٹھ کھڑا ہوا اور کہا، ”اندر آ!“ میں اس کے ساتھ اندر چلا گیا۔ دروازہ بند

کر کے وہ میرے سامنے کھڑا ہو گیا، بولا، ”کیوں آیا ہے....؟“

”اپنے دوست کی تلاش میں آیا ہوں۔“ میں نے ادب سے کہا، ”میں نے سندھ کا چپہ چپہ چھان مارا

ہے، لیکن کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔“

اس نے لال آنکھوں سے گھور کر میری طرف دیکھا۔ آنکھیں آنکھوں سے ملاتے ہوئے بولا، ”تو

عبدالرحمان ڈاکو ہے۔“

میں خوف سے ایک قدم پیچھے ہٹ گیا.... اس کی کرامت کا معجزہ دیکھ کر اعتقاد سے میرا

دل بھرا آیا۔

اس نے کہا، ”اور تو اپنے دوست عارب ماجھی کی

عارب ماجھی جیسے ڈاکو کے گم ہونے کی خبر سن کر لوگوں نے خوشیاں منائی تھیں اور میں کچھ عرصے بعد عارب ماجھی کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا تھا۔

”کیا تمہارے من کی مراد پوری ہوئی....؟“ میں نے اوپر دیکھا، سامنے وہی ماسٹر کھڑا تھا۔ ”نہیں۔“

”ایسے نہیں ہو سکتا، اس مست نے پتھر سے پانی نکالا ہے۔“

”تمہارے لیے نکالا ہو گا۔“

”تمہارا تو کراستوں اور معجزوں پر اعتبار ہی نہیں ہے۔“

”گورا اعتبار کیسے کروں....؟“

”تمہیں کیا کہا مست نے....؟“

”اس نے کہا، تیرا دوست مر گیا ہے۔“

”تو مر گیا ہو گا۔“

”کیسے مر گیا ہو گا....؟“ میں نے کہا، ”میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میرا یار زندہ ہے۔“

”تم غلطی پر ہو دوست، مست کی بات پتھر پر لکیر کی طرح ہے۔“

میں نے غصے میں کہا، ”میں تمہیں اور تمہارے مست کو گولیوں سے چھلنی کر دوں گا۔“

”کفر بک رہے ہو، تمہاری بندوق کو فقیر ایک اشارے سے خاک کر دے گا۔“

”آج تمہارے بھرم کی اور میری تلاش کی آخری شام ہے۔“

میں نے رائفل ہاتھ میں تھام لی تو دبلا پتلا ماسٹر میرے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا، ”کیا طاقتور اور

تلاش میں ہے۔“ اللہ بخش مست کے متعلق جو کچھ سنا تھا، وہ آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پورا سندھ پیروں فقیروں سے بھرا ہوا ہے، لیکن سائیں اللہ بخش جیسا ڈھونڈے بھی نہ ملتا۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا، اس کا ایک ایک لفظ درست تھا۔

”تُو سکھر والی پرانی درگاہ کے گدی نشین میاں سکل پتھارے دار کا آدمی ہے۔“

”بس سائیں، بس!“ میں اس کے پیروں میں بیٹھ گیا، میں نے کہا، ”اب پتا بتاؤ کہ عارب ماجھی کہاں ہے....؟“

سائیں اللہ بخش نے مجھے کندھے سے پکڑ کر کھڑا کیا۔ مجھے سر سے لے کر پاؤں تک دیکھنے کے بعد وہ میرے پیچھے آکر کھڑا ہو گیا اور اچانک زور دار آواز میں بولا، ”عارب ماجھی مر گیا ہے، تو بھی سورج غروب ہونے سے پہلے اروڑ سے نکل جا۔“

اس نے کوٹھی کا دروازہ کھولا اور مجھے دھکادے کر باہر نکال دیا۔ میں گردن جھکا کر پانی کے منگلوں کے پاس بیٹھ گیا۔

میں سندھ کا بدنام ڈاکو عبدالرحمان ہوں۔ میں، عارب ماجھی اور دوسرے سرکش ڈاکو سکھر والی پرانی درگاہ کے گدی نشین میاں سکل کے سامنے میں رہتے ہیں۔ بڑے بڑے خونی اور نامور ڈاکو اس کے پاس سکھ اور سلامتی کی زندگی گزارتے ہیں۔ بہت پینچ والا بندہ ہے۔ کسی میں ہمت ہی نہیں کہ اس کے بندوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے۔ اس کے سامنے میں ایسے ایسے ڈاکو رہتے ہیں جن کا نام سن کر ارد گرد کے شہر اور گاؤں کانپ اٹھتے ہیں۔



خوبصورت نوجوان ہو، کم سے کم اپنی جوانی پر ہی رحم  
کھاؤ اور واپس لوٹ جاؤ۔“

ایک لمحے کے لیے میں نے ماسٹر کی طرف دیکھا  
اور اس سے پوچھا، ”کیا مست بتا سکے گا کہ میرا  
دوست کہاں دفن ہے....؟“

”کیوں نہیں۔“ اس نے فخر سے کہا۔ ”ارے وہ  
اللہ کا پیارا بندہ ہے، اسے ستر ہزار فرشتے اروڑ میں  
چھوڑ گئے تھے۔“  
”ستر ہزار فرشتے!“

”ہاں۔“ ماسٹر نے بتایا ”کچھ سال ہوئے کہ اللہ  
بخش مست اس فصیل کے سامنے بے ہوش پڑا تھا۔  
اس نے کالی قمیص پہنی ہوئی تھی اور قمیص کا گریبان  
پہنا ہوا تھا۔ اس کے سینے پر گہرے زخم کا نشان تھا۔

”کالی قمیص، گہرا زخم۔“ میں ایک دم اٹھ کھڑا  
ہوا۔ ماسٹر کو دھکا دے کر میں ہجوم کو چیرتا ہوا، اللہ  
بخش مست کی کوٹھی کے قریب آ گیا۔ اس وقت وہ  
نذرانہ لینے دو نوجوان عورتوں سمیت کوٹھی میں

داخل ہو رہا تھا۔ میں ایک دم اس کے سامنے جا کھڑا  
ہوا۔ عورتیں خوف سے ایک طرف ہٹ گئیں۔  
مست نے گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ میں نے مست کو  
بازو سے پکڑا۔ پورا ہجوم اٹھ کھڑا ہوا۔ کسی نے

ڈنڈے اٹھائے، کسی نے جوتے ہاتھ میں پکڑ لیے اور  
کئی لوگوں نے کلہاڑیاں اٹھالیں۔ اللہ بخش مست کو  
کوٹھی کے اندر دھکا دے کر میں ہجوم کے سامنے  
رائفل سیدھی کر کے کھڑا ہو گیا۔ میں نے انہیں بتایا،  
”میں عبدالرحمان ڈاکو ہوں۔“

لوگوں پر جیسے برف گر گئی، جو ایک دم آگے  
بڑھ کے آئے تھے، ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ کسی

نے کہا، ”اسے چھوڑ دو، مست خود  
سیدھا کر دے گا۔“

اندر جا کے میں نے کوٹھی کا دروازہ بند کر دیا۔  
مست کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ مجھے دیکھ  
کر اس نے گالیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ میں نے خنجر  
نکال کر اس کے سینے پر رکھا۔

میں نے کہا، ”تو جھوٹا ہے، فریبی ہے۔“ اس  
نے جواب میں گالیاں دینی شروع کر دیں۔  
میں نے اسے گردن سے پکڑتے ہوئے کہا، ”تو  
عاب ماجھی ہے۔“

اس کی آنکھوں کی آگ ٹھنڈی ہو گئی، ہونٹوں  
پر مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے میرا ہاتھ اپنی گردن سے  
ہٹاتے ہوئے کہا، ”جہلی نظر میں تو نہ پہچان سکا۔“  
ہم ایک دوسرے کے گلے لگ گئے۔ میں نے

کہا، ”بڑے بہرہ و پیے بن گئے ہو۔“  
”بننا پڑا ہے۔“  
”واپس نہیں چلو گے....؟“

”بیٹھ تو جاؤ۔“ ہم دونوں بیٹھ گئے، جو عرصہ  
الگ گزرا تھا، بیٹھ کے خوب اس کی باتیں کیں۔ باتیں  
کرنے کے بعد میں نے کہا، ”عاب، تمہارے بن  
کلہاڑی پر زنگ لگ گیا ہے۔“  
”میرے مرید بنو گے....؟“ ہنستے ہوئے

اس نے کہا۔  
”کیوں اپنی چمڑی کے دشمن بنے ہو۔“ ہم  
دونوں ہنس پڑے۔ میں نے کہا، ”پہلے تم کہتے تھے،  
ڈاکا زنی کے بغیر میں مر جاؤں گا، اب کیوں کر  
زندہ ہو....؟“

اس کے ہونٹوں پر معنی خیز مسکراہٹ پھیل

”ہاں، جب تک راز، راز رہے گا، میں پیر بنا رہوں گا، نہیں تو تم سے آملوں گا۔“

”میں تمہارا انتظار کروں گا، سائیں اللہ بخش مست۔“

وہ ہنس پڑا، کہا ”یہاں تو لوگ پاگلوں کو پیر، اور دیوانوں کو پہنچا ہوا کہتے ہیں۔“

”اچھا عارب! چلتا ہوں، خوش ہوں کہ تجھے ڈھونڈ لیا۔“

”ٹھہر جاؤ۔“ وہ میرے سامنے کھڑا ہو گیا، بولا، ”میرا کام خراب کر دیا ہے تم نے، اس لیے اب میری ساکھ برقرار رکھنے کے لیے تم سب کے سامنے میرے پیروں پر ہاتھ رکھ کے ایک طرف چلے جانا۔“

ہم ایک دوسرے کے گلے لگ کر وداع ہوئے۔ عارب ماچھی کو ٹھنی کا دروازہ کھول کر باہر آکھڑا ہوا۔ لوگوں کی زبانیں تالوؤں سے لگ گئیں، میں باہر آیا۔ عارب کے قدموں میں بیٹھ کر، اس کے پیروں پر ہاتھ رکھے تو لوگوں کا اعتقاد مزید پختہ ہو گیا۔ آواز اٹھی، ”واہ وا، اللہ بخش مست! تو نے عبدالرحمان جیسے ڈاکو کو جھکا لیا۔“

میں اٹھ کھڑا ہوا، گردن جھکائے آگے نکل گیا۔ کسی نے کہا، ”سائیں کی کرامت تو کوئی کوٹھی میں دیکھے!“

فصیل سے ہوتے ہوئے میں نے اردوڑ کے تباہ شدہ قلعے کا رخ کیا۔

سورج ڈوب چکا تھا۔ کھنڈروں اور پہاڑوں پر اندھیرے کی کالی چادر چھا گئی تھی۔



گئی۔ کہا، ”ارے بے وقوف! کیا سندھی صرف کلہاڑی اور ہندوق سے لوٹے جاسکتے ہیں۔“

اس نے نیچے نیچے ہوئی چٹائی کا ایک حصہ اوپر اٹھا کر گڑھے میں پڑے ہوئے زیورات اور پیسوں کا ڈھیر دکھایا اور بولا، ”کسی دن آ کے یہ سب لے جانا۔“

میں نے ترچھی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا، ”بہت مال جمع کر لیا ہے!“

اس نے کہا، ”سندھ میں کرامتوں والے پیر بن جاؤ، یا رہن، ڈاکو، دونوں دھندے ایک جیسے ہیں۔ دونوں میں ایک جیسی کمائی ہے۔“

”کفر بک رہے ہو تم۔“

”میں پیر ہوں، یاد رکھ!“ اس نے ہنستے ہوئے کہا، ”ڈاکو کے لیے قانون ہے، لیکن خود ساختہ کرامتوں والے پیر کے لیے کوئی قانون نہیں۔“

”تجھ سے بحث کرنا شیطان سے بحث کے برابر ہے۔“

”یہ جملہ سننے کے لیے کان ترس رہے تھے، رحمان! پرانے دن یاد آگئے۔“

”نہیں، ابھی اور بھی مال جمع کرنا ہے۔“

”پکڑے نہ جاؤ۔“

”ماہر ہو گیا ہوں۔ اس ڈاکے میں نہ خوف ہے، نہ خطرہ، سادے اور معصوم لوگ ساری جمع پونجی نذرانے کے طور پر دینے آجاتے ہیں۔“

باہر لوگوں میں بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ باہر سے آوازیں اندر آرہی تھیں۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا، ”میں رہنے کا فیصلہ کر لیا ہے کیا...؟“

”آمنہ کے پاپا“

یہ آواز وہ گزشتہ  
ستائیس برس سے سن  
رہا تھا۔ یہ آواز کبھی

اس کے سینے میں ایک روشن کرن کی طرح جگمگا جاتی  
تھی مگر اب یوں لگتی تھی جیسے ایک سوکھا پتہ شاخ  
سے ٹوٹ کر ایک مدھم سی چیخ کے ساتھ زمین پر گر

پڑا ہو۔

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔

کیا...؟ یہ وہ خوب جانتا تھا۔ یہی کہ آمنہ کی دوا ختم  
ہو گئی ہے اور یہ لفظ کہتے ہوئے ایک تہ کیا ہوا کاغذ اس  
کی طرف بڑھا دے گی۔

اس نے نسخہ پڑ لیا تھا۔

وہ ابھی تک کھڑی تھی۔ خاموش، مہبوت سی۔

اس نے خیال کیا کہ وہ اس سناٹے ہی کا ایک حصہ ہے  
جو اس کے چاروں طرف چھایا ہوا ہے۔

# اس کے ہاتھ

دیہ سے چپ چاپ، گم  
صم، سر جھکائے کمرے  
کے آخری سرے پر  
بیٹھا تھا۔ کہاں ہے، کس حال میں ہے، کس ماحول میں  
ہے، کچھ بھی نہیں جانتا تھا اور جب اس کے ذہن میں  
ایک جبین سی ہوئی، تو اس نے بے اختیاری کے عالم

میں اوپر سر اٹھایا اور ایک دم سے  
احساس ہوا جیسے زندگی چلتے چلتے

رک گئی ہے اور وہ اک ویرانے میں سانس لے رہا  
ہے۔ چاروں طرف ایک گہرا، ناقابل فہم دل گرفتہ  
سانا چھایا ہے۔

کئی لمحے وقت کے سمندر میں کوئی سر سراب  
کے بغیر بیت گئے۔

پھر اس نے محسوس کیا کہ ایک ملکبھی سی روشنی  
اس کی آنکھوں پر دستک دے

رہی ہے۔ یہ اس کی بیوی کی نظر  
تھی جو اس سے کچھ دور اپنی  
چارپائی کے پاس چینی کے  
پیالے میں انگلیاں  
ڈالے کھڑی تھی۔

وہ اسے برابر دیکھے  
جاری تھی۔

”زاہدہ آمنہ کا نسخہ  
پیالے میں سے نکال رہی  
ہے۔ وہ ڈاکٹروں کے نسخے

اسی پیالے میں رکھتی ہے۔“

اس کے منجھد ذہن میں ایک  
گرم رو سرائت کر گئی۔

ستمبر 2014ء

وہ اس کی نظروں کی تاب نہ لا کر نیچے دری پر  
دیکھنے لگا تھا۔

”آمنہ کے ابا۔“

”ہوں۔ دوا ختم ہو گئی ہے۔ لائے دیتا ہوں۔“  
وہ سر جھکائے اس کے قریب کھڑی تھی۔

اس نے اس خمیدہ، نحیف و نزار پیکر کو دیکھنا  
چھوڑ دیا تھا۔ وہ جب بھی اس کی طرف دیکھتا تھا ایک  
سوال اس کے ذہن کے کسی گوشے میں تڑپ کر اسے  
ضرب لگاتا تھا۔

”کیا یہ وہی زاہد ہے جس کی آنکھیں صبح کی اوس  
کی طرح چمکتی رہتی تھیں۔ جس کے سیاہ گنہیرے،  
شاداب بال بادل کی مانند اس کی آنکھوں تلے پھیل  
جاتے تھے۔ اس عورت نے اس کے ساتھ اس کے  
گھر میں ستائیس برس بتائے تھے۔ چھ اولادیں دی  
تھیں جن میں سے صرف آمنہ زندہ تھی باقی سارے  
بچے ایک ایک کر کے مر گئے تھے اور اب آمنہ....؟“

اس نے کمرے کی شمالی دیوار کے ساتھ ایک  
پلنگ کے اوپر بکھرے ہوئے سبز رنگ کے  
کمبل کر دیکھا۔

اس کمبل کے نیچے ان دونوں کی امیدوں کا چراغ  
جھلملاتا تھا۔

یہ کمبل دیکھتے ہی اس کا دل زور زور سے  
دھڑکنے لگا تھا۔

زاہد اسے دیکھے جا رہی تھی۔

اسے یقین تھا کہ وہ کوئی ایسی بات کہے گی جو  
پاگلانہ سی ہوگی۔ ہر مرتبہ بات سن کر وہ بڑے صبر و  
تحمل کا ثبوت دیتا تھا۔

”رات میں نے اپنی امی کو خواب میں دیکھا تھا۔“

پھر وہی پاگلانہ سی بات۔

”سن رہے ہیں۔“

اس نے اثبات میں سر ہلادیا۔

”میں نہیں جانتی وہ کون سی جگہ تھی۔ پر وہ  
میری ہی امی تھیں اور.... ان کے ساتھ ایک بچہ  
بھی تھا۔“

”بچہ....؟ کون بچہ۔“

اس وقت اس کی نظریں غلامیں گم ہوتی ہوئی  
محسوس ہو رہی تھیں۔

”میں نہیں جانتی.... وہ کہتی.... میری امی اور  
وہ بچہ.... دونوں ایک ساتھ قدم اٹھا رہے تھے اور  
پھر ان کے ارد گرد پھول ہی پھول نظر آنے لگے۔  
دونوں پھولوں میں غائب ہو گئے۔“  
وہ خاموش ہو گئی۔

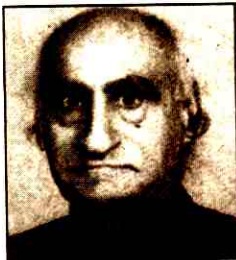
وہ سوچ رہا تھا کہ اس عورت کو یہ کیسا وہم ہو گیا  
ہے کہ ایک بچہ دعا کرے گا تو اس کی بیٹی تندرست  
ہو جائے گی جیسے وہ خود صحت یاب ہو گئی تھی۔

”تمہیں خبر ہے نا.... شادی سے پہلے میری  
حالت کتنی نازک ہو گئی تھی۔ امی نے ایک بچے سے  
کہا۔ ”بیٹا! باجی کی صحت کے لیے دعا کرو میں دیکھ  
رہی تھی کہ بچے نے اپنے ننھے منے ہاتھ فضا میں پھیلا  
دیے۔ امی کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور ان کے  
ہونٹ تھر تھرانے لگے۔ اور پھر....“  
وہ آگے کچھ نہ کہہ سکی۔

”میری مانو آمنہ کے ابا۔ تم بھی۔ سنا آمنہ  
کے ابا....؟“

”پاگل ہے یہ عورت۔“ اس نے دل میں کہا۔  
وہ نسخہ ہاتھ میں لیے اٹھ بیٹھا۔

”جا رہے ہو۔ اچھا۔ تم ٹھہر کر دیکھو۔ کوشش تو  
کرو۔ پورے یقین کے ساتھ۔ میری بچی بیچ  
کر۔“



اردو کے نامور افسانہ و ڈرامہ نگار، نقاد اور ادبی جریدے ادب لطیف کے سابق مدیر میرزا ادیب کا اصل نام دلاور علی تھا اور وہ 4 اپریل 1914ء کو لاہور میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے اسلامیہ کالج لاہور سے گریجویشن کیا،

ابتداء میں شاعری کو ذریعہ اظہار بنایا مگر پھر نثر کو اپنی شناخت بنا لیا۔

بزرگ افسانہ نگار محترم میرزا ادیب نے اپنی 82 سالہ زندگی میں اردو کو بہت کچھ دیا ہے۔ نثری ادب کی وہ ان کی صنف ہے جس میں ان کی قدر آور شخصیت کی چھاپ نہ ہو، افسانہ، ڈرامہ، سفر نامہ، تنقید، تراجم، تالیفات بچوں کے لیے کہانیاں، غرض ہر صنف میں میرزا ادیب کی گراں قدر تخلیقات اردو کی توقیر میں اضافہ کا باعث ہیں۔ میرزا ادیب کی تصانیف میں صحرا انورد کے خطوط، صحرا انورد کے رومان، دیواریں، جنگل، کبیل، حسرت، تعمیر، متاع دل، کرنوں سے بندھے ہاتھ، فصیل شب، شیشے کے دیوار، آنسو اور ستارے، ناخن کا قرض، گلی گلی کہانیاں اور ان کی خود نوشت سوانح مٹی کا دیا شامل ہیں۔ ان کی اعلیٰ ادبی خدمات کے اعزاز میں انہیں صدر ارتی تمند برائے حسن کارکردگی عطا کیا۔ 31 جولائی 1999ء کو میرزا ادیب لاہور میں وفات پا گئے۔

جائے گی۔“  
اس کی آنکھوں میں آنسو آگے  
تھے جو وہ دیکھ سکتا تھا۔

دروازے سے کچھ دور جا کر اس  
نے پلٹ کر ذرا دیکھا۔ اس کی بیوی  
دروازے پر کھڑی تھی اور دوپٹہ جو  
بے خیالی میں نیچے آگیا تھا، دونوں  
ہاتھوں سے سر پر پھیلا رہی تھی۔ کتنی  
ملتجیانہ نظروں سے وہ اسے دیکھ رہی  
تھی۔

چلتے چلتے وہ رک گیا تھا۔ ڈاکٹر کا  
کلینک سامنے دکھائی دے رہا تھا۔  
کلینک بند تھا۔

اس نے رسٹ واپج پر نظر ڈالی۔  
دن کے گیارہ بجے تھے۔ کلینک صبح نو  
سے ایک بجے اور بعض اوقات دو بجے  
تک کھلا ہوتا تھا۔ گیارہ بجے کیسے بند  
ہو گیا....؟

افسردہ چہرے، مایوس چہرے، نجانے ان میں سے  
کتنے اس خیال سے فکر مند ہوں گے کہ جب وہ گھر  
میں جائیں گے تو ان کی بیٹی مسکرا کر ان کا استقبال  
کرے گی یا سبز رنگ کے بوجھل کبیل میں  
چھپی ہوگی۔

یہ ایک اس نے محسوس کیا کہ اس کے پہلو سے  
کوئی شے مس کرنے لگی ہے۔

اس نے سر دائیں جانب گھما دیا۔ یہ ایک بچہ تھا  
جو اپنا ہاتھ گردن میں ڈالے اس کے پہلو میں چھپنے کی  
کوشش کر رہا تھا۔

”ارشد بنیانا صاحب کو کیوں تنگ کرتے ہو۔“

کلینک کے دروازے پر ایک کاغذ چسپاں تھا جس  
پر لکھا تھا۔ ”ڈاکٹر صاحب جمعرات کو کلینک  
کھولیں گے۔“

جمعرات....؟ آج تو منگل ہے۔ دو دن کلینک  
بند رہے گا۔

کلینک کے سامنے کھڑا ہونا بے کار تھا۔ تو وہ  
کدھر جائے، اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا مگر وہ  
چلا جا رہا تھا اور ہر قدم اسے گھر سے دور کیے جا رہا تھا۔  
نڈھال ہو کر وہ باغ کے باہر ایک باغیچے پر بیٹھ  
گیا۔ لوگ آرہے تھے، لوگ جا رہے تھے۔ خوش و  
خرم چہرے، آرزو کی حرارت سے تہمتا تے چہرے،

یہ ایک نسوانی آواز تھی۔

”بچہ ایک آسمانی مخلوق ہے جو زندگی کے آنگن

میں خوشیاں پھیلانے کے لیے آتا ہے۔“

یہ فقرہ اس نے نجانے کس جگہ پڑھا تھا اور اس موقع پر اسے بے اختیار یاد آ گیا تھا۔

موسم کچھ تبدیل ہوتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

دھوپ کسی قدر پھینکی پڑ گئی تھی۔ ایک بڑی عمر کی

عورت ایک بچے کی انگلی پکڑے اس کے پاس سے

گزری اور اوپر دیکھ کر جلدی جلدی چلنے لگی۔ شاید

اس نے محسوس کر لیا تھا کہ بارش ہونے والی ہے۔ ایسا

نہ ہو کہ گھر سے دور دونوں بھیگ جائیں۔

کوئی خیال، کوئی ارادہ اس کے ذہن میں نہیں

تھا۔ بلا کسی مقصد کے چلا جا رہا تھا۔ اچانک ایک مکان

کے دروازے پر رک گیا۔

دروازے پر دستک۔

”کون....؟“

”میں۔“

”آجائے۔“

ایک عورت نے اس کا خیر مقدم کیا۔

”بھائی جان! آج راستہ کیسے بھول پڑے....؟“

”ہاں تمہارے ہاں کافی لمبی مدت کے بعد آیا

ہوں۔ سب خیریت ہے نا۔“

”اللہ کا شکر ہے۔ آپ کیسے سنا تھا

آمنہ بیمار ہے۔“

”پریشان کر دیا ہے اس کی بیماری نے۔ اس کی

دوا لینے نکلا تھا۔“

وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

”اب تو محمود پانچ برس کا ہو گا۔ دکھائی نہیں

دے رہا۔“ یہ بات کہتے ہوئے وہ کچھ گھبرا گیا تھا۔

عورت نے آہ بھری۔

”معاف کیجئے جناب! یہ بڑا شریر بچہ ہے۔“

یقیناً وہ اس شریر لڑکے کی ماں ہی تھی۔ اس نے

بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا اور بیٹا بری طرح

ہنستا ہوا اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

وہ شیخ پر بیٹھا دونوں کو دیکھتا رہا۔

”آمنہ بھی ایک روز اسی طرح میرے پہلو میں

چھپ گئی تھی اور زاہدہ نے اسی طرح اس کے دونوں

ہاتھ پکڑ لیے تھے۔“

وہ اٹھ بیٹھا اور جلدی جلدی قدم اٹھانے لگا۔

یہ ایک دوائی خانہ تھا اور وہ اس کے

اندر جا رہا تھا۔

اس نے چاہا کہ دوائی کانسز بنو الے اور جب اس

مقصد کی خاطر اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہاں

کوئی کاغذ نہیں تھا۔ اس نے یہی ہاتھ دوسری جیب

میں ڈالا۔ وہاں صرف نقدی تھی۔

”نسخہ کہاں گیا....؟“

وہ وحشت زدہ سا باغ والے شیخ کے پاس پہنچا۔

اس کی نظریں نسخہ تلاش کرتی رہیں۔ گھاس اور پتوں

کے ڈھیروں پر نسخہ نظر نہ آیا۔

”میں نے نسخہ گم کر دیا ہے۔“

اسے اپنے آپ پر بڑا غصہ آیا اور وہ چکرا کر

گھاس کے اوپر بیٹھ گیا۔

بچے اپنے اپنے بستے سنبھالے، بستے کھینٹے، کبھی

آہستہ آہستہ اور کبھی بھاگتے ہوئے گھروں کو لوٹ

رہے تھے۔ دو چار دکاندروں سے چیزیں

خرید رہے تھے۔

وہ چند لمحوں کے لیے اپنی مایوسی بھول گیا اور

دلچسپی سے ان بچوں کو دیکھنے لگا۔

”یہی تو مصیبت ہے بھائی جان! عزیزوں کے دکھ سکھ کا عالم ہی نہیں ہوتا۔ میرا محمود پچھلے سال چل بسا تھا۔ اچانک موت ہوئی اور۔“  
 ”ہمیں خبر ہی نہ ہو سکی۔“

”یہی تو میں کہتی ہوں بھائی جان! عزیزوں کو۔“  
 اور اس نے وہی فقرہ دہرا دیا۔

عورت بتا رہی تھی کہ صبح کے وقت کیسا خوش پلنگ سے اٹھا، کس خوشی سے منہ ہاتھ دھو کر ناشتا کرنے لگا۔ ابھی ناشتا کیا ہی نہیں تھا کہ کہنے لگا امی پیٹ میں درد ہے۔ باپ نے کیسٹ سے دوا لا کر دی۔ دوا کھائی نہ سکا۔

وہ چپ چاپ سنے جا رہا تھا۔ پھر وہ اٹھا اور اپنی عزیزہ کے روکنے کے باوجود دروازے سے نکل آیا۔  
 اب وہ ایک اور دروازے پر کھڑا تھا۔

”ارشاد صاحب! آئیے۔ اندر آئیے۔“ اس کے ایک ہم عمر شخص نے اس کا استقبال کیا۔  
 کمرہ کئی عورتوں اور کئی مردوں سے بھرا ہوا تھا۔  
 ”بڑے اچھے موقع پر آئے ہیں۔ آپ ارشد صاحب آج ہمارے خالد کی چھٹی ساگرہ ہے۔“ خالد کی ماں نے کہا۔

”کہاں ہے خالد....؟“ اس نے پوچھا۔  
 ”دوسرے کمرے میں اپنے دوستوں کے ساتھ۔“

وہ اٹھ بیٹھا۔ ”خالی ہاتھ آنا مناسب نہیں تھا۔“  
 کئی آوازیں اسے بیٹھنے پر اسرار کرنے لگیں مگر وہ رک نہ سکا۔

اب چلتے ہوئے اس کے قدم ڈگرگانے لگے تھے۔ فضائیں دھوپ کافی حد تک پیلی پڑ چکی تھی۔ وہ پھر ایک باغ کے باہر چلا جا رہا تھا، ایک بیٹیج دیکھتے ہی

اس کے قدم اس طرف اٹھنے لگے۔  
 وہ بیٹیج پر جیسے گر پڑا۔ اس نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ پانی کا ایک قطرہ اس کی پیشانی پر گرا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔

ایک بڑا پیارا بچہ اس کے قریب بیٹھا تھا اور مسکرا مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

یہ بچہ اسے بہت ہی پیارا لگا اور عین ان لمحوں میں اس کی بیوی کا چہرہ اس کے سامنے آگیا۔ جو بربانہ خاموشی کہہ رہا تھا۔

”یہی وہ بچہ ہے جو ہماری آمنہ کے لیے دعا کرے گا۔“

وہ بچے کے اور قریب چلا گیا۔ اور بے اختیار اپنا ہاتھ اس کے سر پر پھیرنے لگا۔

ایک شخص بیٹیج کے پاس کھڑا بڑی دلچسپی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔

یہ شخص ابھی ابھی کہیں سے آیا ہے اور یقیناً اس بچے کا باپ ہے۔ اس نے دل میں کہا ”معاف کیجیے۔ یہ بچہ آپ کا ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ فرمائیے۔“  
 ”کیا کہوں یہ میری بیوی کی خواہش ہے۔“

دراصل یہ اس کا ذاتی اعتقاد ہے۔  
 ”کیا....؟“

”وہ چاہتی ہیں کہ کوئی بچہ ہماری بیمار لڑکی کی شفا یابی کے لیے دعا کرے۔ میں آپ کے بچے سے دعا کروانا چاہتا ہوں۔“

”کیسے....؟“

”جی یوں....“ اور اس نے بچے کے ہاتھوں کو پھیلا کر انہیں ایک دوسرے سے ملا دیا۔

”کہو پیارے بچے!... اے اللہ آمنہ کو شفا دے

دے۔“ اس نے آہستہ آہستہ کہا۔

بچہ خاموش تھا اور بڑی حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

”صاحب! یہ دعا کیسے کرے گا۔ بے چارا گو نگا، بہر ہے۔“

وہ اسی لمحے اٹھ بیٹھا۔ اجنبی اس سے کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ کچھ بھی نہ سن سکا اور چلنے لگا۔

کئی بازاروں، کئی سڑکوں سے گزر گیا۔ اس کے پاؤں بڑے بوجھل ہو گئے تھے لیکن وہ چلتا جا رہا تھا۔

تیز بارش ہونے لگی اور اندھیرا اچھا گیا۔ کسی چیز سے ٹکر کر وہ رکنے پر مجبور ہو گیا۔

اس کے دل میں اپنی مرنے والی اولاد کا غم تازہ ہو گیا، بیوی کی التجا یاد آئی، دن بھر کے تینوں ناکام تجربات کا خیال آگیا اور اسے محسوس ہوا کہ ایک غار کے دہانے پر کھڑا ہے اور بادلوں کے پرے کے

پرے اس کے اندر بڑی تیزی سے اترتے چلے جا رہے ہیں۔

بارش برس کر تھم سی گئی۔ مدہم روشنی ہونے لگی۔

وہ ایک درخت کے نیچے کھڑا تھا۔ اوپر شانوں سے پانی کے موٹے موٹے قطرے سے گر کر گر اس کے بکھرے ہوئے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔

ایک مرتبہ پھر اسے دن بھر کے تجربات یاد آنے لگے۔ اسے محسوس ہونے لگا جیسے آخری بچے کے ہاتھ دعا کے لیے پھیلا رہا ہے اور اسی لمحے اس کے

باپ کے الفاظ اس کے اندر ایک تیر کی طرح اس کے دل میں پیوست ہو گئے۔

”صاحب! یہ دعا کیسے کرے گا۔ بے چارا گو نگا بہر ہے۔“

گو نگا بہر ہے۔“

درد کی ایک لہر اٹھی اور اس کے سارے جسم میں پھیل گئی۔ اس کی آنکھوں میں دکھ کر ایک گہری

کینیت آنسوؤں میں بہنے لگی.... اس کے ہونٹوں پر تھر تھراہٹ آئی۔ اس کے ہاتھ اوپر اٹھے اور اس

کے کانوں میں اپنے ہی آنسوؤں سے بوجھل آواز ریگنے لگی۔ ”اے اللہ آمنہ کو شفا دے۔“ اور اس

لمحے جیسے روشنی ایک دم بڑھ گئی۔ اس نے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھا اور یک لخت اس کے منہ سے

تین نکل گئی۔ وہ ڈر گیا۔ خوف زدہ ہو گیا۔ یہ اس کے ہاتھ نہیں تھے۔ ایک بچے کے ننھے

منے ہاتھ تھے۔ وہ سخت گھبراہٹ اور حیرت میں بھاگنے لگا۔ اور پھر اسے کچھ بھی معلوم نہ ہو سکا۔

اب اس نے اپنی آنکھیں کھول دی تھیں۔ یہ ماحول اسے مانوس معلوم ہوا۔ اس کی بیوی اس پر جھکی ہوئی تھی۔

”کیا ہوا تھا۔ آپ سڑک پر گر گئے تھے۔ لوگوں نے پہچان کر یہاں پہنچا دیا۔“

”آمنہ....“ اس کے ہونٹوں سے نکلا۔

”آمنہ کو اللہ نے خطرے سے نکال دیا ہے۔ میں جانتی ہوں آپ نے کسی بچے سے ضرور دعا کروائی

ہے۔ کس بچے سے۔“ وہ بے اختیار اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگا اور اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔

”یہ میرے ہاتھ ہیں....؟“

”ہاں ہاں.... کیا ہوا....؟“

”میرے ہاتھ ہیں۔ سچ سچ....؟“

اس کی بیوی حیران ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ وہ لگا تار اپنے ہاتھوں کو دیکھے جا رہا تھا۔





# جھوٹا علاج

کسی جنگل میں ایک بندریا رہا کرتی تھی۔ اس بندریا کا ایک بچہ بھی تھا۔ جس سے وہ بڑی محبت کیا کرتی تھی۔ یہ بچہ سارا سارا دن

بات دراصل یہ تھی کہ اس امیر آدمی کا اکلوتا بچہ بیمار تھا اور بے حد دہلا پتلا ہو رہا تھا۔ کسی نیم حکیم نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ اگر وہ گھر میں کسی بندریا کے بچے کو لا کر رکھ لیں تو ان کا بچہ بڑی جلدی اچھا ہو جائے گا کیونکہ جہاں بندریا کا بچہ ہو گا وہاں کی ہوا سچے کیلئے بڑی فائدہ مند ہوگی۔

اب جناب بندریا اور اسکے بچے کو برآمدے میں ستون کی ساتھ باندھ دیا گیا اور پاس ہی ذرا فاصلے پر بیمار بچے کا بیٹھوڑا نکال دیا گیا۔ بندریا کا بچہ چونکہ بے زبان تھا۔ اس لیے چپکا اپنی امی کے پاس بیٹھا رہتا لیکن بندریا نے گھر والوں کو تنگ کرنا شروع کر دیا کیونکہ اس کا دل بڑا گھبراتا تھا اور پھر وہ جنگل میں بچے کو لے جانا چاہتی تھی۔ جب گھر والوں نے یہ حالت دیکھی تو انہوں نے بندریا کو موٹر میں ڈالا اور جنگل میں جا کر چھوڑ آئے۔ اب بچہ اپنی ماں کے بغیر اُداس رہنے لگا۔ پہلے تو وہ خوشی خوشی اپنے ماں کیساتھ مل کر کھانا کھا کر رہتا تھا

## اسے حمید

لیکن اب اس نے کھانا پینا بھی بند کر دیا اور بھوک ہڑتال کر دی مگر اسے یہ بھوک ہڑتال مہنگی پڑی۔ دوسرے ہی دن اس کا دل گھنے لگا۔ بے چارے نے فوراً ہی

اپنی ماں کے کندھے پر چڑھا رہا۔ کسی وقت وہ نیچے اترتا اور کچے پکے بیر اور برگدیاں کھا کر دو تین قلابازیاں لگاتا اور ادھر ادھر دوڑتا۔ کہیں کسی پھول کو مرڑتا۔ کسی پودے کو مسلتا اور پھر اپنی ماں سے چٹ جاتا۔ اس کی ماں بھی اپنے بچے کو اپنے سے الگ نہ کرتی تھی۔ اس لیے کہ وہ ابھی کم سن تھا اور جنگل کے راستوں سے بے خبر تھا۔ ایک دن خدا کا کرنا کیا ہوا کہ بندریا اپنے بچے کو ساتھ لے ایک چشمے کے کنارے بے خبر سو رہی تھی کہ اچانک کسی نے ان کے اوپر موٹا سا کبل ڈال دیا۔ ماں اور بچہ گھبرائے۔ بہتیرے ہاتھ پاؤں مارے مگر وہ دونوں اس کبل میں اس طرح جکڑ دیے گئے تھے کہ ذرا بھی نہ مل سکتے تھے۔ بندریا اور اس کے بچے کو پکڑنے والا آدمی کسی امیر آدمی کا ڈرائیور تھا۔ جس نے جب بندریا اور اس کے بچے کو سوتے ہوئے دیکھا تو ان پر کبل ڈال کر ان کو پکڑ لیا۔

ڈرائیور نے انہیں ایک بوری میں ڈال کر اوپر سے منہ کو ڈراڑھیل کر کے باندھا اور موٹر میں پھینک کر گھر کی راہ لی۔ کئی میل کا سفر طے کرنے کی بعد موٹر ایک خوبصورت مکان میں داخل ہوئی۔ ڈرائیور نے کار کا دروازہ کھولا ایک موٹا سا آدمی باہر نکلا۔ ڈرائیور نے بندریا اور اس کے بچے کو باہر نکال کر ان کے پاؤں باندھ دیے۔ اب مکان کے برآمدے میں گھر کی مالکن اور نوکرانی بھی کھڑی بندریا کے بچے کو خوشی سے دیکھ رہی تھیں۔

”اچھا کیا آپ انہیں لے آئے، اب ہمارا لال بالکل اچھا ہو جائے گا۔“



چنے کی تھالی اپنی طرف کھینچی اور چنے کھانے لگا۔ اب بندریا کا حال سنئے۔ وہ بیچارے اپنے بچے کے بغیر اُداس ہوئی

ستمبر 2014ء

تو واپس اس گھر کو چل پڑی جہاں اس کا بچہ قید تھا۔ راستہ تو اسے معلوم ہی تھا۔ ایک دو روز میں پہنچ گئی۔ بھاگ کر بچے کو گلے لگایا۔ بچہ بھی اپنے ماں کو پاس دیکھ کر بہت خوش ہوا اور فوراً اس کے کندھے پر چڑھ کر کودنے لگا۔ اس وقت وہاں کوئی موجود نہ تھا۔

بندریا نے موقع غنیمت جانا اور بچے کو لیکر باہر چل پڑی۔ ابھی چند ہی قدم چلی ہو گی کہ بچہ کندھے سے نیچے گر پڑا۔ پھر سے اٹھایا اور پھر چل پڑی۔ بچہ پھر گر پڑا۔ بیچاری کو اب معلوم ہوا کہ بچہ تو ستون کیسا تھ زنجیر سے باندھا ہوا ہے۔ بے بسی کے عالم میں وہیں بیٹھ گئی اور بچے کو سینے سے لگا کر پیار کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد جب گھر کے لوگوں کو بندر یا کا علم ہوا تو سب بڑے حیران ہوئے مگر انہوں نے اسے کچھ نہ کہا۔ لیکن بندریا نے پھر اب گھر میں پھر چیزوں کی توڑ پھوڑ شروع کر دی۔

جب اسے رسی سے باندھا جانے لگا تو رسی تڑوا کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس نے سامنے سڑک پار والے باغ کے ایک درخت کو اپنا گھر بنا لیا۔ اب وہ ہر روز دن میں دو یا تین بار اپنے بچے کے پاس آتی اور اسے پیار کرتی اور گھر سے ایک آدھ چیز توڑ پھوڑ کر واپس درخت کی طرف بھاگ جاتی۔

اسی طرح دو مہینے گزر گئے اور سردیوں کا موسم آ گیا۔ بندر یا کو سردی لگنے لگی۔ جنگل میں ہوتی تو کسی غار یا کھوہ میں چھپ جاتی۔ شہر میں کہاں جائے۔ اس کے بچے کو اب برآمدے میں سے کھول کر اندر ایک کمرے میں باندھ دیا گیا تھا وہ تو سردی سے بچ گیا تھا۔

گھر ماں کی محبت بچے کو دور رکھنا نہ چاہتی تھی۔ آخر ایک دن اس سے نہ رہا گیا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی اور اس کا بچہ باہر باغ میں باندھا ہوا تھا۔ امیر آدمی کا بیمار بچہ پاس ہی پنکھوڑے میں لیٹا ہوا تھا۔ نوکرانی آرام سے

کر سی پر بیٹھی اور نگہ رہی تھی۔

بندریا آہستہ آہستہ پہلے اپنے بچے کے پاس گئی، اسے پیار کیا۔ اس کی زنجیر کو دیکھا اور لپک کر بیمار بچے کے پنکھوڑے میں کودی اور ایک ہاتھ سے بچے کو جو کمزور ہو گیا تھا گلے سے لگایا اور ایک درخت پر چڑھ گئی۔ نوکرانی ایک دم چونک کر اٹھی اور اس نے شور مچا دیا۔ سارا گھر ایک دم جمع ہو گیا۔

کسی نے کہا۔ "بندریا کو گولی مار کر گرادو۔"

پھر سوچا کہیں انکا بچہ زخمی نہ ہو جائے۔ بچے کی ماں رو رہی تھی۔ باپ الگ پریشان تھا۔ بہن بھائی فکر مند تھے۔ بندریا کو بہتیرا بہلایا پھسلا یا پر وہ سس سے مس نہ ہوئی اور بیمار بچے کو لیکر درخت پر بیٹھی رہی۔ آخر بچے کے والد کو ایک ترکیب سوچی۔ اس نے فوراً بندریا کے بچے کی زنجیر کھول دی۔ بچہ آزاد ہو کر درخت کے نیچے آ گیا۔

ادھر سے بندریا نے اپنے بچے کو اور بچے نے بندریا کو دیکھا، بندریا نے درخت سے اترنا شروع کر دیا۔ گھر کے سارے لوگ پرے پرے ہٹ گئے۔ نیچے آ کر بندریا نے انسانی بچے کو گھاس پر لٹا دیا۔

اپنے بچے کو پیار سے گلے لگا کر چوما، اسے کندھے پر بٹھایا اور سڑک پار والے باغ کے درخت کی طرف بھاگ گئی۔ گھر والوں کی جان میں جان آئی۔ ماں اور باپ نے بھاگ کر بچے کو گلے لگا کر پیار کیا اور خدا کا لاکھ شکر ادا کیا کہ بچے کی جان بچی اور وہ انہیں بھر مل گیا۔ اس کے بعد وہ بچہ آہستہ آہستہ صحت مند ہونا شروع ہو گیا۔

شاید وہ بندریا کے بچے کی وجہ سے اچھا نہ ہوا تھا بلکہ ان کی دعاؤں کی وجہ سے اچھا ہوا تھا جو بندریا کے دل سے نکلی تھی کیونکہ اس کا بچہ اسکول گیا تھا اور ماں کی مانتا کا کلبچہ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔



# Medora

Perfumed Talc

خوشبوگی دُنیا کے 5 شگفتہ احساس



Joy



Pleasure



Season



Cherish



Passion

میڈورا پرفیومڈ ٹالک کی تازگی جگاتی خوشبوؤں سے ملے  
آپ کو مہکتا، فریش احساس جو رہے دن بھر آپ کے ساتھ۔

MEDORA OF LONDON

خالص کلونجی آئل

حج اور عمرہ



عامر ز کلونجی آئل

کا ساتھ عقیدت، سعادت اور صحت کے ساتھ



AMIR'S  
KALONJI  
drops<sup>oil</sup>

FIT YOU  
NATURALLY



Product of Pakistan  
+ 92 321 92 AMIRS

Same Great Quality of AMIR'S KALONJI OIL drops with New Improved Packaging



آفرین ارجمند

کچھ نہیں بلکہ بہت سارے لوگ یہ سوچ رکھتے ہیں کہ مرد ہونا طاقت اور اکرام کا سبب ہے۔ عورت کا وجود کمزوری اور شرمندگی کی علامت ہے۔

ایسا سوچنے والے صرف مرد ہی نہیں ہیں کئی عورتیں بھی اس بات پر یقین رکھتی ہیں۔ بیٹے کی ماں بن کر بعض عورتیں خود کو محفوظ اور معزز خیال کرتی ہیں، بیٹی کی ماں بن کر خود کو کمزور محسوس کرتی ہیں۔ مردانہ تسلط والے معاشرے میں کئی مصیبتوں، دکھوں اور ظلمتوں کے درمیان ابھرنے والی ایک کہانی... مرد کی انا اور عونت، عورت کی محرومیاں اور دکھ، پست سوچ کی وجہ سے پھیلنے والے اندھیرے، کمزوروں کا عزم، علم کی روشنی، روحانیت کی کرنیں، معرفت کے اجالے، اس کہانی کے چند اجزائے ترکیبی ہیں۔

نئی قلم کار آفرین ارجمند نے اپنے معاشرے کا مشاہدہ کرتے ہوئے کئی اہم نکات کو نوٹ کیا ہے۔ آفرین ارجمند کے قلم سے ان کے مشاہدات کس انداز سے بیان ہوئے ہیں اس کا فیصلہ قارئین خود کریں گے۔

کی آنکھوں کی چمک مزید بڑھ جاتی اور وہ خوش ہو کر تیزی سے ہاتھ پیر مارنے لگتی، ساتھ میں اس کی کلکاریاں ماحول کی خاموشی میں موسیقیت بکھیر دیتیں۔ سکینہ اس کی ہر حرکت پر صدقے واری جاتی

**یانچوین قسط:**

تھی پارس جھولے میں لٹی جھنجھنے کو اپنے ننھے منے ہاتھوں میں دبائے اسے الٹ پلٹ رہی تھی۔ جھنجھنے کے بچنے سے پیدا ہونے والی چھن چھن کی آواز پر پارس

سچ تو یہ ہے کہ ہاشم بابا کی پارس کی جانب توجہ اس کے لیے سوالیہ نشان بن گئے تھے۔

اس بچی میں ایسا کیا خاص ہے؟ جو مجھے سمجھ نہیں آتا۔ وہ پھر اپنے ہی دل کے نہاں خانوں میں جواب کھونجے گی۔

اسے لگا، شاید اس کی بیٹی کراماتی ہے نہ جانے کب کوئی معجزہ کوئی کرامت اس کے سامنے آجائے۔

مگر ان ڈیڑھ سالوں میں تو ایسا کچھ بھی نہ ہوا تھا۔ اس نے دل کے نہاں خانوں سے ملنے والے جواب کو رد کر دیا۔ یہ بھی سچ ہے کہ ہماری زندگی میں آنے والی خوشیوں کا دیپ پارس ہی ہے۔ شاید اسی کو ہاشم بابا نے خاص لگا کہا، وہ خود کو سمجھانے لگی۔

کیا سوچ رہی ہے؟ شفیق نے جو اسے اس طرح سوچ میں ڈوبا دیکھا تو پوچھ بیٹھا۔

ہاشم بابا کہتے ہیں کہ یہ بچی بہت خاص ہے۔ تو ان کی اس بات کا مطلب کیا ہے....؟ ایسا کیا خاص ہے میری دھی میں....؟

ارے یہ ہماری پیاری بیٹی ہے۔ اب اس سے زیادہ خاص بات اور کیا ہو سکتی ہے بھلا؟ شفیق مسکرا کر بولا۔

وہ تو ہے.... مگر.... پھر بھی ارے.... کیوں اتنا سوچتی ہے۔ اب تو اس خاص

کا کوئی اور مطلب ڈھونڈنے کی کوشش مت کر۔ شفیق اسے سمجھانے لگا۔ دیے بھی اللہ والے کسی کا دل نہیں

توڑتے۔ بابا ہمارا دل رکھنے کے لئے کہہ دیتے ہوں گے۔ وہ ہنس کر بولا

اب ایسی بات بھی نہیں۔ اس نے بڑے ناز سے کہا ہے بھی تو لاکھوں میں ایک میری گزیا۔ اس کے

لہجے میں جہاں بھر کی چاشنی کھل گئی۔

جھولے کو دھیرے سے آگے پیچھے دھکیل رہی تھی۔ ساتھ ساتھ ذرا سی بھی مچھریا کھسی کی بھن بھن پر وہ دوپٹے کا ایک بڑا سرا ہاتھ میں پکڑ کر اسے ہوا میں لہرانے لگتی اور اپنی دانت میں پارس کو ان حشرات الارض سے محفوظ کر لیتی۔ کبھی جو دوپٹہ پارس کے لگ جاتا تو وہ اور زور سے ہنسنے لگتی۔

بس پھر تو سکینہ کو ایک کھیل مل جاتا۔ وہ اس کے چہرے کو اپنے دوپٹے سے ڈھانپ لیتی۔ پارس اک دم ساکت سی ہو جاتی۔ اس کے جسم کی حرکت ڈھیلی پڑ جاتی اور جب وہ اس کا نام پکارتی تو پارس تیزی سے ہاتھ پیر مارنے لگتی۔ اور پھر سکینہ جلدی سے اس کے اوپر سے دوپٹہ کھینچ لیتی۔ اس کی ننھی منی کلاکریاں چھوٹے چھوٹے قبضے بن جاتے۔ اور سکینہ کا سروں خون بڑھ جاتا۔

پارس اب گہری نیند سوچکی تھی۔ سکینہ کو لگا جیسے وہ کسی شوکیس میں رکھی بند

آنکھوں والی گلابی رنگ گزیا کو دیکھ رہی ہے جسے ہاتھ لگاتے بھی ڈر لگتا ہے کہ کہیں میلی نہ ہو جائے۔

اسے اپنی قسمت پر یقین نہ آتا تھا۔ نہ جانے کون سی نیکی کی تھی جس کے صلے میں رب نے یہ بیش بہا تحفہ

اس کے گود میں ڈال دیا۔ اور پھر میرے پیر سائیں کی دعائیں....

ہاشم بابا کی شفقتیں یہ تو بس رب کی دین ہے۔

اس کی رحمت کا سایہ ہے۔ اس کے ذہن میں ہاشم بابا کے الفاظ گونجنے لگے۔

یہ بہت خاص ہے، نور والی ہے۔ وہ ایک بار پھر گہری نیند میں ڈوبی پارس کو سکتے لگی۔

ہاں یہی خاص بات ہے۔ سمجھی....؟

وہ زرا دیر تو وقف دے کر بولا کہ ہماری گڑیا لاکھوں میں ایک ہے شفیق نے پارس کو گود میں لے لیا۔

ہم.... شاید صحیح کہہ رہے ہو آپ۔ وہ دھیمے سے بولی مگر اسے شفیق کی بات سے تسلی نہ ہوئی تھی۔

ان کی آوازوں پر پارس نے کسما کرا آ نکھیں کھول دیں۔

اٹھا دیا ناں اسے، ابھی تو سوئی تھی۔ سکینہ نے خشکی کا اظہار کیا۔

شفیق اس کی بات ان سنی کر کے پارس کو گود میں اٹھا کر ہوا میں اچھالنے لگا۔

ارے.... یہ اپنے بابا سے کھیلے بغیر کیسے سو سکتی ہے۔ ہے نا.... اس نے پارس کی طرف دیکھ کر کہا جیسے

اسی سے پوچھ رہا ہو جو اب میں پارس کی کلکاریاں گونج رہی تھیں جیسے

ہاں کہہ رہی ہو۔ پتہ نہیں.... باا دوبارہ گاؤں واپس کب آئیں گے

ساتھ ہے اس بار انہیں بہت لمبے دورے پر بھیجا گیا ہے۔ شفیق نے اس بار زور دے کر کہا۔

ہاشم بابا باطویل عرصے سے گاؤں نہیں آئے تھے۔ چپکے سے چار سال گزر گئے۔ وقت کا پتہ ہی نہ چلا۔

ان کی زندگی کی کتاب کے ان چار جنوں پر لکھی تحریر میں صرف پارس کا نام جگمگا رہا تھا۔ شفیق سویرے

تک تک کام پر نہ جاتا جب تک پارس سے چند باتیں نہ کر لیتا۔ وہ اس کی تو تلی بولی سن کر خوب محظوظ

ہوتا۔ اس کا چہرہ خوشی سے لال ہو جاتا۔ پارس بھی شفیق سے لپٹ لپٹ جاتی۔ اتنے میں سکینہ گھر کا ضروری کام

نمائیں اور شفیق کے جانے کے بعد قاندہ لے کر بیٹھ

جاتی جو اس نے خصوصی طور پر شہر سے منگوائے تھے اور پھر کبھی اسے اب پ تو کبھی اے بی سی ڈی پڑھاتی۔

جس طرح اس نے اپنے بابا ماسٹر غلام رسول سے پڑھا اور سیکھا تھا۔ ننھی پارس کبھی شرارت میں ادھر ادھر

بھاگتی تو کبھی ماں کی گود سے چمٹ کر لاڈ شروع کر دیتی۔ سکینہ کا بس نہ چلتا کہ اسے گھول کر پورا قاندہ پلا دے۔

ایسے وقت میں وہ پارس کو مصنوعی غصے سے گھورتی۔ پارس جیسے ہی ماں کو ناراض ہوتا دیکھتی چمٹ پورا سبق

طوطی کی طرح سنانا شروع کر دیتی اور سکینہ نہال نہال ہو جاتی۔

وہ اسے ماں صدقے ماں واری کہہ کر خود میں چھپا لیتی۔

سکینہ پارس کو لے کر پندرہ بیس دنوں میں ایک بار درگاہ ضرور چلی جاتی تھی۔ وہ اکثر محسوس کرتی کہ پارس

عام بچوں کی طرح درگاہ پر شور نہیں کرتی تھی نہ ہی اس کا دھیان کھلونوں یا مٹھائیوں کی طرف جاتا۔ جہاں ماں

بٹھاتی وہ خاموشی سے بیٹھ جاتی۔



میں سوچ رہا ہوں پارس کو قرآن پاک پڑھانے کے لئے صاعقہ کے پاس بٹھا دیتے ہیں۔ گانگوں کی اور

بچیاں بھی تو جاتی ہیں اس کے پاس۔ شفیق سائلن پلٹ میں ڈالتے ہوئے بولا۔

صاعقہ آٹھ معصوم بچوں کی واحد کفیل تھی۔ گھر میں جتنی غربت تھی دل میں غیرت اس سے کہیں زیادہ

تھی۔ صائقہ گاؤں کے بچوں کو قرآن مجید پڑھاتی اور ساتھ ساتھ وہاں لڑکیاں بائیاں سینا پرونا بھی سیکھتیں۔

گاؤں میں قرآن پاک پڑھانے کے پے لپے معیوب سمجھا جاتا تھا اس لئے گاؤں والے جو بھی کچھ عقیدت میں اس

کے ہاتھ پر رکھ دیتے، وہ خاموشی سے لے لیتی۔

میں اپنی بیٹی کو خود پڑھاؤں گی۔ سکینہ گرم روٹی اس کی پیلیٹ میں رکھتے ہوئے بولی

وہ تو صبح ہے پر دیکھ نہ..... ایک تو تیرا وقت بچے کا دوسرے ان کی بھی کچھ مدد ہو جائے گی۔ شفیق نے وجہ بیان کی۔

ہاں یہ بات تو صحیح ہے، پر میں اتنی دیر اپنی دہی سے دور کیسے رہوں گی۔ سکینہ نے کھانا کھاتے کھاتے برابر میں کھلونوں سے کھلیتی پارس کو اپنے قریب کر لیا۔

ارے یہ چوتھا مکان ہے اس کا اور تو کہتی ہے کہ اتنی دور..... شفیق نے اس کی نقل اتاری

میں بھی تو اتنی دور جاتا ہوں پارس کو گھر چھوڑ کر۔ پر آپ تو کام سے جاتے ہو نہ۔ مگر میں تو نہیں رہ سکتی اس کے بغیر..... سکینہ نے فیصلہ سنا دیا۔

اچھا ٹھیک ہے۔ تو تو ابھی ساتھ چلی جایا کرنا۔ وہ کونسا تجھے نکال دے گی مگر اسے جانے دے۔ شفیق نے بھی بات منوانے کی ٹھان لی۔

سکینہ خاموشی سے برتن سینے لگی۔ دیکھ سکینہ.....! ہماری بیٹی اب بڑی ہو رہی ہے۔

یہ اپنی ہم عمر بچیوں میں بیٹھے گی ان کے ساتھ کھیلے گی ان میں سے سہلیاں بنائے گی تو اس کے لئے اچھا رہے گا۔ اسے خاموش دیکھ کر شفیق نے سمجھانے کی کوشش کی۔

ہاں یہ بات تو ٹھیک ہے۔ یہ بات سکینہ کے دل کو لگی۔ وہ کھانے کے برتن سمیٹ کر باورچی خانے کے طرف چل دی اور شفیق پارس کے ساتھ کھینے لگا۔

وہ آج اپنی بیٹی کے لئے بہت پیارے مٹی کے کھلونے بنا کر لایا تھا۔ یہ ہاتھی یہ گھوڑا اور یہ دیکھو کیسے چلتا

ہے۔ تک تک تک وہ پارس کو گھوڑا چلا کر دکھانے لگا۔

اتنے میں سکینہ گیلے ہاتھ دوپٹے سے صاف کرتے ہوئے اندر چلی آئی۔ اس کے چہرے پر سوچ کی گہری لکیریں صاف بتا رہی تھیں کہ وہ شفیق کی بات سے پریشان سی ہو گئی ہے۔

شفیق پارس کے ہاتھ میں کھلونادے کر کھڑکی سے باہر جھانکنے لگا۔

سکینہ ذرا ادھر تو آ.....

کیا ہوا۔ وہ وہیں سے بولی

ارے ادھر تو آپ کچھ دکھانا ہے تجھے۔

وہ دھیرے دھیرے تھکی تھکی چال چلتی اس کے پاس آکر کھڑی ہو گئی اور باہر جھانکنے لگی۔ چھوٹی سی

کھڑکی سے باہر کا منظر کچھ زیادہ واضح نہ تھا۔ ویسے بھی رات کا وقت ہو چلا تھا گانوں میں بجلی تو تھی نہیں کہ

گلیوں راستوں میں روشنی ہوتی۔ کچی مٹی اور گارے سے بے گھروں میں جلتے دیئے ٹٹماتے تاروں کی طرح ناکافی روشنی باہر پھینک رہے تھے۔ ایسے میں سکینہ آنکھیں پھاڑ کر باہر دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔ مگر

اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔

کیا!؟ اس نے ایسے ہی باہر جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

شفیق اس کے اس اٹھاہک پر مسکرانے لگا۔ دیکھ ہمارے برابر میں جو نمبر دار کی زمین ہے نا۔

ہاں وہ ترچھی ہو کر دیکھنے لگی۔ خالی پڑی ہے کب سے۔

تجھے پتہ ہے؟ میں تو کب سے سوچے بیٹھا ہوں برابر والی نمبر دار کی زمین لے لوں اور اپنا کام یہیں شروع کر لوں۔



ہوتی اتنی چھوٹی بیٹی کتنی سنجیدگی سے پڑھتی ہے مگر پھر وہ سمجھ گئی کہ پارس بہت زیادہ ذہین ہے اور یہی بات وہ سکینہ سے بھی بار بار کہتی بھی تھی۔

سکینہ تو بہت خوش نصیب ہے۔ اللہ نے اسے صورت کے ساتھ عقل بھی دی ہے۔ بہت ذہین ہے۔ بڑا نام کمائے گی۔



دن چڑھ آیا تھا۔ سکینہ کا ہاتھ چکی پر تیز تیز چل رہا تھا۔ وہ آج سویرے سے گندم پیسنے میں مصروف تھی۔ تھوڑا سا باقی ہے۔ وہ گندم کے تھیلے میں جھانک کر منہ منہ میں بڑبڑائی اور وقت کا حساب کرنے لگی

آدھ گھنٹہ اور لگے گا۔

باہر صحن میں پارس اور صاعقہ کی سب سے چھوٹی بیٹی جو اس کی ہم عمر بھی تھی دونوں مل کر پتو گرم کھیل رہی تھیں۔ پارس کو خوش دیکھ کر سکینہ بھی مطمئن تھی۔ شفیق نے کہا تھا۔

ہاں اپنی ہم عمروں میں میں زیادہ خوش رہتی ہے۔ وہ خود سے باتیں کرنے لگی۔

تھوڑی دیر میں وہ کام ختم کر کے باہر نکل آئی۔

اس نے دیکھا پارس گھڑے پر رکھے مٹی کے پیالی کو ہاتھ میں لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ ابھی چھوٹی تھی اس کا ہاتھ گھڑو نچے تک بھی پہنچ پارہا تھا۔

اماں یہ دے دیں۔ پارس نے سکینہ کو باورچی خانے سے باہر آتے دیکھ کر کہا

ارے میری گڑیا کو پیاس لگی ہے



ہاں یہ تو اچھا ہے۔ پارس کے لیے تو کافی رقم چاہیے ہوگی، ہے ناں؟

ہاں بس اسی کے لئے جمع کر رہا ہوں۔

پھر تو گھر کے قریب دکان ہوگی تو میری بیٹی بھی میرے قریب رہے گی۔ اس نے خیالوں ہی خیالوں پورا نقشہ کھینچ لیا۔

ہاں وہ تو تب ہوگا جب ہوگا۔ سکینہ شفیق کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے اس کی بات ٹال گئی

میں کل صاعقہ سے بات کر لوں گی۔ اس نے شفیق کو مطمئن کرتے ہوئے کہا

سکینہ نے پارس کو صاعقہ کے پاس قرآن پاک کی تعلیم کے لئے بھیجنا تو شروع کر دیا مگر وہ خود بھی اسے پڑھاتی اس کی پوچھ گچھ کرتی رہتی۔ پارس کی بہتر سے بہتر پڑھائی۔ سکینہ کی اولین خواہش تھی۔

صاعقہ بھی پارس سے بہت خوش ہوتی۔ وہ اس کی خوب تعریفیں کرتی کہ پارس بہت ذہین ہے۔ بس ایک دفعہ بتا دو باقی خود پڑھتی ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا کہ وہ صاعقہ سے لگ کر بیٹھ جاتی۔ اس سے طرح طرح کے سوال کرتی کبھی تو صاعقہ اسے مطمئن کر دیتی اور کبھی خود ہی سوچ میں پڑ جاتی۔ شروع میں صاعقہ کو حیرت



ستمبر 2014ء

- سکینہ جلدی سے پیالے میں پانی انڈیل کر اسے پانی پلانے لگی۔

نہیں پانی نہیں پینا۔ وہ گردن نفی میں ہلا کر بولی۔  
یہ پیالہ چاہئے۔

خالی پیالہ کا کیا کرے گی....؟ اس نے دلار سے پوچھا۔  
اپنے پاس رکھوں گی۔ پارس بھول پن سے بولی۔  
ہاں ناں خالہ ہمیں یہ پیالہ چاہئے۔ وہ وہاں جمع کرنے  
ہیں۔ صاعقہ کی بیٹی سدرہ ایک جانب اشارہ کر کے بولی  
سکینہ نے دوسری جانب دیکھا تو وہاں چھوٹے  
چھوٹے مٹی کے پیالے جمع رکھے ہوئے تھے جن میں  
پارس کے کھلونوں والے پیالے بھی تھے۔

ارے اتنے سارے پیالوں کا کیا کرو گی تم؟

اماں دیں ناں.... پارس ضد کرنے لگی

سکینہ نے پیالہ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

اب بتاؤ کیا کھیل رہے ہو تم لوگ؟

جب گھر میں پانی آئے گا تو ہم اس سے باہر نکال  
دیں گیں۔ پارس بولی اور دوڑ کر پیالہ باقی پیالوں کے  
ساتھ رکھ دیا۔

کہاں سے نکالے گی؟ سکینہ نے دوبارہ پوچھا

جب گھر میں پانی آئے گا تو بابا کے ساتھ مل کر میں  
اس سے پانی نکالوں گی۔

تو بہ تو بہ کیسی باتیں کرتی ہے۔ یہ کس نے کہا تجھ سے۔

رات میں بابا نے کہا۔ پارس بولی

بابا نے....؟ سکینہ سمجھی وہ شفیق کی بات کر رہی  
ہے۔ آجائے تو تیرے بابا سے پوچھتی ہوں، یہ کیسی  
باتیں کرتے ہیں تجھ سے۔ سکینہ ڈر گئی۔

لا.... مجھے دے میں رکھ دوں۔ سکینہ نے پارس

سے پیالہ واپس لینے کی کوشش کی۔

نہیں۔ یہ میں نہیں دوں گی۔ پارس نے پیالہ گود  
میں چھپالیا اور اندر بھاگ گئی۔

بظاہر بات کچھ بھی نہیں تھی مگر نہ جانے کیوں  
سکینہ کو بے چینی ہونے لگی۔

پتہ نہیں شفیق نے بچی سے ایسا کیوں کہا۔ پتہ نہیں  
کہا بھی کہ نہیں۔ مگر پارس جھوٹ نہیں بولتی اس نے  
خود اپنے خیال کی نفی کی۔

کم سے کم بچی سے تو ایسے نہیں کہنا چاہئے ناں....  
سارا دن اسی سوچ میں شفیق کے آنے کا انتظار کیا۔

سنو جی....! کیا آپ نے پارس سے کہا تھا کہ گھر  
میں پانی آئے گا....؟ میں تو ہول ہی گئی۔ شفیق کے گھر  
میں گھستے ہی سکینہ نے بے چینی سے سوال کیا

نہیں، میں نے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔

تو پھر، وہ ایسا کیوں کہہ رہی تھی؟ سکینہ نے اسے  
ساری بات بتادی۔

اوہو، اتنی سی بات ہے، میں سمجھا پتہ نہیں ایسا کیا  
ہو گیا۔ وہ وہیں چار پائی برنیم دراز ہو گیا۔

ارے تو وہ ہم نہ کیا کر۔ کوئی برا خواب دیکھ لیا ہو گا اس  
نے یا پھر کسی سہیلی نے اسے کوئی کہانی سنا دی ہو گی۔

مگر پارس جھوٹ نہیں بولتی مجھے پتہ ہے۔ سکینہ  
نے وکالت کی

میں نے کب کہا کہ اس نے جھوٹ بولا۔ شفیق اٹھ  
بیٹھا۔ میں تو بس یہ کہہ رہا ہوں کہ تو خواجواہ دل کو مت

لگا۔ ویسے بھی اس عمر میں بچے بڑے حساس ہوتے ہیں۔  
ہو سکتا ہے سہلیوں نے کوئی قصہ سنایا ہو یا کوئی بات ہوئی  
ہو جس کا اثر لے لیا اس نے اور بس۔

شفیق نے ایک ہی سانس میں اپنے تئیں ساری بات  
کی وضاحت کر دی تھی جس کا سکینہ پر کوئی اثر نہ ہوا۔

جگہوں تو مجھے وہم ہو رہا ہے ویسے بھی آج کل  
ندی کا پانی خوب چڑھا ہوا ہے۔ اگر کچھ ہو گیا تو....  
ارے کیا ہو گیا ہے تجھے؟ یہ پانی تو مینے سے چڑھا  
ہوا ہے اور ہر سال چڑھتا ہے۔ مگر ہر سال سیلاب تو  
نہیں آتا نا اور ویسے بھی آج چوپال میں بھی یہی باتیں  
ہو رہی تھیں، سب لوگ مطمئن ہیں۔

پختائیت نے خاص طور پر اطمینان کا اظہار کیا ہے  
انہوں نے کہا ہے کہ حکومت کا بندہ دیکھ کر گیا  
ہے۔ ہماری طرف کا بند بہت مضبوط ہے اتنا دباؤ اس کا  
کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ شفیق نے اسے تسلی دی۔

بلاعدرا انکار کرنا بھی مناسب نہ تھا اس لئے گاؤں والوں  
کے ساتھ شفیق اور سکینہ بھی جانے کے لیے تیار تھے۔  
صبح کی نکلی برات دن چڑھے گاؤں پہنچی۔ لڑکی  
والوں نے گاؤں کے رواج کے مطابق برات کا پر تپاک  
استقبال کیا۔ مہمان نوازی میں کوئی کمی نہ چھوڑی لڑکی  
والے تھے کہ بچے جارہے تھے۔ شاداں کا چہرہ دلہن کا  
بھاری اور قیمتی زیور دیکھ کر باغ باغ ہوئے جا رہا تھا۔ وہ  
جس سے ملتی یہی کہتی نظر آتی۔  
میں نہ کہتی تھی جس کے گھر میں دودھ اور پوت  
ہو اسے کوئی دکھ نہیں ہوتا۔

اس کی بات سن کر کوئی ہاں میں سر ہلا دیتا تو کوئی  
دل جلا لیتا۔ تمام رسمیں پورا کرتے کرتے شام ہو چلی  
تھی کہ خبر ملی نندی کا بند اچانک نامعلوم وجہ سے ٹوٹ گیا  
بے جس کی وجہ سے گاؤں میں پانی داخل ہو گیا  
ہے۔ بہاؤ شدید ہونے کی صورت میں سیلاب کی  
صورت اختیار کر سکتا ہے۔

بس پھر کیا تھا۔ وہاں ہر طرف افراتفری مچ گئی  
تھی۔ کسی کو گھر کی فکر تھی تو کسی کو سامان کی۔ کوئی اپنے

گھر والوں کے لئے پریشان ہو رہا تھا۔ کسی بھی طرح جلد  
سے جلد وہاں کی کا انتظام کیا گیا۔ سکینہ اور شفیق نے بھی  
چاہا کہ وہ گھر کی خبر لے۔ مگر صعقہ نے ہاتھ پکڑ کر  
روک لیا۔ بہتر ہے انتظار کر لیا جائے سب اللہ پر چھوڑ دو  
اور میں رک جاؤ صبح کا انتظار کرو۔

چارو ناچار وہ وہیں دیگر لوگوں کے ساتھ  
بیٹھے رہے۔

چھ منگولیاں شروع ہو چکی تھیں۔ بظاہر موسم کے  
آٹھار بالکل بھی ایسے نہ تھے اور بند بھی مضبوط تھا۔ یہ  
ضرور چودھریوں کی کوئی سازش ہے۔ ایک دھیمی سی  
آواز ابھری۔

ششش.... چپ۔ اصل بات تو بعد میں پتہ چلے  
گی۔ خاموش کرانے والی آواز اس سے زیادہ اونچی تھی۔  
پانی کے دباؤ میں کچھ کمی آئی تو گھر کا رخ  
کیا گیا۔ راستے سے گزرتے پہچان ہی نہیں پڑ رہی تھی کہ  
وہی راستہ ہے جہاں سے ایک دن پہلے بھنگڑا اڑاتے خوشی  
کے ڈھول بجاتے شادیاں گاتے ایک برات گزری  
تھی۔ اب اسی راستے پر کچی مٹی کئی مکان زمین بوس  
ہو چکے تھے کئی مکانوں کی دیواریں اکھڑ چکی  
تھیں۔ لوگ گھنٹوں گھنٹوں پانی میں ڈوبے ہوئے  
تھے۔ فٹھے بچے مردوں کے شانوں سے لٹکے  
ہوئے تھے۔

ان دونوں نے اپنی رفتار تیز کر دی تھی کہ نہ جانے  
گھر کا کیا حال ہو گا....؟

گھر میں داخل ہو کر جو منظر اس کے سامنے  
تھا اسے دیکھ کر دونوں کو جیسے سکتے سا ہو گیا وہ رب کا جتنا  
شکر ادا کرتے کم تھا۔ معجزاتی طور پر سب کچھ محفوظ تھا۔  
پانی نٹھوں کو بھی بمشکل چھو رہا تھا۔ وہ دونوں بے یقینی

کاش اس وقت وہ کچھ کر پاتی۔ اس نے دل سے  
رب کو پکارا۔

اماں اماں.....! مجھے گڑیا سے کھیلنا ہے۔ پارس  
سکینہ کے دوپٹے کا کونہ پکڑ کر جمبول گئی اور وہ جیسے دنیا  
میں واپس آگئی۔

اب اسے کیا سوچھی.....! اچھا اچھا لا دوں گی....  
اس نے پارس کو بہلایا۔

نہیں ابھی چاہئے.... پرانی والی۔ پارس نے ضد کی  
پرانی والی.... سکینہ یاد کرنے کی کوشش کرنے  
لگی۔ ارے کہاں سے ڈھونڈوں وہ پرانی والی....؟ سکینہ  
کو یاد آیا پچھلے سال زرینہ نے ایک کپڑے کی گڑیا پارس  
کے لیے سی کر دی تھی۔

تب تو پارس نے اس میں کوئی دلچسپی نہ لی تھی۔  
سکینہ نے وہ گڑیا کسی صندوق میں ڈال دی تھی۔

مگر اب اچانک اسے کیوں یاد آگئی....؟  
نہیں ابھی چاہیے ابھی۔ پارس کی ضد زور پکڑ گئی۔

اچھا ڈھونڈنی ہوں۔ وہ اس کی ضد سے مجبور اٹھ کر  
اس کی گڑیا ڈھونڈنے لگی

بچوں کے دماغ کا بھی کچھ پتہ نہیں ہوتا۔ پتہ نہیں  
کب کیا چاہیے۔ نہ جانے کہاں رکھی ہے۔ وہ بڑبڑاتی  
ہوئی سارے صندوق الماری چھاننے لگی۔ اس نے پلنگ  
کے نیچے جھانک کر دیکھا۔ وہاں پرانے کپڑوں کا صندوق  
رکھا تھا۔ شاید اسی میں ہو۔ اس نے گھسیٹ کر صندوق  
باہر نکال لیا اور بیزاری سے اس میں رکھے پرانے  
کپڑے جھاننے لگی۔ اس وقت اس کا دماغ شفیق کی  
پریشانی میں الجھا ہوا تھا۔

صندوق پلنگ کے نیچے پڑا تھا شاید اس وجہ سے  
کپڑوں میں سیلن آگئی تھی۔ وہ جلدی سے سارے کپڑے

کے عالم میں کمرے میں دوڑے، اپنے چھوٹے سے گھر کا  
جائزہ لے لیا۔ مگر کوئی خاص نقصان سامنے نہیں آیا۔

یہ تو معجزہ ہے، مالک کا احسان ہے۔ شفیق کی آواز  
رندھ گئی تھی۔

اسے اپنی دکان کا خیال آیا جہاں باہر بھیجا جانے والا  
سامان تیار پڑا تھا۔

میں دکان کی خبر لیتا ہوں۔ شفیق جلدی سے گھر  
سے باہر نکلا۔ ابھی راستے ہی میں تھا کہ سامنے سے آتے  
چند دوستوں نے خبر دی کہ اس کی دکان پوری طرح  
ڈوب گئی ہے۔

گھر اس ناگہانی آفت سے مکمل محفوظ رہا تھا لیکن  
اس کی دکان مکمل طور پر ختم ہو گئی تھی۔ پانی سامان کے  
ساتھ وہ رقم بھی بہا لے گیا تھا جو شفیق نہ جانے کب سے  
نئی دکان کے لئے جمع کر رہا تھا۔ اسے اب نئے سرے  
سے سب کچھ شروع کرنا تھا۔ پھر بھی وہ شکر گزار تھا  
رب کا کہ اس کا گھر اور گھر والے محفوظ تھے ورنہ تو ایسے  
کئی تھے جن کے گھر اور روزگار دونوں ہی از سر نو شروع  
ہونے تھے۔

کچھ دن تو سکینہ کے پاس موجود جمع پونجی سے نکل  
گئے۔ سکینہ کے پاس بھی زیادہ رقم جمع نہ تھی کچھ رقم وہ  
پچھلے ہی ہفتے زرینہ کو نئی مشین خریدنے کے لئے ادھار  
دے چکی تھی۔ گاؤں کی اکثریت کی مالی حالت تباہ  
ہو چکی تھی اس لئے کسی سے بھی مالی امداد کی  
توقع فضول تھی۔

کیوں پریشان ہو اب....؟ سب ٹھیک ہو جائے  
گا۔ شفیق کو تھکا ہارا دیکھ کر اسے تسلی دینے لگی۔

میں ٹھیک ہوں۔ اس کے لہجے میں اداسی تھی وہ  
چار پائی پر سیدھا لٹ گیا۔



نکال کر دھوپ میں لے آئی۔ کپڑے نکالتے ایک چادر پر

اس کے ہاتھ رک گئے۔ یہ وہی مجذوب کی اونی چادر تھی

پارس کے کہنے پر میں اس کے لیے گڑیا تلاش کرنے لگی تھی۔ وہ گڑیا تو ابھی تک نہیں ملی لیکن اس تلاش میں یہ سکلے ملے ہیں۔

دیکھو سکینے نے بند مٹھی اس کی ہتھیلی میں کھول دی۔ شفیق نے سونے کے سکوں کو غور سے دیکھا

یہ تیرے پاس کہاں سے آئے۔

یہ۔ اس میں سے اس نے لرزتے کانپتے انگلی سے

چادر کی طرف اشارہ کیا۔

مطلب....؟

پارس کے کہنے پر گڑیا تلاش کر رہی تھی اس

دوران کپڑوں میں یہ سکلے مل گئے ہیں۔ سکینے بمشکل

بول پائی

شفیق سکوں کو رگڑ کر پھر کان کے قریب لے جا کر

بجا کر دیکھنے لگا۔

یہ تو اصلی ہیں۔ میرا مطلب اصلی سونے کے

ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کو بے یقینی سے

تک رہے تھے۔

حباری ہے



سائنس سارا منظر ایک فلم کی طرح گھوم گیا۔

باشم بابا، میرے حیرت سائیں۔ بے اختیار اس کے

لبوں سے نکلا۔ وہ مسکرا دی۔ اس نے دل ہی دل میں بابا

کو سلام پیش کیا۔

چادر میں بھی ہلکی سی نمی محسوس ہو رہی تھی۔ اس

نے لپٹی چادر کو سکھانے کے لئے کھول کر جھاڑا۔ سورج

کی روشنی میں ایک چمک سی اس کی آنکھوں میں پڑی

اور چھین کی آواز کے ساتھ ہی نیچے زمین پر کچھ گرا۔ وہ

جھک کر دیکھنے لگی اس کے پیروں کے پاس کچھ گرا تھا۔

سکینے نے جھک کر غور سے دیکھا۔ وہ چند لمحوں

تک انہیں یونہی دیکھتی رہی۔ حیرت سے اس کے

آنکھیں اسی چمکدار چیز پر تک گئیں۔ اس نے آہستہ

سے ہاتھوں میں اٹھا کر غور سے دیکھا اسے یقین

نہیں آرہا تھا۔

سنو جی۔ وہ شفیق کی طرف تیزی سے پٹی جو ابھی

تک چار پائی پر آنکھیں موندھے لیٹا ہوا تھا۔

ارے اٹھو نا.... دیکھو تو یہ کیا ہے....؟ اس کے

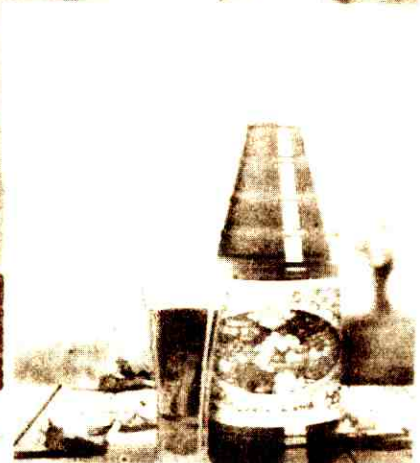
لہجے میں حیرت و استعجاب کے ملے جلے جذبات تھے۔

ستمبر 2014ء

سورج



اور کیا چاہیے!



روزانہ ڈائجسٹ



دلچسپ، عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعات و آثار  
سائنس جن کی حقیقت سے آج تک پردہ نہ اٹھا سکی.....

انسان سائنسی ترقی کی بدولت کہلشانی نظام سے روشناس ہو چکا ہے، سمندر کی تہہ اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر کامیابی کے جھنڈے گاڑ رہا ہے۔ زمین کے بطن میں اور ستاروں سے آگے نئے جہانوں کی تلاش کے منصوبے بنا رہا ہے۔ یوں تو سائنس نے انسان کے سامنے کائنات کے حقائق کھول کر رکھ دیے ہیں لیکن ہمارے ارد گرد اب بھی بہت سے ایسے راز پوشیدہ ہیں جن سے آج تک پردہ نہیں اٹھایا جا سکا ہے۔  
آج بھی اس کفر ارض پر بہت سے واقعات رونما ہوتے ہیں اور کئی آثار ایسے موجود ہیں جو صدیوں سے انسانی عقل کے لیے حیرت کا باعث بنے ہوئے ہیں اور جن کے متعلق سائنس سوالیہ نشان بنی ہوئی ہے۔

## ایل ڈوراڈو..... سوئی کاشپر

سولہویں صدی عیسوی میں مغرب کی ہوس  
زرنے مشرق اور مغرب بعید پر چڑھائی  
کرائی۔ اس زمانے  
میں قہر قوتوں کے  
درمیان عقل کو  
تیر ان کرنے والی

سونا، چاندی، ہیرے، جواہرات اور قیمتی موتی،  
انسان کی ہوس سے ان اشیاء کے حصول پر مجبور کرتی  
ہے۔ ان کوششوں میں بعض اوقات اپنی جان کے  
لالے بھی پڑ جاتے ہیں، کبھی انسان درندگی  
کے شرمناک مظاہرے بھی  
کرتا ہے۔

EL DORADO

ان کو یہ حرکت بڑی مہنگی پڑی۔ ہسپانویوں نے اتنا سونا دیکھا تھا تو ان کی رال ٹپک پڑی اور پھر ان ریڈ انڈیز کا وہ حشر ہوا کہ تو بہ ہی بھلی۔

ہسپانوی لیبیروں نے شمالی اور جنوبی امریکا کے سادہ لوح ریڈ انڈینوں سے پہلے پہل تو شیشے کے چمکدار ٹکڑوں کے عوض سونے کی اشیاء کا تبادلہ کیا۔ کیونکہ ریڈ انڈین یہ جانتے ہی نہیں تھے کہ سونے کی ایک پیلی دھات نے سفید چمڑی والوں کے ہاں کس قدر طوفان مچا رکھا ہے۔ وہ شیشے کے چمکدار ٹکڑوں کو زیادہ قیمتی خیال کرتے رہے۔ مگر ہسپانوی اس سستے سودے پر مطمئن بھی نہیں تھے۔ بس ہوس تھی تو یہ کہ سونے کے تمام ذخائر پر قبضہ کر لیا جائے۔ ہسپانویوں نے لاطینی امریکا کے قدیم باشندوں سے بہت زیادہ سونا اکٹھا کیا کہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ اس سرزمین پر سونے کے بے اندازہ ذخیرے کہیں موجود ہیں۔

ایل ڈوراڈو شہر کے حوالے سے سن گن پہلی بار 1531ء میں ملی، جب اس شہر کے مہا پجاری سے ملاقات کا ذکر ہسپانوی فوج کے ایک لیفٹیننٹ مارٹی نیز Martinez نے کیا، اس کا اصل نام ڈائیگو ڈی اورڈاز Diego de Ordaz تھا۔

اس کا بیان ہے کہ وہ ایک سمندری سفر پر کولمبیا جا رہا تھا کہ ایک مقام پر اس کا بحری جہاز غرقاب ہو گیا تاہم الف لیلیٰ والے سنبھاد کی طرح لیفٹیننٹ مارٹی بھی بچ گیا، ساحل پر آنکھ کھلی تو خود کو ایک ایسے قبیلے میں پایا جس کا نام اسے بعد میں میونسکا اور اس کے سردار کا نام، جو قبیلے کا مہا پجاری بھی تھا، ایل ڈوراڈو بتایا گیا، (بعد میں باہر کی دنیا میں اس شہر کا نام بھی

روایات پھیلی ہوئی تھیں کہ جنوبی امریکہ میں ایل ڈوراڈو El Dorado، نام کی ایک سنہری سرزمین ہے۔ جس کے فرش و در و دیوار سونے کے ہیں، یا قوت و زمر داور پھر اج اس کے گلی کوچوں میں بے مایہ پتھروں کی طرح بکھرے پڑے رہتے ہیں۔ وہاں کی مٹی بھی سونا ہے اور پانی بھی سونا، ہر طرف سونا ہی سونا ہے۔

یہ سرزمین کہاں ہے اور کدھر ہے.....؟ یہ کسی کو نہیں معلوم۔ بہت لوگ اس کی تلاش میں نکلے اور بہتوں نے اس تلاش میں جان گنوائی مگر نہ اس سرزمین کا سراغ ملانہ سونے کی جھک نظر آئی۔

اس شہر سے وابستہ داستانوں کی ابتداء جنوبی امریکا کے ملک کولمبیا سے ہوتی ہے، کولمبس کے ہاتھوں براعظم امریکا دریافت کے بعد سولہویں صدی کے ابتدائی حصے میں جب ہسپانیہ کے حملہ آور (جنہیں کونکونستادور conquistador کہا جاتا تھا) اس نئی دنیا میں پہنچے تو انہوں نے وہاں کے قدیم باشندوں (جن کو وہ ہندی سمجھتے تھے) کی بہت سی حیرت انگیز اور عجیب و غریب باتیں دیکھی اور سنیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ان وحشی ریڈ انڈین قبائل کے ہاں سونے کی اشیاء کی اس قدر فراوانی ہے کہ جیسے مغربی دنیا میں لوہے کی اشیاء کی۔ انہوں نے ان قبائل کا محاصرہ کر لیا۔ ریڈ انڈیز بے چارے ایسی مخلوق کو پہلی مرتبہ دیکھ رہے تھے جس کے پاس چارناگوں والا پھر تیلہ سواری کا جانور (گھوڑا) تھا۔ انہوں نے تیل گاڑی کے پتھروں کی شکل اور جسامت کے سونے کے بڑے بڑے گول چکر ان ہسپانیوں کی خدمت میں پیش کیے تاکہ وہ ان علاقوں سے چلے جائیں مگر





ایل ڈوراڈو ہی مشہور ہوا۔ لیفٹیننٹ مارٹی نے واپسی پر آکر بتایا کہ یہ ایک سونے کا شہر ہے، جہاں ہر شے سونے کی ہے، اس کے بادشاہ ایل ڈوراڈو نے اس کی خوب خاطر تواضع کی۔

سیدبہ: بستیان ڈی بین ااکازر  
Sebastin de Belalczar  
ہسپانوی میں سے ایک تھا جنہوں نے ایک نئی دنیا دریافت کرنے کے بعد لاطینی امریکا میں سلطنت قائم کر لی۔ وہ ہسپانوی فاتح فرانسکو پیزارو کا چیف لیفٹیننٹ تھا،

بادشاہ نے اس رسم کو زندہ رکھا۔ یہ رسم کچھ یوں تھی کہ سردار گواناویا دیوی کی قربان گاہ پر حاضری دینا اور وہاں نذرانے چڑھاتا۔ یہ رسم ایک بڑی جمیل کے مین درمیان میں ادا کی جاتی۔ جہاں ایک بجرے کے ذریعے پہنچا جاتا تھا، یہ بجر اندر سے گہرا کھا گیا اور اسے قیمتی اشیاء سے سجایا گیا۔ اس موقع پر سردار کو خوش گوار عطریات اور تیل سے نہلایا جاتا اور اس کے جسم پر سونے کے زرات اس قدر ملتے ہیں کہ اب وہ سونے کا ایک جیتا جاگتا انسان نظر آتا تھا۔ چنانچہ اسے ”ایل ڈوراڈو“ (سونے سے بنا ہوا) کا لقب دیا گیا۔ پھر اسے بجرے میں سوار کر دیا جاتا اور اس کے قدموں میں سونے کا ڈھیر، جو اہرات وغیرہ رکھ دیے جاتے، وہ اس میں گھنٹوں تک ڈوب جاتا۔ بجرہ دھیرے دھیرے ساحل سے جمیل کے وسط تک ایسے مقام پر پہنچ جاتا تھا جہاں سے اس کا فاصلہ ساحل سے ہر طرف یکساں تھا۔ یہاں پہنچ کر ایل ڈوراڈو قدموں میں لگا سونے جو اہرات کا ڈھیر پانی میں گرا

اس نے چند سرخ ہندی یا انڈین باشندوں کی زبانی سن کر ان کی دیومالائی اور لوگ داستانیں قلمبند کیں۔ ریڈ انڈیز کے مطابق....

”ہزاروں برس قبل زمین پر نہ جانور تھے نہ انسان، چاند دیوتا کی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپک کر زمین پر گرا اور جمیل گواناویا وجود میں آئی۔ جو مقدس جمیل مانی جاتی ہے۔ چچا قبیلے کے سرخ ہندی اسے قدرت کا تحفہ سمجھتے تھے، ان کا کہنا تھا کہ اس جمیل کی تہہ میں ایک دیوی مہیب اڑھے کی صورت میں سوری ہے، جو شخص اس جمیل کے ساکن پانی کو چھوتا ہے وہ اس دیوی کی نیند میں خلل ڈال کر جگا دیتا ہے اور پھر زندہ لوٹ کر نہیں آتا۔ ایک مرتبہ چچا قبیلے کی ملکہ اور شہزادی بھی اسی طرح غائب ہو گئے، چنانچہ اس دیوی کے قبر سے بچنے کے لیے ہر سال چچا قبیلے کا بادشاہ، اس دیوی کے لیے نذرانے چڑھاتا ہے جو آہستہ آہستہ ایک باقاعدہ رسم کی صورت اختیار کر گیا۔ بعد میں آنے والے ہر

دوران ہر بار ایسا لگتا تھا کہ بس اب پہنچنے ہی والے ہیں، ایبلڈوراڈو بس چند قدم کے فاصلے پر ہے، اگلی پہاڑی یا اگلے دریا سے سراب کی طرح نظروں سے اوجھل ہو جاتے۔ ایبلڈوراڈو بھی کسی خوابوں میں ہی بسا رہا، حقیقت بن کر نظروں کے سامنے کبھی نہ آیا۔

1536ء میں ایک سپاہی ”گونزالو ڈی کوئی ساڈا“

اپنے ہمراہ چھ سو سپاہی اور 85 گھوڑے لے کر سونا لوٹنے نکل کھڑا ہوا۔ انہوں نے سن رکھا تھا کہ جنوبی امریکا میں اینڈیز پہاڑوں میں ایک بے پناہ دولت مند تہذیب موجود ہے جس کا بادشاہ ”ایل ڈوراڈو“ ہے۔ وہ اپنے جسم پر سونے کا برادہ چھڑک کر سونے اور جواہرات ساتھ لے کر ایک مقدس جھیل کو اٹا دینا میں جاتا ہے اور یہ سب کچھ دیوتاؤں سے نام پر پانی میں پھینک دیتا ہے۔ کوئی ساڈا اور اس کے ہمراہیوں کا ارادہ ایبلڈوراڈو سے یہی سونا چھیننے کا تھا اور جھیل میں ڈبوئے جانے والے سونے پر بھی ان کی نظر تھی۔

ہسپانوی لشکر سفر کی بے پناہ صعوبتیں اٹھاتا دلدلوں سے بچتا بچتا جنوبی امریکا کے گھنے جنگلات میں سے نکل کر اندرونی میدانوں تک پہنچا تو اسے بدترین مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تنگ دھڑنگ آدم خور وحشیوں نے ان پر زہریلے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ اس آفت سے چھٹکارا پانے کے بعد آخر وہ اینڈیز کے پہاڑوں میں جا پہنچے۔ اب تک ان کے دو سو ساتھی اس سفر میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔ ان کا ارادہ ایبلڈوراڈو سے جھڑپ کرنے کا تھا۔ مگر وہاں کوئی ایک ایبلڈوراڈو تھا....؟ وہ علاقہ تو ریڈ انڈین قبائل سے بھر پڑا تھا۔

دیتا اور اس کے بعد خود بھی پانی میں ڈپکی لگا دیتا اور اس کے جسم سے سونے کے ذرات پانی میں پھیل جاتے، پھر بجز آہستہ آہستہ ساحل کی سمت آتا۔ اس رسم سے واپس لوٹنے والے ایل ڈوراڈو دیوتاؤں کا چہیتا اور سردار کہلاتا۔

یہ کہانی سن کر سونے کے مہم جو متلاشی جوق در جوق عازم امریکا ہوئے جبکہ ان کے پہنچنے سے بہت پہلے ہسپانوی فاتحین (Conquistadores) نے میوئسکا قبیلے کے سونے کے ذخائر ان سے چھین چھان لیے تھے۔ یہ سونا اور جواہرات اہل قبیلہ بیرونی دنیا کے ساتھ تجارت یعنی مال کے بدلے مال کی صورت میں حاصل کر کے جمع کیا کرتے تھے۔ ہسپانیوں نے قبیلے کے علاقے بھی اپنے قبضے میں لے لیے، معصوم قبائلی یا تو مارے گئے یا بھرت کر گئے یا رعایا بنا لیے گئے۔ ان کا علاقہ، جوان کی دیوی گو آنا دینا کے نام پر ہے، آج بھی کولمبیا کے علاقے بوگوٹا میں موجود ہے۔

سونے کے حصول کے لیے ہسپانوی تفریق کو ریز Cortez میکسیکو کے ازٹک قبائل پر حملہ آور ہو گئے۔ انہوں نے ایک ایک اڑتک قبیلے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا، لیکن سونے کے اصل ذخائر کا پتہ نہ چل سکا۔ اس دوران پورے یورپ میں انڈین اقوام کے پاس سونے کے ناقابل تصور ذخائر کی خبر پھیل چکی تھی۔ پھر کیا تھا نظیروں کے گروہ در گروہ بستی گزگا سے ہاتھ دھونے کو تیار ہو گئے۔

کتنے ہی لوگ اس تلاش میں نکلے۔ سونے کی تلاش میں بہت خاک چھانی، در بدر کی ٹھوکریں کھائیں مگر ایبلڈوراڈو کا پتہ نہ پایا۔ ان کی مہمات کے

ایسے زون کا علاقہ دریافت کر لیا۔ یہ لٹاپنا لشکر جب اس علاقے میں پہنچا تو عورتوں کی ایک فوج نے ان پر حملہ کر دیا، اس پر اور یلانانے انہیں ایسے زون کا نام دیا۔ یونانی دیومالا میں جنگ جو عورتوں کی ایک قوم کا ذکر ہے جسے یونانی زبان میں ایسے زونی خواتین کا نام دیا جاتا ہے۔ اس علاقے میں بہنے والے دریا کا نام بھی ایسے زون پڑ گیا جو دنیا کا دوسرا سب سے طویل دریا تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس مہم کی ناکامی کے بعد سوہویں صدی کے وسط میں ویزوولکا کے ساحل کو رو سے ایک گروہ اور دوسرا بوگوتا سے ایل ڈوراڈو کی تلاش میں نکلا۔ لیکن کچھ ہاتھ نہ آیا۔

اب سونے کے حصول کے لیے سب کی نگاہیں جمہیل گوانا وینا کی جانب اٹھیں۔ قدیم روایات کے مطابق ہرنیبادشاہ اپنی حکومت کی ابتداء میں جمہیل گوانا وینا میں دیوی کے نام پر سونا اور قیمتی پتھر پھینکا کرتا تھا۔ اولین کوشش توئی ساڈا کے بھائی ہرنن نے کی۔ اسے معلوم ہوا کہ 1550ء میں ایک شخص لیون نے کہا تھا کہ اگر جمہیل سے پانی نکال دیا جائے تو خزانہ حاصل کرنا مشکل نہ ہو گا پس ہرنن نے بہت سے انڈین جمع کیے اور انہیں تھیلوں میں جمہیل سے پانی نکال کر دور پھینکنے کے کام پر لگا دیا۔ مگر یہ کام موثر ثابت نہ ہوا اور ہرنن کو سونے کی تھوڑی سی مقدار ہی مل پائی۔ اس کے بعد ہسپانوی سوداگر سپیل ویڈانے آٹھ ہزار انڈین مزدوروں کے ذریعے جمہیل خالی کرانے کے عظیم منصوبے کا کام شروع کیا۔ ابتداء میں کامیابی ہوئی اور انڈین سرداروں کے چھاتی پر سجائے جانے والے سونے کے زیورات دریافت کیے گئے پانی کی سطح بھی بیس میٹر کے قریب گرا دی گئی۔

یہاں ریڈ انڈین قبائل چچیا اور مواسکا نے موجودہ کولمبیا کے دو علاقوں بگونا اور تنجہ پر حکمرانی قائم کر رکھی تھی۔ یہ لوگ آدم خوروں کے مقابلے میں نسبتاً مہذب تھے۔ لیکن ہسپانوی اور گھوڑے جیسی مخلوق دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے تھے۔ ہسپانوی دھڑلے سے تنجہ میں داخل ہو گئے۔ بے چارے چب چاشہر سے بھاگ گئے تھے اور اپنا سونا پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ توئی ساڈا نے یہاں زبردست لوٹ مار کے بعد بگونا کا رخ کیا۔ یہاں کے بادشاہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا مگر اس وقت اس کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا جب اسے معلوم ہوا کہ شاہی خزانہ بڑی ہوشیاری سے غائب کر دیا گیا ہے ریڈ انڈینوں پر بے پناہ تشدد کیا گیا لیکن انہوں نے خزانے کا پتہ نہ بتایا۔

1540 میں انکا (Inca) سلطنت کے ہسپانوی فاتح فرانسکو پیزارو کے سوتیلے بھائی گونزالو پیزارو ایکویدور کے شمالی صوبے کو تنوکا گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ گونزالو نے وہاں کے باشندوں سے سنا کہ دور مشرق کی سمت ایک ایسی وادی ہے جو دار چینی اور سونے کے ذخائر سے مالا مال ہے۔ یہ باتیں تو اتر سے سننے کے بعد گونزالو کے دل میں قسمت آزمانے کی سمائی۔ سو اس نے 340 سپاہی تیار کیے اور اپنے صوبے کے 4 ہزار افراد لیے اور 1541 میں سمت مشرق روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ اس کا بھتیجا فرانسکو دی اور یلانانہ بھی تھا۔

کام خاصا دشوار نکلا، رستے میں بھوک، پیاس، بیماریوں اور حملہ آوروں نے اس کے بہت سے ہم راہی مار دیے جس پر اس نے ایک مقام پر خود تو ہتھیار ڈال دیے البتہ اپنے بھتیجے کو مہم جاری رکھنے کا حکم دیا۔ اور یلانانہ کو کچھ ملایا نہیں البتہ چلتے چلتے اس نے

ناکامیوں کے بعد ایک اور بحری انجینئر ٹمپلے نے  
 جمیل کی تہہ پر فولاد کے ایک گولے پر پچھے نما  
 ساختیں لگا کر ڈرتج کا کام لیا مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے  
 تین پات۔ جمیل گوانا وینا نے اپنے خزانے کو اگلنے  
 سے انکار کر دیا ہے۔

سب سے اہم تحقیق اپنے وقت کے بہت بڑے  
 عالم فاضل، محقق، فلسفی اور شاعر سردار لٹر ریلی نے  
 1595ء میں کی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ ایل  
 ڈوراڈو نام کا ایک شہر جنوبی امریکا کی ریاست گیانا کے  
 دریائے اوری نوکو سے دور دراز پاریسے نامی ایک بڑی  
 جمیل کے کنارے بھی واقع ہے۔ ایل ڈوراڈو ایک  
 عرصے تک اس تحقیق کے باعث برطانوی اور  
 دوسرے یورپی نقشوں کی زینت بنا رہا، اگلی دو صدیوں  
 میں خزانے کے حصول کی ناکام کوششیں جاری  
 رہیں۔ تاہم بعد میں اٹھارہویں صدی کے اواخر میں  
 جرمن محقق لیگزنڈر ہبولٹ نے خود لاطینی امریکا کا  
 سفر کیا اور ایل ڈوراڈو کے وجود کا انکار کیا جس کے بعد  
 یورپی نقشوں پر سے اس شہر نام موجود کو ہٹایا گیا۔ ادب و  
 شعر کے علاوہ اس شہر پر درجن بھر فلمیں بھی بن چکی  
 ہیں۔ یہ تو ثابت ہو گیا کہ اس شہر کا کوئی وجود نہیں ہے  
 تاہم ایل ڈوراڈو ایک استعارہ بن گیا۔

سینکڑوں برس گذر گئے لیکن آج بھی بہت سے  
 لوگ ایسے ہیں جو سونے کی سرزمین ایل ڈوراڈو کو  
 حقیقی مانتے ہیں اور اس کی تلاش میں لگے رہتے ہیں،  
 لیکن ایل ڈوراڈو کی سرزمین ایک ایسا خواب بن گئی  
 ہے جس کی جستجو توبہ کو ہے مگر جس کو حاصل کرنا  
 بہت مشکل بلکہ شاید ناممکن ہے۔



مگر ایک روز بڑا سخت حادثہ ہوا جمیل سے نکالا ہوا سارا  
 پانی بند توڑ کر کئی مزدوروں کو ہلاک کرتا ہوا واپس  
 جمیل میں بھر گیا۔ سیپل ویڈا کی کمر ٹوٹ گئی وہ بڑی  
 کسمپرسی کے عالم میں مرا۔

1801ء میں ایک مشہور جرمن محقق الیگزندر  
 ہبولٹ نے جب یہ کہا کہ جمیل کی تہہ میں تین سو  
 ملین ڈالر کا خزانہ موجود ہے تو اور بہت سے لوگوں کو  
 بھی شوق چرایا۔ برطانوی بحریہ کے کپتان کاچرین نے  
 جمیل کے پاس نہریں کھود کر پانی نکالنے کا منصوبہ  
 تشکیل دیا۔ مگر جمیل کے پانی نے ان نہروں کو توڑ کر  
 کاچرین کا منصوبہ خاک میں ملا دیا۔

کیا جمیل خالی نہیں ہو سکتی....؟ اکثر لوگوں کا  
 یہی خیال تھا اس لیے کوئی بھی سرمایہ لگانے کے لیے  
 تیار نہ تھا۔

مگر 1899ء میں سرمایہ داروں نے ایک انجینئر  
 ہرمانڈو وی ویلا کی خدمات حاصل کی۔ اس بیدار مغز  
 شخص نے وہ کرد کھایا جو صدیوں سے مشکل تصور ہوتا  
 تھا۔ اس نے زر زمین ایک سرنگ کھدوائی جو جمیل کی  
 تہہ میں ملتی تھی۔ جمیل کا سارا پانی اس زمین دوز سرنگ  
 کے ذریعے باہر نکال دیا گیا۔ لیکن یہ دیکھ کر وہ بھونچکا رہ  
 گئے کہ تہہ میں گادا اور کچھ کی ایک موٹی تہہ چھپی ہوئی  
 ہے۔ اس میں سے خزانے کو کیسے نکالا جاتا....؟

رہی سہمی امید اس وقت ختم ہو گئی جب دھوپ کی  
 شدت سے کچھ کنکریٹ کی مانند سخت ہو کر خشک ہو گیا  
 اور پھر کچھ ہی عرصے بعد جمیل دوبارہ پانی سے بھر گئی۔  
 1932ء میں غوطہ خوروں نے خزانہ نکالنے کی  
 کوشش کی مگر کچھ کی تہہ دوبارہ اڑے آئی اور ان کی  
 امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ 1935ء میں بے شمار

# عجیب

دنیا بھر میں رونما ہونے والے دلچسپ اور عجیب واقعات

## نیر اکونا جنگجو

چین کی قن سلطنت کے پہلے شہنشاہ قن شی ہوانگ (Qin Shi Huang) (221 قبل مسیح-206 قبل مسیح) کا شاہ چین کے بہترین حکمرانوں میں ہوتا ہے، قن شی ہوانگ ہی وہ پہلا بادشاہ تھا جس نے کامیابی کے ساتھ تمام حریف ریاستوں کو شکست دے کر ایک جگہ متحد کیا اور ملک چین کی بنیاد ڈالی جو اس سے قبل چنگ کو اکہلاتا تھا۔ قن شی ہوانگ نے سے شالی تاتاریوں کے حملوں سے محفوظ رہنے کے لیے دنیا کی سب سے لمبی اور مضبوط دیوار ”دیوار چین“ تعمیر کی۔ اس کے دور میں طب، زراعت، ریاضیات اور سائنس نے بے انتہا ترقی کی، کہا جاتا ہے کہ قن شی ہوانگ کا مقبرہ 7 لاکھ 70 ہزار دروازوں سے مزین تھا۔ قن سلطنت کے پہلے شہنشاہ کے مقبرے کے پمپکس کی تیاری ان کے اقتدار میں آنے کے فوری بعد ہی شروع ہو گئی تھیں اور ان کے انتقال کے بعد تک یہ پمپکس مکمل نہیں ہو سکا۔ تعمیر کے دو ہزار برس بعد 1974ء میں کسانوں نے اتفاقاً طور پر دریافت کیا تھا اور ان کی کھدائی کا کام اب بھی جاری ہے۔ اس کے دریافت کے کئی برسوں بعد بھی شہنشاہ قن شی ہوانگ کی قبر کی ابھی کھدائی نہیں کی گئی ہے، لیکن ان میں دفن نیر اکونا فوج کے مجسمے کی وجہ سے یہ چین میں سب سے زیادہ سیاحوں کی پرکشش مقامات میں سے ایک بن گیا ہے۔ ایک اندازے کے مطابق اس مقبرے میں موجود تین گڑھوں میں نیر اکونا فوج کے آٹھ ہزار سے اوپر فوجی مجسمے 130، 150 گھڑ سوار اور تیر اندازوں کی اکثریت ابھی تک دفن ہے، اس کے علاوہ بازی گروں اور کھلاڑیوں سازندوں اور پرندوں کے مجسمے بھی دریافت ہوئے ہیں۔

آثار قدیمہ کے ماہرین کے مطابق تاریخ میں یہ وسیع پیمانے پر تعمیر کا پہلا واقعہ تھا ان میں مزدوروں نے بڑی تعداد میں حصہ لیا اور ان کے بنائے گئے مجسموں کو بعد میں یک جگہ کیا گیا۔ حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ان تمام مجسموں کا قد کاٹھن، شکل و صورت وغیرہ اصل زندگی کے فوجیوں کی طرح ہیں۔ ہر جنگجو کے مجسمے کا ایک انفرادی چہرہ، لباس اور بالوں کا انداز رکھتا ہے، اس کے باوجود کہ اس مقبرے کی دریافت سے قبل ہی ان مجسموں کے ہتھیار چوری کر لئے گئے اور رنگ کافی حد تک مہندم پڑ گیا ہے۔ لیکن ان کا وجود ان کی تعمیر میں ملوث محنت اور مہارت لوگوں کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہے۔

نیرا کوٹا مقبرہ کا کمپلیکس، جہاں 8 ہزار سے زائد محسے ایک حیرت انگیز منظر پیش کرتے ہیں

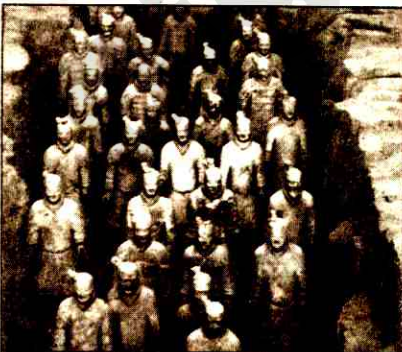


بنایا تھا۔ اس مقبرے کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا گیا وہ کوہ لی شن کے قریب کو سات لاکھ مزدوروں اور ہنر مندوں نے بنایا تھا۔ اس مقبرے کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا گیا وہ کوہ لی شن کے قریب دریائے دی کے شمالی کنارے پر تھی۔ زمین کے بہت نیچے کاریگروں نے ایک بہت شاندار محل تعمیر کیا جو خزانے سے بھرا ہوا تھا اور اس میں ایک ایسا مشینی نظام نصب کیا گیا جس کے تحت دریا اور تالاب کا پانی ایک پرزے کو دبانے سے آنے والے مہمانوں کی طرف اس طرح اچھل کر جاتا جیسے کمان سے تیر نکل

قدیم زمانے میں صدیوں تک صوبہ شان سی کا شہر چنگ یان جو اب سنگ یان کہلاتا ہے چین پر حکومت کرنے والی گیارہ سلطنتوں کا دارالحکومت رہا ہے۔ یہاں بہت سے بادشاہوں کے شاندار مقبرے ہیں جن میں کن خاندان کے پہلے بادشاہ کا مقبرہ بھی شامل ہے۔ اس وقت کے رواج کے مطابق جب 246 قبل مسیح میں تیرہ سال کی عمر میں وہ بادشاہ زیگ کی حیثیت سے تخت پر بیٹھا تو سب سے پہلے اس نے اپنا مقبرہ تعمیر کرنے کا حکم دیا۔ 475 قبل مسیح سے لے کر 221 قبل مسیح تک ڈھائی سو سال کا دور چین کی تاریخ میں جنگجو ریاستوں کا دور کہلاتا ہے۔

اس دوران چین میں مختلف فوجی بغاوتیں ہوتی رہیں اور اقتدار کی کشمکش جاری رہی۔... بادشاہ زیگ نے اس کشمکش کو ختم کر کے چین کو مستحکم اور متحد کیا، زیگ اپنے آپ کو کن سلاطین کے سلسلے کا پہلا بادشاہ کہتا تھا۔ لیکن کن خاندان اس کی موت کے بعد صرف تین سال تک حکومت کر سکا۔

موجودہ سنگ یان سے چندہ میل (چوبیس کلو میٹر) مشرق میں اس پہلے بادشاہ کا مقبرہ ہے۔ اس مقبرے کو سات لاکھ مزدوروں اور ہنر مندوں نے



ایسا لگتا ہے کہ یہ جنگجو فوجی قطار در قطار کھڑے اپنے بادشاہ کا استقبال کر رہے ہیں

آکر یہاں مزید کھدائی کی تو انہوں نے چین کی تاریخ کے عظیم قدیم دریافت کر لیے۔ یہاں ہزاروں کی تعداد میں ایسے مجسمے موجود ہیں اس کے ساتھ ہی گھوڑے، گھوڑا گاڑیاں اور دھات کے بنے ہتھیار بھی بھاری تعداد میں ملے ہیں۔ ایک خاص ترتیب سے کھڑی فوج دو ہزار سال قبل مئی کے نیچے دفن ہو گئی تھی۔ ان مجسموں کے دریافت ہونے کے بعد سے اب تک کئی مقامات پر بڑے بڑے گڑھے کھودے گئے۔ گڑھا نمبر ایک جو سب سے بڑا ہے اس کے مجسموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹیرا کوٹا کے یہ مجسمے ایسی اینٹوں پر کھڑے ہیں جن کے اندر کٹڑی لگائی گئی ہے۔ ان مجسموں کو تیار ہونے کے فوراً بعد ان اینٹوں کے ساتھ منسلک کیا گیا تھا۔ اب تک ان میں سے زیادہ تر کو کھود کر نکالا جا چکا ہے اور ان کی مرمت

کر حملہ کرتا ہے۔ اس کے ارد گرد وہم مرکزی دیواریں بنائی گئیں اندرونی مربع دیوار پچیس میل لمبی تھی جبکہ بیرونی مستطیل دیوار 305 میل لمبی تھی۔

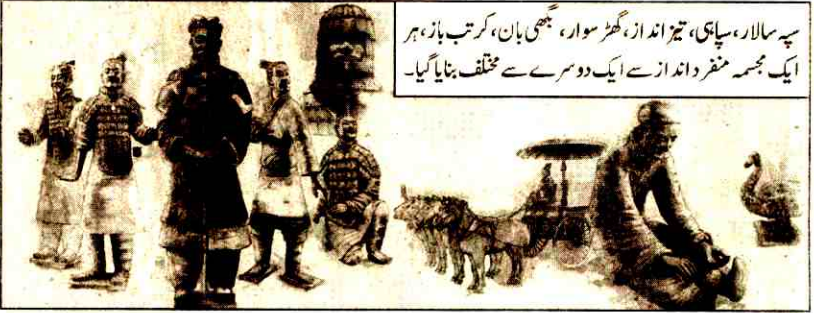
آج کل مئی کا ایک 154 فٹ اونچا محرومی شکل کا ڈھیر جو درختوں سے چھپا ہوا ہے۔ مقبرہ کی جگہ کی نشاندہی کرتا ہے لیکن یہ مقبرہ اب تک پوری طرح دریافت نہیں ہوا۔ یوں لگتا ہے کہ کن خاندان کے پہلے بادشاہ نے آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے مزید ایسے عجوبے چھوڑے ہیں جنہیں وہ دریافت کریں اور ان کی شان و شوکت دیکھ کر حیرت زدہ ہوں۔

مارچ 1974ء میں چند مزدور اس مقبرے سے ایک میل مشرق میں ایک کنواں کھود رہے تھے تو وہ وہاں انسانی جسامت کے برابر سرخی مائل بادامی رنگ کے مجسمے دیکھ کر حیران رہ گئے۔ پھر جب ماہرین نے



حیرت انگیز امر یہ ہے کہ ان تمام مجسموں کا قد کاٹھ، شکل و صورت وغیرہ اصل زندگی کے فوجیوں کی طرح ہیں۔ ہر جنگجو کا مجسمہ ایک انفرادی چہرہ، لباس اور بالوں کا انداز رکھتا ہے،

سپہ سالار، سپاہی، تیز انداز، گھڑ سوار، بھیجی بان، کرتب باز، ہر ایک مجسمہ منفرد انداز سے ایک دوسرے سے مختلف بنایا گیا۔



ہر مجسمہ جو ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے اسے کسی سانچے کی مدد سے نہیں بنایا گیا۔ ان مجسموں کے سر، ٹانگیں اور بازو علیحدہ سے بنا کر انہیں منی کے ذریعہ دھڑ کے ساتھ جوڑا گیا ہے۔ اس کے بعد عمدہ قسم کی مٹی کی ایک تہہ ان پر جمائی گئی اور اس تہہ پر چہرے کے تاثرات اور لباس کی مختلف تفصیلات کو ابھارا گیا۔ گھوڑوں کے مجسمے بھی اسی انداز میں بنائے گئے ہیں۔

ہزاروں کی تعداد میں دھات سے بنے ہتھیار جن میں تلواریں، نیزے، بھالے اور تیر کمان شامل ہیں ان مجسموں کے ساتھ رکھے ہیں کانسے کی بنی تلواریں اور بھالے اب تک اتنے ہی تیز ہیں جیسے کہ وہ دو ہزار سال قبل ہوں گے۔

میرا کوٹا کے مجسموں کی یہ پوری فوج کیوں بنائی گئی اس کے بارے میں ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ اس سلسلے میں مختلف اندازے لگائے گئے ہیں۔

اندازہ لگایا گیا ہے کہ پہلے بادشاہ کے مقبرے کے مغرب میں یہ جگہ ایک معیاری شاہی شہر کی علامت ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ مجسمہ اس علامت کے طور پر بنائے گئے کہ وہ اس مقبرہ کی سدا حفاظت کرتے رہیں گے۔



کر کے دوبارہ اس گڑھے میں کھڑا کر دیا گیا ہے۔ یہ گڑھا جس نے اس مقام پر نمائندگی کی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ 755 فٹ (330 میٹر) لمبا اور 246 فٹ (پچھتر میٹر) چوڑا ہے اور ایک بہت بڑی محرابی چھت سے ڈھکا ہوا ہے۔ اب یہ کن کے پہلے بادشاہ کے میرا کوٹا جنگجوؤں کا عجائب گھر کہلاتا ہے۔ اس عجائب گھر کو عام لوگوں کے لیے 1979ء میں کھولا گیا تھا۔ اس عجائب گھر کے ارد گرد اسی قسم کے اور گڑھے کھودے گئے ہیں۔ وہ اگرچہ اتنے بڑے نہیں لیکن مجسموں کی وجہ سے پہلے گڑھے جتنے ہی قابل دید ہیں۔

ان مجسموں کی دریافت سے معلوم ہوتا ہے کہ کن خاندان کے دور حکومت میں مجسمہ ساز اپنے کام میں کس قدر ماہر تھے۔ ان مجسموں کو اس وقت دلکش رنگوں سے پینٹ کیا گیا ہو گا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ یہ رنگ مٹ گیا ہے یہ مجسمے اس وقت کی شاہی فوج کے پیدل سپاہیوں، تیر اندازوں اور گھوڑ سواروں پر مشتمل ہیں۔ ان مجسموں کے چہروں پر پھیلے مختلف تاثرات انہیں دیگر مجسموں سے منفرد کر دیتے ہیں۔ ان میں سب سے اونچا اور پراسرار مجسمہ 605 فٹ اونچا فوج کے سپہ سالار کا مجسمہ ہے اس کی زرہ پر دلکش انداز کا کام کیا گیا ہے۔



اگر ہم انسانی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ ہر ملت و قوم و معاشرہ پر کوئی نہ کوئی شخصیت، مذہب، ثقافت یا واقعات اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔ اقوام نے انہیں یاد رکھنے کے لیے کچھ دن مخصوص کیے ہیں۔ یہ اہم دن، قوموں کی ثقافت کا حصہ بن کر تہواروں کا درجہ حاصل کر جاتے ہیں۔ دیکھا جائے تو ہر اقوام میں کوئی نہ کوئی دن منسوب ہے اور ہر آنے والا مہینہ تہواروں، خوشیوں، غموں، تجربات اور یادوں کے نقوش مرتب کر رہا ہے۔

ستمبر 2014ء  
ذوالقعدہ / ذوالحجہ 1435ھ

## یوم دفاع پاکستان

قوموں اور ملکوں کی تاریخ میں کچھ دن ایسے ہوتے ہیں جو عام ایام کے برعکس بڑی قربانی مانگتے ہیں۔ یہ دن فرزند ان وطن سے حفاظت و وطن کے لئے تن من دھن کی قربانی کا تقاضا کرتے ہیں، ماں سے ان کے جگر گوشے اور بوڑھے باپوں سے ان کی زندگی کا آخری سہارا قربان کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ قربانی کی لازوال داستانیں رقم ہوتی ہیں، سروں پر کفن باندھ کر سرفروشان وطن رزمگاہ حق و باطل کا رخ کرتے ہیں، آزادی کو اپنی جان و مال پر ترجیح دے کر دیوانہ وار لڑتے ہیں، کچھ جام شہادت نوش کر کے امر ہو جاتے ہیں اور کچھ غازی بن کر سرخرو ہوتے ہیں۔ تب جا کر کہیں وطن اپنی آزادی، وقار اور علیحدہ تشخص برقرار رکھنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔



ایسا ہی ایک دن وطن عزیز پاکستان پر بھی آیا جب بھارت نے اپنے جثت باطن سے مجبور ہو کر ستمبر 1965ء کو پاکستان پر شہ خون مارا۔ بھارت کا خیال تھا کہ راتوں رات پاکستان کے اہم علاقوں پر قبضہ کر لیں گے لیکن انہیں اندازہ نہیں کہ شیر سویا ہوا ہو پھر بھی شیر ہی ہوتا ہے۔ انوج پاکستان اور عوام پاکستان نے مل کر دیوانہ وار دشمن کا مقابلہ کیا۔ سروں پر کفن باندھ کر دشمن سے بھڑ گئے، جسموں سے بارود باندھ کر نینکوں کے آگے لیٹ گئے، عوام نے اپنا سب کچھ دفاع و وطن کے لئے قربان کر دیا۔ اور دشمنوں کے ٹاپاک عزائم کو رزق خاک بنا دیا۔

## امن کا عالمی دن

21 ستمبر کا دن عالمی امن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ آج کا دن انسان باشعور، تعلیم یافتہ اور مہذب ہے۔ جدید ٹیکنالوجی نے اسے سیاروں تک پہنچنے کی صلاحیت عطا کر دی ہے لیکن ان سب کے باوجود آج دنیا بھر امنی کا شکار ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں اس کے اثرات مختلف جبکہ ترقی پزیر اور غریب اقوام شدید ترین تحریمی کارروائیوں کا شکار ہیں۔

نومبر 1981ء میں اقوام متحدہ جنرل اسمبلی کی ایک قرارداد کی رو سے ہر سال 21 ستمبر کا دن امن کے عالمی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے حکومتوں اور قوموں کے درمیان امن کے تصورات کو مضبوط بنانے پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے۔ یہ دن منانے کا مقصد دنیا میں نفرتوں اور جنگ و جدل کو ختم کر کے محبت کو بڑھانا ہے۔ عالمی یوم امن کے موقع پر عالمی برادری توقع کرتی ہے

کہ بڑے ممالک اپنی جابرانہ اور جنگی پالیسیوں کو ختم کر کے دنیا میں امن پھیلانے کیلئے اقدامات کریں گے۔ اس

دن کی مناسبت سے مختلف ملکی اور بین الاقوامی تنظیموں سمیت امن کے لئے تقریبات منعقد کی جاتی ہیں۔ ریلیوں اور جدوجہد کرنے والی این جی اوز کے خصوصی واک کا اہتمام کیا جاتا ہے۔



## حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ قادری ؒ

17  
مئی  
2014

برصغیر ہند و پاکستان، خصوصاً کشمیر و صوبہ سرحد کے معروف بزرگ حضرت ابوالبرکات سید حسن بادشاہ قادری کا سلسلہ نسب حضرت غوث اعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ تک پہنچتا ہے، آپ جمادی الآخر 1023ھ (تھمبہ (سندھ) کے صوفی بزرگ حضرت سید عبداللہ صحابی کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کے والد عبداللہ شاہ صحابی کا مزار آج بھی سندھ کے مشہور و معروف شہر ٹھٹھہ کے قبرستان مٹکی میں ہے۔ آپ نے تعلیم و تربیت اور منازل سلوک اپنے

والد گرامی سے حاصل کیے۔ والد کے انتقال کے بعد آپ ریاضت و مجاہدہ اور مکمل خلوت کے لئے سات برس تک دریائے شور تشریف لے گئے، جب آپ کمالات ظاہری و باطنی سے مزین ہو گئے تو تبلیغ اسلام کے لئے ہندوستان کے کونے کونے کا سفر کیا۔ آپ کی کوششوں سے ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے۔ غرضیکہ تبلیغ کرتے کرتے پنجاب پہنچے۔ لاہور میں قیام فرمایا مگر آپ کو سید شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف سے پشاور میں رہ کر کشمیر، ہزارہ، کابل، غزنی اور ہرات تک تبلیغ کرنے کا حکم ملا، چنانچہ 1082 ہجری میں آپ پشاور پہنچے، پشاور سے ایک میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ سلطان پور (حلقہ بگرام) میں قیام کیا۔ سات سال تبلیغ کے بعد 1089 ہجری میں، ہزارہ اور پھر کشمیر روانہ ہوئے۔ آپ نے 1091 ہجری میں کشمیر پہنچ کر تشنگان ہدایت کو علوم باطنی سے سیراب کیا۔ کشمیر سے واپس پشاور پہنچ کر چند ماہ آرام فرمایا اور پھر کابل کا سفر کیا۔ آپ نے سرزمین سرحد، پنجاب، افغانستان اور کشمیر کے تمام خطوں میں سلسلہ قادریہ کو عروج و کمال تک پہنچایا۔ ابوالبرکات حضرت سید حسن بادشاہ جیلانی قادریؒ 21 ذی قعدہ 1115 ہجری بوقت وفات پائی۔ آپ کا مزار اقدس یکہ توت پشاور میں مرجع خلائق ہے، جہاں ہر سال کی طرح اس سال آپ کا 320 واں عرس 21 ذی قعدہ کو منایا جائے گا۔

ان کے مستقبل کو محفوظ بناتا ہے۔ اقوام متحدہ کے ذیلی ادارہ یونیسکو نے 17 نومبر 1965ء کو شرح خواندگی کا عالمی دن منانے کا فیصلہ کیا اور 1966ء کو پہلی مرتبہ اس دن کو منایا گیا۔ یونیسکو رپورٹ کے مطابق اس وقت دنیا بھر میں 79 کروڑ 60 لاکھ باغ افرو میں ہر پانچواں فرد لکھنا پڑھنا نہیں جانتا جبکہ چھ کروڑ 74 لاکھ بچے اسکول نہیں جاتے۔ پاکستان میں ستر لاکھ بچے پرائمری یعنی بنیادی تعلیم کی سہولت سے محروم ہیں۔ جبکہ 10 سال اور اس سے بڑی عمر کے افراد میں شرح خواندگی صرف 58 فیصد ہے جو بہت سے ترقی پذیر ملکوں سے بھی کم ہے۔

اوڑھنے پر تنازعات پیدا ہونے کے بعد اپریل میں ہیملٹن کی مشہور میک ماسٹر یونیورسٹی میں کچھ مسلم و غیر مسلم طلبہ نے جناب ڈے منایا۔ کچھ عرصے بعد یہ دن فرانس میں قومی سطح پر منایا جانے لگا۔ کچھ عرصہ بعد کینیڈا میں بھی اس دن کو منایا جانے لگا۔ فرانس اور کینیڈا کے بعد اب چار ستمبر کو عالمی سطح پر جناب کا دن منایا جاتا ہے۔

### شرح خواندگی کا دن

8 ستمبر کو دنیا بھر میں خواندگی کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے کا مقصد خصوصاً بچوں میں شرح خواندگی میں اضافہ کر کے

### حجاب کا عالمی دن

حجاب امت مسلمہ کا وہ شعار، مسلم خواتین کا وہ فخر و امتیاز جو اسلامی معاشرے کو پاکیزگی عطا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ پاکستان سمیت دنیا بھر میں 4 ستمبر کو جناب کا عالمی دن بھر پور طریقے سے منایا جاتا ہے۔ اس موقع پر مختلف تقریبات منعقد کی جاتی ہیں جن میں جناب کی اہمیت، افادیت پر تفصیلی روشنی ڈالی جاتی ہے جبکہ تمام بڑے شہروں میں خصوصی سیمینارز اور کانفرنسز کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ جناب ڈے کی بنیاد فرانس میں جناب کھٹاف پابندیوں میں۔ فرانس میں مسلم خواتین کے برقع

## سیاحت کا عالمی دن

دنیا بھر میں 27 ستمبر کو سیاحت کا

عالمی دن منایا جاتا ہے، سیاحت کا یہ عالمی دن ورلڈ ٹورازم آرگنائزیشن کی ایگزیکٹو کونسل کی سفارشات پر اقوام متحدہ جنرل اسمبلی کی قرارداد کے مطابق 1970ء سے منایا جا رہا ہے۔ یہ دن منانے کا مقصد دنیا کو یہ باور کرنا ہے کہ سیاحت بین الاقوامی برادری کے لئے ناکمز رہے اور سیاحت سلمتی، ثقافتی اور اقتصادی حالات پر برہم رست اثر انداز ہوتی ہے۔ پاکستان کا

شہر دنیا کے ان چند ممالک میں ہوتا ہے جو ایڈونچر ٹورازم، قدرتی خوبصورتی، مذہبی سیاحت اور تاریخی مقلات سے مالا مال ہے۔ پاکستان کے قدرتی مناظر میں ساحل سمندر سے لے کر آسمان کو چھوتی برف پوش پہاڑی چوٹیاں، خوبصورت آبشاریں۔ چشمے و بھرنے، سرسبز گھنے جنگلات سے بھرے پہاڑ اور وادیاں، خواہوں سے بھری رعبان نیز جھیلیں اور وسیع عریض دنیا کے مشہور صحرا شامل ہیں۔ یہاں ہندوؤں کے تاریخی مندر، سکھوں کے قدیم مذہبی مقلات اور بدھ مت کی تاریخی نشانیاں ٹیکسلا اور گندھارا کی قدیم تہذیبوں کی صورت میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ صدیوں پرانی تہذیب کے آثار قدیمہ، ثقافت اور صوفی ازم بھی سیاحوں کی خصوصی دلچسپی کا مرکز ہیں۔ ملک کے دلکش قدرتی مناظر کے بیشتر علاقے صوبہ سرحد اور شمالی علاقہ جات میں واقع ہیں ان

## بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی 66ویں برسی

11 ستمبر 1948 کو بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح اس جہان فانی سے

پردہ فرما گئے تھے۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کی 66ویں برسی 11 ستمبر کو ملک بھر میں عقیدت و احترام سے منائی جائے گی۔ قائد اعظم کے یوم وفات کے موقع پر پوری قوم ان کی عظمت اور قیادت کو خراج تحسین پیش کرتی ہے۔ اس روز حزار قائد کراچی میں، گورنر و وزیر اعلیٰ سندھ اور تینوں مسلح افواج کے نمائندے قائد اعظم کے حزار پر فاتحہ خوانی اور پھولوں کی چادریں چڑھائیں گے جبکہ عام شہریوں کے علاوہ مختلف شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات بھی حزار قائد پر فاتحہ خوانی کریں گی۔ ملک بھر میں قائد اعظم محمد علی جناح کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے سیمینار اور تقریبات کا انعقاد بھی کیا جائے گا۔

سورج کی خطرناک الٹرا وائلٹ شعاعوں کو نہ صرف زمین کی طرف آنے سے روکتی ہے بلکہ زمین پر اس کے نقصان دہ اثرات کا خاتمہ کرتی ہے۔ اوزون اوکسیجن کے تین ایٹمز کے ساتھ ایک شفاف اور نظر نہ آنے والی گیس ہے جو قدرتی طور پر فضا میں موجود ہوتی ہے۔ اوزون کی نوے فیصد مقدار زمین کی سطح سے پندرہ تا پچیسین کلومیٹر اوپر بالائی فضا میں پائی جاتی ہے۔ مگر 1970ء کی دہائی میں یہ انکشاف ہوا کہ انسانی ترقی نے کرہ ارض کی حفاظت کے اس قدرتی نظام کو بھی خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ ان ہی خطرات کے بارے میں شعور پیدا کرنے کیلئے دنیا بھر میں 16 ستمبر کو اوزون کی تہ کے بچاؤ کا دن منایا جاتا ہے۔ اوزون کا دن منانے کا مقصد تمام مخلوقات کے صاف اور صحت مند مستقبل کیلئے شعور، ذمہ داری اور عملی کام کو آگے بڑھانا ہے۔ انسان کے غیر ذمہ دارانہ رویہ کی

میں مشرق کے سوئٹزر لینڈ وادی سوت کے علاوہ رعبان پرور وادی کاغان، گلپت وادی کیلاشا، ہولوی ہنزہ، شگر یلا وغیرہ ملکی وغیر ملکی سیاحوں کی خاص توجہ کے مرکز ہیں۔ پاکستان میں اگرچہ کئی ناگوار پربت، چترال، اسکردو، گلگت، ہنزہ، سوات، ہزارہ، مری اور کشمیر کے پہاڑی سلسلے سیاحوں کے لئے کشش کا باعث ہیں لیکن شمالی علاقہ جات میں مناسب ذرائع آمد و رفت اور دنیا سے برہم رست فضا کی رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے خواہش کے باوجود سیاحوں کی اکثریت یہاں نہیں پہنچ پاتی۔ پاکستان میں جہاں عالمی سیاحت امن و امان کی صورت حال سے مشروط ہے۔ وہیں یہاں موجود قدرتی اور ثقافتی ورثہ تک سیاحوں کو باہولت رسائی دینا ضروری ہے۔

## اوزون کے تحفظ کا دن

اوزون زمین کے گرد وہ تہہ ہے جو کہ

25  
2014

## نورائزی کا تہوار

ہر سال ہندوؤں کے کلیئزر کے ساتویں مہینے "اشون" کا چاند نظر

آتی ہے، نورائزی کا تہوار شروع ہو جاتا ہے۔ دس دن جاری رہنے والے اس

تہوار کو نورائزی اور درگاہ پوجا کے نام سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ جو دنیا بھر میں

موجود ہندو برادری رواجی جوش و خروش سے مناتی ہے۔ اس تہوار پر ہندوؤں دن

روزے رکھتے ہیں اور درگاہ ماتا پر پھل اور پھول چڑھاتے ہیں۔ اس دن کو ہندو

برائی پر اچھائی کو جیت کے طور پر مناتے ہیں کیونکہ اسی دن رام نے راوَن کو

کھست دی تھی۔ اس تہوار میں راوَن کے پتے کو جلا جاتا ہے۔ کم و بیش پورے

ہندوستان اور ہندو اقلیت ممالک میں مندروں کو قعبوں اور پھولوں سے

زبردست طریقے سے سجایا جاتا ہے، پاکستان میں بھی اقلیت میں موجود ہندو

برادری یہ تہوار رواجی جوش و خروش سے یہ تہوار مناتی ہے۔

## روش بہانہ .... یہودوں کا نیا سال

روش ہاشاہ (رأس السنہ) یعنی سال کا شروع، یہودی کلیئزر میں نئے

سال کا تہوار ہے جو یہودی ماہ تشری کا پہلا دن ہے اسے زنگوں کی عید، اور نئے

چاند کی عید بھی کہتے ہیں، مسیحی کی تھوگک اس کو نوروز کہتے ہیں۔ یہ خوشی کا تہوار

ہے، اس دن صبح سے شام تک شول میں عبادت کے دوران نرسے پھونکے جاتے

ہیں، جس سے قوم کی روح کو پیدا کیا جاتا ہے اور آنے والے سال کی خوش شگونگی

کے لیے روٹی اور پھل کو شہد میں ڈبو کر کھایا جاتا ہے۔

وجہ سے زمین کے قدرتی وسائل کم رہے ہیں۔ اوزون کی تہ میں شگاف کے باعث سورج کی مضر صحت شعاعوں کے براہ راست کرہ ارض پر پہنچنے سے یہاں زندگی متاثر ہو رہی ہیں۔ جس کی وجہ سے درجہ حرارت میں اضافہ ہو رہا ہے۔

## امراض قلب کا دن

دنیا بھر میں امراض قلب کا عالمی دن 29 ستمبر کو منایا جاتا ہے۔ اس دن کو منانے

کا مقصد لوگوں میں دل کی بیماریوں کے متعلق مکمل آگاہی اور ان سے بچاؤ کیلئے

شعور پیدا کرنا ہے۔ دنیا میں لاکھوں افراد ہر

سال دل کی بیماریوں کی وجہ سے موت کے

منہ میں چلے جاتے ہیں۔ پاکستان میں ہر

سال تقریباً دو لاکھ افراد دل کے امراض

کے باعث ہلاک ہو جاتے ہیں۔ عالمی ادارہ

برائے صحت نے خبردار کیا ہے کہ سن دو

ہزار تیس تک دنیا بھر میں دل کے امراض

کے سبب اموات کی شرح سترہ اعشاریہ

تین ملین سے بڑھ کر تیس اعشاریہ چھ

ملین تک پہنچ سکتی ہے۔ دل کے امراض

کی بڑی وجوہت میں تمباکو نوشی، غیر

صحتمند غذا اور جسمانی سرگرمیوں کا فقدان

ہے۔ دل کے امراض سے بچنے کے لیے

تمباکو نوشی ترک کی جائے، روزانہ پھل

اور سبزیوں کا استعمال کیا جائے اور دن بھر

میں ایک چائے کے چمچ سے زیادہ نمک

خوراک میں ہرگز استعمال مت کریں۔ دل

کی بیماریوں سے بچنے کے لیے روزانہ کم از کم

آدھا گھنٹہ جسمانی سرگرمیوں میں گزارا

جائے یا ورزش کی جائے۔ دل کی صحت

24  
2014

سے متعلق عوامی آگاہی کی بیداری کا عالمی

دن اس دن کی مناسبت سے 29

ستمبر کو ملک بھر میں سیمینارز اور آگاہی

واک بھی منعقد کی جائیں گی۔

## پیدالمہک کا عالمی دن

پاکستان سمیت دنیا بھر میں پیدالمہک

کا عالمی دن 08 ستمبر کو منایا جاتا ہے، اس

دن کو منانے کا مقصد سکولوں میں تعلیم

حاصل کرنے والے معذور افراد کے

حوالے سے شعور اجاگر کرنا تھا۔ پاکستان

نے پہلی مرتبہ پیر الپکس میں

1992ء میں شرکت کی تھی سر

پیر الپکس میں شرکت کیلئے قومی

اتھلیٹس بھیجے جا رہے ہیں۔ اس دن کا

بنیادی مقصد بچوں اور بالخصوص نوجوان

طبقہ میں پیر الپکس سپورٹس کھیلوں کے

حوالے سے شعور اجاگر کرنے کے ساتھ

ساتھ معذور افراد کے مسائل کے بارے

میں لوگوں میں آگاہی فراہم کرنا ہے۔



نوٹ: اس مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ جبری تاریخوں کی تبادلاً مکتبہ عیسوی

تاریخیں دیں جائیں، البتہ درست جبری تاریخیں چاند کے نظر آنے سے شروع ہے۔

### انکشافات

ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں، مثال کے طور پر جب کچھوے دریاؤں میں ہجرت کرتے ہیں تو لو فریکوئسی کی آواز نکالتے ہیں جو پانی میں دو تک سفر کرتی ہے جو ایک ساتھ سفر کرنے میں مددگار ہوتی ہے اسی طرح جب بچے اندے سے نکلنے ہیں تو مادہ ہائی فریکوئسی کی آوازیں نکالتی ہے جو انہیں ساحل کے کنارے بہتر اور محفوظ جگہ کا پتہ دیتی ہے۔ تحقیق کے مطابق کئی دہائیوں سے رہنے والے کچھوے نوجوان کچھووں کو یہ کمیونٹی کیشن صلاحیت منتقل کرتے ہیں۔

زندگی کے کئی رازوں سے پردہ اٹھایا، اس تحقیق کے لیے انہوں نے مائکروفونز اور پانی کے نیچے کام کرنے والے ہائڈروفونز کا استعمال 250 کچھووں پر کیا، نئی ریسرچ کے مطابق کچھوے انتہائی پیچیدہ معاشرتی زندگی گزارتے ہیں۔ ایک ریسرچر کمیونٹی کا کہنا ہے کہ کچھوے 6 مختلف قسم کی آوازے نکالتے ہیں اور ہر آواز پر کچھووں کا رد عمل مختلف ہوتا ہے تاہم اس کے بالکل صاف اور واضح مطلب سمجھنا مشکل ہے، اس سے ایک بات تو واضح

### کچھوے کیا باتیں کرتے ہیں

جانور ایک دوسرے سے کیسے رابطہ کرتے ہیں اور کیا باتیں کرتے ہیں ایک ایسا دلچسپ راز ہے جس سے سائنسدان پردہ اٹھانے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور کئی کامیابیاں بھی حاصل کی ہیں ایسی ہی کامیابیوں میں ان کو کچھوے کی باتیں جان کر۔ امیزان کے جنگلات میں ڈائلڈ لائف کنٹرویل سوسائٹی اور نیشنل انسٹی ٹیوٹ آف امیزان نے 3 سال تک تحقیق کی اور کچھووں کی



### انسانی جلد سونگھ بھی سکتی ہے، نئی تحقیق

انسانی جلد کے بارے میں آج تک تو یہی سمجھا جاتا رہا کہ یہ صرف چھونے اور رد حرارت کو ہی محسوس کر سکتی ہے لیکن اب ایک نئی تحقیق نے بتایا ہے کہ ہماری جلد سونگھ بھی سکتی ہے۔ سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ سینٹ ریسپنڈرز (سونگھنے کی صلاحیت رکھنے والے خلیات) ہمارے ناک کے علاوہ بھی کئی اعضاء میں پائے جاتے ہیں اور خصوصاً جلد میں ان کی موجودگی ثابت بھی ہو چکی ہے۔ تحقیق کے مطابق سائنسدانوں نے جب صندل کا تیل جلد پر لگایا تو یہ جلد کے سونگھنے والے خلیات میں جذب ہو گیا جس کے نتیجے میں ان خلیات میں تقسیم اور تیسرے ناک کا عمل شروع ہو گیا جو کہ جلد کو صحت مند اور جوان رکھنے کے لیے ضروری ہے۔ سائنسدانوں نے یہ بھی معلوم کیا کہ اس تیل کا جلد کے خلیوں پر براہ راست اثر ہوا جب کہ ناک سے کسی خوشبو کو سونگھنے پر پہلے اس کا پیغام دماغ کو جاتا ہے اور اس کے بعد دماغ حریف عمل کے لیے ہدایات دیتا ہے۔ اس دریافت کے بعد سائنسدانوں نے تو بیع ظاہر کی ہے کہ مستقبل میں بہت سے مسائل کے حل کے لیے ادویات براہ راست جلد پر استعمال کی جاسکیں گی۔ [ماخذ: نیوسائنسٹ میگزین]

ڈاک ٹکٹ

جکتے پراسیسر

امریکی کمپیوٹرساز

کمپنی آئی بی ایم اور کورئل ٹیک کے ریسرچرز نے ایک ایسی پراسیسر چپ متعارف کرائی ہے، جس کا حجم ایک ڈاک ٹکٹ کے برابر ہے تاہم اس کی کمپیونگ طاقت ایک سپر کمپیوٹر کے برابر ہے۔ ایک ڈاک ٹکٹ جتنی سائز کی حامل یہ چپ 4,096 کورز اور

5.4 بلین ٹرانسزسٹرز پر مشتمل ہے،

اس نئی چپ کو "TrueNorth" کا

نام دیا گیا ہے۔ اس چپ میں ایسے

علاقے ترتیب دیے گئے ہیں جو بغیر

کسی بیرونی سافٹ ویئر کے

پراسیسنگ، راپٹوں اور ڈیٹا کو ذخیرہ

کرنے کے کام انجام دیتے ہیں۔

جسم میں تحلیل ہونے والے برقی آلات

امریکی سائنسدانوں نے انتہائی

باریک برقی آلات ایجاد کر لیے ہیں

جو انسانی جسم میں حل ہو جاتے ہیں۔

سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ ان آلات کا

مختلف قسم کی بیماریوں

کے علاج میں کردار ہو

سکتا ہے۔ یہ آلات اپنا

کام مکمل کرنے کے بعد

خود بخود جسم میں حل ہو



ورزش کے ساتھ بیٹری بھی چارج کیجئے

دنیا بھر کے ہر طبقے میں ورزش کی اہمیت مسلمہ ہے اور اگر ورزش کے

دوران بیٹری بھی چارج ہو جائے تو اسے سونے پر سہاگہ کہا جاسکتا ہے۔ جی

ہاں..... سائنسدانوں نے ایک ایسی بیٹری ایجاد کی ہے جو ورزش کے دوران

انسانی پسینے سے چارج ہوتی ہے۔ بین الاقوامی سائنسی ادارے امیریکن کیمیکل

سوسائٹی کے اجلاس کے دوران ایک نیو نمادیاؤ اس پیش کی گئی جسے ایک

چھوٹی بیٹری کے ساتھ انسانی جسم سے منسلک کیا جاتا ہے اور جب اس کا جسم

ورزش کے دوران پسینہ خارج کرنے لگتا ہے تو بیٹری

چارج ہونے لگتی ہے۔ عنقریب دستی

گھڑیاں اور موبائل فون ورزش کے دوران

پسینے بھی چارج کی جاسکیں۔



ساتھ ساتھ یہ کام مشینوں سے بھی

جائیں گے۔ اس تکنیک کا استعمال



ہے تاکہ اس پر

بیکٹریا کے حملوں

کے نتیجے میں ہونے

والے ممکنہ انفیکشن

سے بچا جاسکے۔ یہ

آلات سیلیکون اور

میگنیشیم آکسائیڈ کے

امریکی ریاست نیویارک میں ماہرین

نے ایسی روبوٹک مشین تیار کی ہے جو

منٹوں میں سخت لکڑی پر ایسی نقاشی

کرتی ہے کہ عام سی لکڑی قیمتی شے

میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ کمپیوٹر سے

منسلک اس روبوٹک مشین کو من پسند

ڈیزائن سے آگاہ کر دیا جاتا ہے جسے

یہ اپنے تیز دھار والے آلے سے

تراش کر لکڑی کی سطح پر بنا دیتا ہے۔

زخموں کو گرم رکھنے کے لیے کیا جا رہا

ہے تاکہ اس پر

بیکٹریا کے حملوں

کے نتیجے میں ہونے

والے ممکنہ انفیکشن

سے بچا جاسکے۔ یہ

آلات سیلیکون اور

میگنیشیم آکسائیڈ کے

بنے ہیں اور تحفظ کے لیے انہیں ریٹشم

کے باریک ترین پردوں میں لپیٹا گیا

ہے۔

لکڑی پر منٹوں میں

دلکش نقاشی کرنیوالی

روبوٹک مشین

کچھ عرصہ قبل ماہر کارگری لکڑی

پر تراش خراش کر کے دلکش تیل

بوٹے بناتے تھے مگر اب ان کے

## موٹے افراد

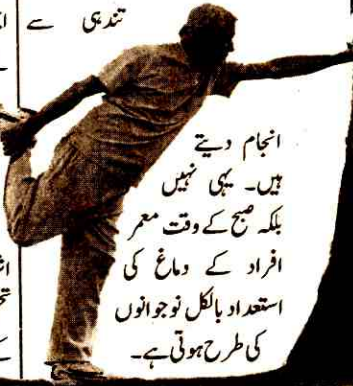
### کند ذہن

موٹے افراد میں ذہانت کی سطح بھی دبلے افراد کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔ فرانسیسی طبی ماہرین کی تحقیق کے مطابق جیسے جیسے جسمانی وزن بڑھتا ہے آئی کیو کی سطح کم ہوتی جاتی ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ موٹاپے کے باعث جسم میں چربی جمع ہو جاتی ہے جس سے ایسے کیمیکل خارج ہوتے ہیں جو سوچنے سمجھنے والے ہارمونز کی کارکردگی کو مست کر دیتے ہیں جبکہ موٹاپے کے باعث دماغ کو خون پہنچانے والی رگوں میں بھی چکنائی جم جاتی ہے جو دماغ کی صلاحیت پر اثر انداز ہوتی ہے۔

### معمر افراد صبح

#### ذہنی طور پر زیادہ مستعد

ایک نئی تحقیق کے مطابق، معمر افراد صبح کے وقت زیادہ تازہ دم ہوتے ہیں اور بہت سے امور زیادہ تندی سے



انجام دیتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ صبح کے وقت معمر افراد کے دماغ کی استعداد بالکل نوجوانوں کی طرح ہوتی ہے۔

## امراض قلب اور فالج میں

### ورزش دوا جتنی

#### یہی مؤثر

لندن اسکول آف اکنامکس، ہارورڈ میڈیکل اسکول اور اسٹینفرڈ یونیورسٹی کے اسکول آف میڈیسن کے زیر اہتمام تحقیقات سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ ورزش دل کے امراض میں مبتلا مریضوں کے ساتھ فالج کے مریضوں پر بھی دوا سے زیادہ اثر کرتی ہے۔ تحقیقین کا کہنا ہے کہ ورزش کو مریضوں کے علاج میں شامل کیا جانا چاہیے۔

### لنچ کے بعد نیند ، بچوں کی ذہنی قوت بڑھاتی ہے،

بچوں کی دوپہر کے کھانے کے بعد ایک گھنٹے کی نیند ان کی ذہنی قوت کو بڑھانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ یونیورسٹی آف میساچوسٹ ایمرہرسٹ کے تحقیق دانوں نے 40 بچوں پر تحقیق کے بعد اپنی رپورٹ میں کہا کہ

تین سے پانچ سال کے بچوں کے لیے قیلولہ اچھا ہے، جس کے اثرات اگلے دن تک رہتے ہیں، تحقیق کے مطابق بچوں کی عمر بڑھنے کے ساتھ ان میں قیلولہ کی عادت ختم

## صحت

ہو جاتی ہے۔ چاق

دوبند بچوں کیلئے

ضروری ہے کہ وہ 24

گھنٹوں میں 11 سے 13 گھنٹے

نیند لیں۔ بچوں کی

دوپہر کے کھانے کے بعد ایک گھنٹے

کی نیند ذہنی قوت بڑھاتی ہے۔

### جوڑوں کے درد سے

#### بچنے کے لیے بروکلی

برطانوی تحقیق کاروں

کا کہنا ہے کہ بہت زیادہ

بروکلی (پھول گو بھی

سے مشابہہ سبزی)

کھانے سے جوڑوں کے درد سے بچا جا

سکتا ہے۔ بروکلی میں ایک خاص

مرکب پایا جاتا ہے جو کمر کی ہڈی کو

نقصان پہنچانے والے انزائم یا کیمیائی

خیر کارا تہ روکتا ہے۔

### مچھلی کھائیں

#### یادداشت بڑھائیں

یوں تو بادام کھانا دماغی صحت کے

لئے مفید قرار دیا

جاتا ہے لیکن اب

ماہرین نے یہ انکشاف کیا ہے

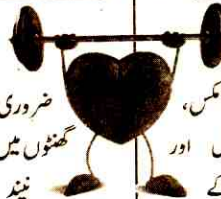
کہ مچھلی کھانا بھی یادداشت بڑھانے کا

سبب بن سکتا ہے۔ امریکہ میں ہونے

والی ایک تحقیق کے مطابق کہ بیضے

میں ایک دن بھی مچھلی کھانا یادداشت

کے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکتا ہے۔



مشین اور انسان میں فرق، جلد ہی مشکل

1982ء میں ہالی ووڈ میں ایک فلم بلڈ رنر Blade Runner بنائی گئی تھی۔ اس فلم میں 2019ء کا نقشہ کھینچا گیا تھا جس میں جینیاتی انجینئرنگ کی مدد سے تیار کردہ روبوٹس دکھائے گئے تھے جنہیں ریپلیکینٹس replicants کا نام دیا گیا تھا۔ فلم کے ہیرو کو یہ ذمہ داری سونپی جاتی ہے کہ وہ روبوٹس کو تلاش کر کے ان کا خاتمہ کرے مگر ہیرو کے لیے ایک مسئلہ ان روبوٹس کو شناخت کرنا ہوتا ہے، کیونکہ یہ روبوٹس انسانوں کے درمیان ہی رہ رہے ہوتے ہیں، یہ روبوٹس شکل و صورت کے اعتبار سے ہو بہو انسانوں کی شکل کے تھے مگر صلاحیتوں میں عام انسانوں سے کہیں بہتر۔

پروفیسر ہنرک ستاؤف اپنے ہمشکل روبوٹ کے ہمراہ

اب سائنس فکشن بہت تیزی سے اس تصور کو حقیقت میں بدل رہی ہے۔ یعنی جو چیزیں پہلے محض تصور قرار دی جاتی تھیں اب بہت حقیقت کا روپ دھارتی جا رہی ہیں۔ جاپان میں روبوٹس کے میدان میں ہونے والی پیشرفت کے بعد سائنسدانوں کا کہنا ہے کہ اب وہ وقت زیادہ دور نہیں جب ایک ایسا مستقبل جس میں انسان اور مشین کے درمیان فرق بتانا مشکل ہو جائے گا۔

جاپان میں روبوٹ اب بہت سے کام انجام دے رہے ہیں مثلاً یہ نوڈلز پکاتے ہیں، فزیو تھیراپی کرانے والے مریضوں کی مدد کرتے ہیں اور یہاں تک کہ 2011ء میں فوکوشیما کے جوہری بجلی گھر کو پیش آنے والے حادثے کے بعد وہاں صفائی کے مقصد کے لیے بھی روبوٹس کو استعمال کیا گیا۔ جنوبی کوریا میں ایک جانب تو بجلی فیش کو ختم کرنے کے لیے روبوٹس کی مدد لی جا رہی ہے تو دوسری جانب مصنوعی ذہانت کا حامل اور تجارتی مارکیٹ کے رجحانات کا تجزیہ کرنے کی صلاحیت رکھنے والا روبوٹ ہانگ کانگ کی ایک کمپنی کا ڈائریکٹر مقرر کر دیا گیا ہے۔ مستقبل پر نظر رکھنے والے ماہرین کے مطابق ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب



معاشرہ

مصالحہ کرنے کا انداز  
اصل عمر کو ظاہر کرتا ہے

عام طور پر ایک شخص کے گرم جوشی سے ہاتھ ملانے کے انداز کو اس کے دلی جذبات کی ترجمانی کا اظہار تصور کیا جاتا ہے۔ لیکن، کیا آپ جانتے ہیں کہ ایک سادہ سا مصالحہ آپ کی اصل عمر کا راز بھی کھول سکتا ہے۔ سائنسدانوں کا دعویٰ ہے کہ

سادہ سا مصالحہ بھی عمر معلوم کرنے کے لیے ایک قابل عمل ٹیسٹ کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ تحقیق کے مطابق ایک شخص کی حقیقی عمر کا اندازہ اس کے ہاتھ ملانے کے انداز سے لگایا جاسکتا ہے۔ ہاتھوں کی گرفت کی مضبوطی کا عمر بڑھنے کی دیگر علامات مثلاً معذوری، ذہنی کمزوری یا موت کے ساتھ باہمی تعلق موجود ہے۔

آسٹریا کے انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ فار ایلمنٹل سسٹم کی ٹیم نے تحقیق کار ڈاکٹر وارن سینڈرسن نے لوگوں کے ہاتھ ملانے کے انداز سے حیاتیاتی عمر کے بارے میں پتا چلایا ہے، جن کا کہنا ہے کہ ہاتھوں کی گرفت کی مضبوطی کی آسانی سے پیمائش کی جاسکتی ہے۔ تحقیق کے لیے محققین نے بین الاقوامی 50 سے زائد مطالعوں کے نتائج کا جائزہ لیا





جاپانی اداکارہ اور اسکی ہم شکل روبوٹ

روبوٹ تمام طرح کے کام انجام دے رہے ہوں گے جن میں گھریلو کام کاج سے لے کر بیوروں کا خیال رکھنا اور یہاں تک کہ کافی بنانے اور اسے مہمانوں کو پیش کرنے جیسے کام بھی شامل ہوں گے۔

جاپان میں روبوٹکس کے میدان کے ایک ماہر ہیروشی اشیکورو Hiroshi Ishiguro کا کہنا تھا، ”کمپیوٹر پہلے ہی انسانی صلاحیت کو پیچھے چھوڑ چکے ہیں... روبوٹ بہت جلد بہت سمجھدار ہو جائیں گے۔“ ہیروشی اشیکورو نے بھی طاقتور الیکٹرانکس نظام، حرکت کرنے والے پیچیدہ پرزوں، سیلیکون ریز کی مدد سے ایک ایسا روبوٹ تیار کیا ہے جو شکل میں بالکل ان سے ملتا جلتا ہے۔

انسانی مماثلت رکھنے والے ایسے روبوٹس کو اینڈرانڈ کا نام دیا جاتا ہے۔ ایک جاپانی اداکارہ کا ہو بہو مماثل روبوٹ بنایا گیا جس نے اسٹیج پر ایکٹنگ بھی کی۔ اسی طرح ڈینارک کی آلبرگ



ہیروشی اشیکورو اپنے ہم شکل روبوٹ کے ہمراہ

یونیورسٹی کے پروفیسر ہنرک سٹارف کا ہم شکل روبوٹ ان کی غیر حاضری میں طلباء کو لیکچر دے سکے گا۔ اشیکورو کا کہنا تھا، ”اگر ہمارے پاس انسانوں کے بارے میں کافی علم موجود ہو تو ہم انسانوں جیسے روبوٹ تیار کر سکتے ہیں۔“ ان کا مزید کہنا تھا کہ یہ علم دراصل نیوروسائنس اور کونٹینیو سائنس یعنی ذہانت سے متعلق سائنس سے حاصل ہوتا ہے۔

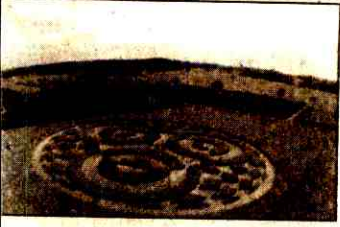
ٹوکیو کی اوساکا یونیورسٹی کے پروفیسر اشیکورو کے مطابق، ”زیادہ اہم بات یہ ہے کہ روبوٹس اور اینڈرانڈ دراصل ایک طرح کے آئینے ہیں جو انسانیت کی جھلک ہیں۔ جب ہم ایک مرتبہ دوست بن گئے تو پھر انسانوں اور روبوٹس کے درمیان فرق مٹ جائے گا۔“

بہتر طریقے سے شناخت کر لیتے ہیں۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ بچوں کی آیزروویشن کمال کی ہوتی ہے اور وہ صرف کسی کا چہرے دیکھ کر ہی اس کی شخصیت کے بارے میں بالکل درست اندازہ لگا لیتے ہیں۔ تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ صرف تین سال کی عمر کے بچے بھی اس صلاحیت سے مالا مال ہوتے ہیں اور اس کا استعمال کرنا بھی خوب جانتے ہیں۔

### نہ بچے بڑوں سے بہتر چہرہ شناس ہوتے ہیں

نئے نئے بچوں کو جھوٹ بول کر بہلانے پھسلانے سے قبل ایک بار ضرور سوچ لیجئے گا کیونکہ بچے اتنے بھی بچے نہیں ہوتے جتنا انہیں سمجھا جاتا ہے۔ جی ہاں... امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی میں ہونے والی ایک تحقیق میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ نئے بچے قابل اعتماد افراد کو بڑوں سے زیادہ

ہے۔ اس سروے میں دنیا بھر سے مختلف گروہوں سے تعلق رکھنے والے ہر عمر کے لوگ شامل تھے۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ سب سے زیادہ ہاتھوں کی مضبوط گرفت نوجوانوں کی تھی۔ اس لیے، محققین نے ہاتھوں کی سب سے زیادہ مضبوط گرفت کو دنیا بھر کے مختلف گروہوں سے تعلق رکھنے والے نوجوانوں کی حیاتیاتی عمر کے ساتھ منسلک کیا۔



جرمنی صوبے باویریا میں ہے ہونے پراسرار دائرے ہزاروں لوگوں کی توجہ کا مرکز بن گئے۔ انتہائی ترتیب سے بنے یہ جیومیٹریکل دائرے ڈھائی سو فٹ پر محیط ہیں۔ جرمنی کے جنوبی صوبے باویریا کے شہر وانگلباٹم کے قریب گندم کے کھیت میں بنے ان پراسرار دائروں کے بارے میں خبر اس وقت عام ہوئی جب گزشتہ ماہ گرم

ہوا کے غبارے میں اڑنے والے ایک شخص نے بلندی سے ایک خلائی رصد گاہ کے قریب ایک کھیت میں ان خوبصورت دائروں کا مشاہدہ کیا۔ اس شخص نے ان دائروں کی تصویر جیسے ہی سوشل میڈیا پر شائع کی تو یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں ان دائروں کو دیکھنے کے لیے وانگلباٹم کے قریب واقع اس مقام پر پہنچنا شروع ہو گئے۔ گندم کے کھیت میں نمودار ہونے والے یہ دائرے ایک خلائی رصد گاہ ریسٹنگ سیٹلائٹ ارتھ اسٹیشن کیو نیکیلیشن فیسلٹی کے قریب نمودار ہوئے ہیں۔ اسی باعث اس مقام پر چوتھے والے بہت سے لوگ یہ سوالات بھی اٹھا رہے ہیں کہ 75 میٹر کے دائروں کے حلقے میں انتہائی درنگلی سے بنائے ڈیزائن انسانی کارنامہ ہے یا کسی غیر انسانی مخلوق کا۔

اس کھیت کے مالک کر سٹوف ہینر کا کہنا ہے کہ یہ دائرے اُس نے نہیں بنائے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ کیسے بنے۔ کھیت میں کسی قسم کے دائروں کے بھی کوئی نشان نہیں ہیں اور نہ ہی اسی طرح کا کوئی اور نشان۔ اس طرح کا دائروں ڈیزائن بنانا بہت مشکل ہے اور یہ بہت خوبصورتی کے ساتھ بنا ہوا ہے... بعض کا کہنا ہے کہ یہ ایک ایسی ٹیکنالوجی ہے جس میں ہم نے اب تک مہارت حاصل نہیں کی۔ شاید یہ کسی خلائی مخلوق کا کارنامہ ہو سکتا ہے، وہ ہمیں دکھانا چاہتے ہیں کہ ہم یہاں ہیں۔

### ماحول

#### کراچی کی فضا بیجنگ

اور دہلی سے بھی زیادہ آلودہ

PCSIR کے سٹریٹریٹ انوائرمینٹل

اسٹریٹریٹ کی طرف سے کراچی میں فضائی

آلودگی کی سطح جانچنے کے لیے کیے گئے

ایک مطالعہ کے بعد انکشاف ہوا ہے کہ

کراچی کے بعض علاقوں کی فضا میں

سیسہ یا لید اور کیڈمیئم جیسی مضر صحت

دھاتوں کے انتہائی باریک ذرات کی

مقدار، اقوام متحدہ کے مقرر کردہ

معیار سے کہیں زیادہ ہے۔ سینئر

سائنٹیفک آفیسر دردانہ رئیس ہاشمی کے

مطابق اس مطالعہ کے لیے کراچی کے

108 مختلف علاقوں سے نمونے اکٹھے

کیے گئے، ان علاقوں کی فضا میں 10  
مانیکرو میٹر سائز کے انتہائی چھوٹے  
ذرات کی مقدار معلوم کی گئی۔ ان  
ذرات کو PM10 کہا جاتا ہے کیونکہ  
10 مانیکرو میٹر یا اس سے چھوٹے  
ذرات سانس کے ذریعے پھیپھڑوں  
میں داخل ہو کر صحت سے متعلق  
مسائل پیدا کرتے ہیں۔ ان PM10  
میں لید یا سیسے کے ذرات کی مقدار  
1.163 مانیکرو گرام فی مکعب میٹر پائی  
گئی۔ جبکہ عالمی ادارہ صحت کے مطابق  
یہ مقدار 0.005 مانیکرو گرام فی مکعب  
میٹر تک ہونی چاہیے۔ اسی طرح  
کیڈمیئم کی مقدار 0.008 مانیکرو گرام  
فی مکعب میٹر پائی گئی جبکہ محفوظ مقدار

0.005 مانیکرو گرام فی مکعب میٹر تک  
ہی ہے۔ دنیا میں فضائی آلودگی کے  
حوالے سے معروف شہر نئی دہلی میں  
کیڈمیئم کے ذرات کی مقدار 0.01  
سے 0.02 مانیکرو گرام فی مکعب میٹر  
تک ہے۔ جبکہ لید کے ذرات کی مقدار  
0.27 سے 0.46 مانیکرو گرام فی مکعب  
میٹر تک ہے۔ چینی دارا حکومت بیجنگ  
میں کیڈمیئم ذرات کی مقدار 0.005  
جبکہ لید یا کے ذرات کی مقدار 0.33  
مانیکرو گرام فی مکعب میٹر تک ہے۔ شہر  
کی فضا میں لید اور کیڈمیئم جیسے مادوں  
کی بڑی مقدار میں موجودگی کے باعث  
لوگوں میں صحت خصوصاً سانس سے  
متعلق بیماریوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔



# سائنس کارنر

ڈاکٹر جمیل صدیقی

ان صفحات پر آپ بھی سائنسی حقائق کے بارے میں دریافت کر سکتے ہیں۔ سوال مختصر اور واضح الفاظ میں تحریر کریں اور اس پتے پر ارسال کر دیں۔

سائنس کارنر Q&A معرفت روحانی ڈائجسٹ 1/7، D-1 ناظم آباد، کراچی

Q: انسانی جسم پر جھیریاں کیسے اور کیوں بنتی ہیں....؟

(ریحانہ سلیم۔ کراچی)

A: انسانی جسم پر موجود جلد (Skin) انسانی جسم کا سب سے بڑا عضو ہے۔ انسانی جلد ہر وقت بیرونی عوامل



سے نبرد آزما ہوتی رہتی ہے۔ جلد تین حصوں یا تہوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

❖ Epidermis باہر والی تہ۔

❖ Dermis درمیانی تہ۔

❖ Subcutaneous Tissue سب سے

نیچے والی تہ۔

Epidermis تہ کا بنیادی کام باہر والی آب و ہوا سے جسم کو بچانا ہے۔ اس تہ کے سیل نیچے سے اوپر کی جانب حرکت کرتے ہیں۔ انہیں Keratinocytes کہتے ہیں اور یہ Keratin بناتے ہیں جو کہ ایک مضبوط بیرونی خول کے لیے کارآمد ہے۔ جب یہ سیل یا خلیے باہر کی جانب پہنچتے ہیں تو یہ خشک ہو کر گر جاتے ہیں۔ اگر یہ عمل ابنا مل یعنی معمول سے ہٹ کر ہو تو انسانی جلد کھردری اور خشکی زدہ نظر آتی ہے۔

Dermis اس تہ میں جلد کی ساخت کے عناصر موجود ہوتے ہیں اور یہ رابطہ نشو کا بھی حامل ہے۔ مختلف قسم کے نشو مختلف کام انجام دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر Collagen نشو جلد کو اس کی مضبوطی دیتا ہے Elastin فایبر جلد کو اس کی چلک فراہم کرتی ہے۔

Epidermis اور Dermis کے ملاپ (Junction) پر انگنت جیسی نوکیلی سوئیاں ہوتی ہیں جنہیں

(Reteriges) کہتے ہیں۔ Reteriges (Epidermis) بیرونی تہہ کا وہ رقبہ بڑھا دیتی ہیں جس سے بیرونی تہہ کے خلیے Dermis سے خون کی سپلائی لے کر اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں۔

Subcutaneous Tissue یعنی جلد کی چمکی تہہ میں چربی کے خلیے ہوتے ہیں۔ چربی کے ان خلیوں سے جسم کی حرارت سے مدافعت یا غیر موصلی کے کام کی تکمیل ہوتی ہے۔ چربی جلد کو موٹا اور بھرا ہوا رکھتی ہے۔ انسان کی عمر کے ساتھ ساتھ بیرونی تہہ کے خلیے پتلے اور بھر بھرے ہو جاتے ہیں اور انسانی جلد بہت پتلی نظر آتی ہے۔ خلیے رطوبت جمع رکھنے کے کام کو اچھی طرح سرانجام نہیں دے سکتے اس طرح جلد خشک ہو جاتی ہے۔ ہر دس سال میں بیرونی جلد کے خلیے دس فیصد کم ہو جاتے ہیں اس طرح جلد اپنی مرمت خود نہیں کر سکتی۔ بیرونی جلد پتلی ہونے کے ساتھ ساتھ Collagen بھی کم اور لچک بھی کم ہو جاتی ہے اور جھریاں پڑ جاتی ہیں۔ جلد کی خشکی بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ Reteriges بھی متاثر ہو کر جلد کی خوراک مین کی کر دیتی ہیں اس طرح انسانی جلد پر جھریاں نمایاں ہو جاتی ہیں۔

Q: پاپچرائزیشن اور اسٹرائزیشن کسے کہتے ہیں....؟

(محمد جواد۔ اسلام آباد)

A: پاپچرائزیشن Pasteurization ایک ایسا عمل ہے جس سے خوراک کو کچھ عرصہ کے لیے خراب ہونے سے بچاتا ہے۔ اس عمل کو ایک فرانسیسی کیمیا دان اور ماہر جانوروں کا پاپچر نے اپریل 1862ء میں مکمل کیا۔ شروع شروع میں یہ شراب کو محفوظ کرنے کے لیے ایجاد کیا گیا پھر آہستہ آہستہ اسے دوسری قسم کی خوراک جس میں دودھ شامل ہے کو محفوظ کرنے کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔

اس عمل (دودھ) کی مطلوبہ خوراک کو ایک خاص درجہ حرارت تقریباً ستر سے بہتر درجہ سینٹی گریڈ تک پندرہ سے بیس سینڈ تک گرم کر کے پھر چار درجہ سینٹی گریڈ تک ٹھنڈا کیا جاتا ہے۔ اس طرح دودھ کوئی دو سے تین ہفتے تک فریج میں رہ سکتا ہے۔ اس عمل کو (HTST) یعنی High Temperature Short Time بھی کہا جاتا ہے۔

ایک دوسرا طریقہ UHT یعنی Ultra High Temperature بھی دودھ کے لیے متحمل ہے۔ اس میں دودھ کو 135 درجے سینٹی گریڈ تک تقریباً ایک سینڈ کے لیے گرم کر دیا جاتا ہے۔ امریکہ میں تریسٹھ درجے سینٹی گریڈ پر تیس منٹ کے لیے دودھ گرم کر کے پاپچرائز کیا جاتا ہے۔

اسٹرائزیشن عمل (Sterilization Process) میں تمام مائیکرو آرگنائز کو ختم کرنا ہوتا ہے۔ خوراک کی اسٹرائزیشن زیادہ عام نہیں ہے کیونکہ اس میں زیادہ درجہ حرارت زیادہ دیر تک رکھنا پڑتا ہے جس سے خوراک کی کوالٹی (معیار) اور ذائقہ خراب ہو جاتا ہے، اسٹرائزیشن کے لیے 121 درجے سے لے کر 134 درجے سینٹی گریڈ تک پندرہ سے اٹھارہ منٹ درکار ہوتا ہے۔ اس کو Autoclave عمل بھی کہا جاتا ہے۔ آلات جراحی کو چوبیس گھنٹے تک Autoclave میں رکھا جاتا ہے تاکہ سخت سے سخت بیکٹیریا بھی ختم ہو جائے۔



# جیتی جاگتی زندگی

زندگی بے شمار رنگوں سے مزین ہے جو کہیں خوبصورت رنگ اوڑھے ہوئے ہے، تو کہیں تلخ حقائق کی اوڑھنی اوڑھے ہوئے ہے۔ کہیں شیریں ہے تو کہیں ممکن، کہیں ہنسی ہے تو کہیں آنسو۔ کہیں دھوپ ہے تو کہیں چھاؤں، کہیں سمندر کے

شفاف پانی کے جیسی ہے تو کہیں کچھڑ میں کھلے پھول کی مانند۔ کہیں قوس قزح کے رنگ ہیں۔ کبھی اماؤں کی رات جیسی لگتی ہے۔ کبھی خواب لگتی ہے، کبھی سراب لگتی ہے، کبھی خار دار جھاڑیاں تو کبھی شبنم کے قطرے کی مانند لگتی ہے۔ زندگی عذاب مسلسل بھی ہے۔ تو راحت جان بھی ہے، زندگی ہر رنگ میں ہے، ہر طرف ٹھانٹھیں مار رہی ہے، کہانی کے صفحات کی طرح بکھری پڑی ہے.....

کسی مفکر نے کیا خوب کہا ہے کہ ”استاد تو سخت ہوتے ہیں لیکن زندگی استاد سے زیادہ سخت ہوتی ہے، استاد سبق دے کے امتحان لیتا ہے اور زندگی امتحان لے کر سبق دیتا ہے۔“ انسان زندگی کے نشیب و فراز سے بڑے بڑے سبق سیکھتا ہے۔ زندگی انسان کی تربیت کا عملی میدان ہے۔ اس میں انسان ہر گزرتے لمحوں کے ساتھ سیکھتا ہے، کچھ لوگ ٹھوکر کھا کر سیکھتے ہیں اور حادثے ان کے ناصح ہوتے ہیں۔ کوئی دوسرے کی کھائی ہوئی ٹھوکر سے ہی سیکھ لیتا ہے۔ زندگی کے کسی موڑ پر اسے ماضی میں رونما ہونے والے واقعات بہت عجیب دکھائی دیتے ہیں۔ وہ ان پر دل کھول کہ بنتا ہے یا شرمندہ دکھائی دیتا ہے۔ یوں زندگی انسان کو مختلف انداز میں اپنے رنگ دکھاتی ہے۔ اب تک زندگی ان گنت کہانیاں تخلیق کر چکی ہیں، ان میں سے کچھ ہم سمجھ کر قسطا پر منتقل کر رہے ہیں۔

## سجدہ شکر

نئی ایجادات نے ایک جانب زندگی سہل کی ہے تو دوسری جانب کئی مشکلات بھی پیدا کی ہیں۔ ایسی ہی ایک ایجاد فون ہے۔

فون بڑی عجیب شے ہے خوشی یا غم کی کسی خبر کو اتنی جلدی اور اتنی بے دردی سے کانوں تک منتقل کرتی ہے کہ انسان وہیں ڈھیر ہو جاتا ہے۔ کچھ ایسا ہی میرے ساتھ ہوا۔ میں نے فون اٹھایا تو دوسری طرف امی کی شفیق آواز سنائی دی۔ انہوں نے حال احوال پوچھ کر یونہی ازراہ معلومات مجھے بتایا کہ میرے ابو کی طبیعت صبح اچانک خراب ہو گئی تھی اور

بھائی انہیں ہسپتال لے کر گیا ہے۔ بظاہر تو بات اتنی خطرے والی نہیں تھی مگر یہ نہیں کیا ہوا کہ یہ سنتے ہی میں پتھر کی بن گئی اور دو چشمے چہ چاپ بننے لگے۔ پھر امی کیا بولتی رہیں مجھے کچھ یاد نہیں۔

میری شادی کو چار سال ہوئے تھے۔ میں اپنے گھر تھی۔ دل ابو سے ملاقات کرنے کو بے چین ہونے لگا تو میں نے اپنے شوہر کو فون کیا کہ وہ کسی طرح مجھے ابو کے پاس پہنچا دیں۔ وہ جلد ہی گھر آگئے اور ہم ہسپتال کے لیے نکل گئے۔ ابو ایئر جنسی وارڈ میں تھے۔ دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی مجھے اپنے ابو کا بیڈ نظر آیا وہ میری طرف ہی دیکھ رہے تھے۔

سے مسکرانے لگی اور ابو نے بھی بظاہر خارش کرتے ہوئے آنسو یوں پونچھ لیے جیسے کچھ ہو اسی نہیں۔ میں نے ابو کا ہاتھ تھام لیا جو بے شمار سنج لگنے کی وجہ سے سو جھا ہوا تھا اور اسے سہلانے لگی۔ باپ سر پر پیار دے یا نہ دے مگر اس کا سایہ بیٹیوں کے سروں پر ہمیشہ رہتا ہے اور اس سایے سے دور جانا مجھے کسی طرح بھی گوارا نہیں تھا۔ کبھی نہیں۔

مجھے یاد ہے کہ یہ آج سے کوئی بارہ سال پہلے کی بات تھی۔ تب میں شاید آٹھویں میں پڑھتی تھی کہ اچانک ابو کو دل کی تکلیف ہو گئی۔ ابو اور امی ہم بہن بھائیوں کو ہمسایوں کے گھر ایک رات کے لیے چھوڑ کر اسلام آباد چیک اپ کروانے گئے تھے۔ ابو وہاں آئے تو میں نے ان سے کچھ پوچھا نہیں۔ بس ان سے لپٹ کر زارو نظار رونے لگی۔ تب میرے رونے پر ابو نے مجھے بہت ڈانٹا تھا اور اسی ڈانٹ ڈپٹ میں میری تسلی ہو گئی تھی۔ کاش آج بھی میرے رونے پر ابو چپ چاپ رونے کی بجائے مجھے ڈانٹ دیتے تو میری تسلی ہو جاتی مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔ رعب دار اور گر جدار آواز رکھنے والے میرے ابو کی زبان آج دب سی گئی تھی.... شاید کہیں ان کے کانوں میں بھی خطرے کی کوئی گھنٹی نہ بن گئی ہو.... دل کانپ سا گیا اور میں نے جھمر جھری لی۔ نرس نے مجھے کہا ”اب یہاں زیادہ دیر کھڑے ہونا مناسب نہیں اس لیے باہر چلے جائیں۔“ میں باہر آگئی مگر اپنا دل اور نظریں اندر رہی چھوڑ آئی۔

میرے شوہر مجھے امی کی طرف چھوڑ آئے اور خود امی کو لے کر دوبارہ ہسپتال آگئے۔ میں بار بار فون

میں نے مسکرانے کی بھرپور کوشش کی اور اسی کوشش میں میری آنکھیں دھندلا گئیں مگر میں نے اپنے ضبط اور حوصلے سے کام لیتے ہوئے پانی کو بہنے سے پہلے ہی روک لیا۔

ابو کی رنگت بالکل زرد ہو رہی تھی اور آنکھوں میں عجیب بے بسی اور لا چاری تھی، جو اس سے پہلے میں نے کبھی ان کی آنکھوں میں نہ دیکھی تھی۔ مجھے اپنے ابو کی نظر پر بہت مان تھا۔ انہوں نے ہمیشہ ہمیں سونے کا نوالہ کھلایا مگر شیر کی آنکھ سے دیکھا۔ شاید اسی لیے ان کی اولاد اتنی سلجھی ہوئی اور نیک تھی۔ مگر اس دن وہاں شیر کی آنکھ نہیں تھی بلکہ ایک ہارے ہوئے انسان کی آنکھ تھی جیسے اس میں زندگی کی رمت بھی کم ہی باقی ہو۔ میں نے ان کے چہرے سے نظریں ہٹائیں اور لباس پر نظر ڈالی تو تقریباً تمام لباس خون سے بھگا ہوا تھا۔ بھائی نے بتایا کہ شاید معدے کا لیسر پھٹ گیا ہے اس وجہ سے بلیڈنگ نہیں رک رہی اور ذرا پہلے بالٹی بھر خون نکلا ہے اس لیے خون لگوانے کا بندوبست کیا جا رہا ہے۔ میرے سانسوں میں ہچکی سی بندھ گئی جسے شاید ابو نے محسوس کر لیا۔ وہ اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگے محض یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ ابھی میں انہیں سہارا دے کر اٹھانے ہی والی تھی کہ نرس نے آکر اٹھنے سے منع کر دیا اور ابھی ابو نے دوبارہ سر سرہانے پر رکھا ہی تھا کہ ضبط کے تمام بندھن ٹوٹ گئے اور ہم دونوں کے وہ آنسو جو ضبط مسلسل کے ساتھ دل میں گر رہے تھے آنکھوں سے ابل پڑے۔ نرس نے مجھے اپنے ساتھ لگا کر تسلی دی اور میں روتے ہوئے پھر

بتایا کہ وہ جب سے آپریشن شروع ہوا ہے آپریشن تھیر کی کھڑکی پکڑے کھڑی ہیں۔ اس سے آگے میں کچھ نہ سن سکی کیونکہ سننے کی ہمت نہ تھی، میں نے فون بند کر دیا اور دوبارہ خدا کے آگے جھک گئی۔ یقیناً یہ آپریشن ہی ہمیں آریا پار لگانے والا تھا۔ سجدے کی حالت میں مجھے اپنے ابو کی شبیہ نظر آئی وہ کفن میں لمبوس تھے اور ان کے ارد گرد پھول تھے۔ میں سر سے پاؤں تک لرز گئی۔ بلک بلک کر دعائیں کرنے لگی، واسطے دینے لگی۔ ناغم گزر تارباہر کوئی اپنی اپنی جگہ دعائیں مانگتا رہا۔ میرے ابو پورے خاندان بلکہ پوری برادری کے ہر دلعزیز انسان تھے۔ ایسے پیارے شخص کے لیے دعائیں کرنے والے ہزاروں تھے۔ جس کسی کو پتہ چلا وہ بے چین دے قرار ہو کر ہسپتال کی طرف دوڑا۔ بے شمار لوگوں کی دعائیں بیٹیوں کی چاہت، مینے کا انس اور بوی کا لازوال پیار ابو کے لیے بارگاہ الہی میں فریاد بنا ہوا تھا۔

اور پھر مغرب کی اذانیں ہونے لگیں۔ سورج ڈھل گیا اور چاند نکلنے لگا مگر کوئی خبر نہ آئی۔ میں نے سجدے میں جھکا دیا۔ دل میں فیصلہ کر لیا کہ اب یہ سر تب ہی سجدے سے اٹھے گا۔ جب کوئی خیر کی خبر آئے گی۔ پھر سجدے میں ہی مجھے دوبارہ ابو کی مسکراتی شبیہ نظر آئی۔ وہ مجھے کہہ رہے تھے ”بیٹا یہ تو معمولی کیس تھا اب میں بالکل ٹھیک ہوں“ ”معمولی کیس“ ان کا تکیہ کلام ہوا کرتا تھا۔ ابھی میں نے یہ جھلک دیکھی ہی تھی کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ بہن نے فون سنا اور پھر مجھے آواز دینے لگی۔ میں سجدے سے

کر کے پوچھتی رہی مگر رپورٹ یہ ہی تھی کہ بلیڈنگ نہیں رک رہی۔ رات تک خون کی نو بوتلیں لگائی گئیں جو شاید ویسے کی ویسے نکل گئیں۔ اینڈواسکوپنی کرنے سے پتہ چلا تھا کہ معدے کا السر نہیں پھٹا تھا۔ یہ شاید آنتوں کا مسئلہ تھا۔ بہر حال ڈاکٹروں کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اصل مسئلہ کہاں ہے۔ میری امی ساری رات تازہ خون سے بھرے ہوئے پائٹ گراتی رہیں۔ میرا اکلوتا بھائی ان دونوں کو دکھ دیکھ روتا رہا اور ہم بہنوں نے آنکھوں میں رات گزار دی۔ صبح میں ابو کو ملنے گئی تو انہیں وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا تھا اور بلیڈنگ کچھ رکی ہوئی تھی۔ مگر ان کی رنگت بالکل سیاہ ہو چکی تھی جیسے جما ہوا کالا خون۔ تب وہ سوربے تھے میں کچھ دیر وہاں رکی اور امی اور بھائی سے آنکھیں مائے بغیر واپس لوٹ آئی۔ ابھی گھر پہنچی ہی تھی کہ فون آیا، ابو کی حالت اچانک بگڑ گئی تھی ان کا سانس اکھڑ گیا تھا اور انہوں نے پچکی لے کر امی کے کندھے پر سر چھوڑ دیا تھا.... اسی وقت ڈاکٹر ز انہیں ایمر جنسی آپریشن کے لیے لے گئے۔ امی نے پیغام دیا تھا کہ سب بہنیں پڑھائی کریں۔ میں نے لرزتی آواز کے ساتھ پیغام اپنی بہنوں کو دیا۔ جاہ نماز بچھائی اور اللہ کے آگے جھک گئی۔ روتی رہی، گر گزرتی رہی، دعائیں مانگتی رہی۔ اللہ کا کلام پڑھتی رہی اور اپنے ابو کا سراپا سرتا پانے ذہن میں لا کر چھوئیں مارتی رہی۔

شام کے سائے بڑھنے لگے مگر کوئی خیر خبر نہ آئی۔ میں نے فون کر کے اپنے شوہر سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ آپریشن پچھلے چھ گھنٹے سے جاری ہے۔ میں نے امی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے

حسین وجود کو اپنی آغوش میں لے سکتی ہے....  
 نہیں، نہیں، آج رات، ہاں، آج کی رات بیت جائے،  
 تو پھر میرا یہ بچہ، میرا ریحان زندہ رہے گا، میرا بچہ  
 مجھے واپس مل جائے گا.... اُن کتنی طویل ہے آج کی  
 رات.... معلوم ہوتا ہے وقت منجمد ہو گیا ہے۔“  
 اس نے ٹھنڈی سانس بھری اور پھر وہ بخار کی شدت  
 سے بے ہوش بچے کے سر ہانے بیٹھ گیا۔

”اللہ! وہ کون سی ان دیکھی موت ہے جو  
 میرے لختِ جگر کو لمحہ بہ لمحہ مجھ سے دور لے جا رہی  
 ہے کیا موت....؟ اگر.... اگر موت اس کو مجھ سے  
 چھین لے.... شاید.... نہیں۔ یہ نہیں ہو سکتا....  
 لیکن موت پر کب کسی کا زور چلا ہے....؟“ ڈاکٹر  
 نیاز، جس نے نہ جانے کتنی ہستیاں کو مشیتِ ایزوی کی  
 مدد سے موت کے خون پیچھے سے نجات دلائی، آج  
 اس کی یہ میحائی اپنے لختِ جگر کے کام نہ آسکی۔

”میرے خدا، خون دل سے سینچا ہوا میرا یہ نضا  
 سا پودا مر جھانہ جائے۔“ یہ اس کے دل کی گہرائیوں  
 سے نکلی ہوئی دعا تھی۔

رات کسی سیاہ باطن کی مانند، تاریک تھی۔  
 ہواؤں کے تیز و تند تھپڑے طوفان کی آمد آمد کا  
 پیش خیمہ تھے.... لیکن یہ طوفان شاید اس طوفان کا  
 مقابلہ نہ کر سکے گا جو ڈاکٹر کی زندگی میں اس رات  
 آنے والا تھا۔

ڈاکٹر نے درمیچے کے پٹ کھول دیے اور باہر خلا  
 میں بکھری ہوئی تاریکی سے اپنی زندگی میں آنے والی  
 تاریکی کا موازنہ کرنے لگا.... آسمان پر ان گنت  
 تاروں کے ہجوم سے اک چمکدار تارا ٹوٹ کر فضاؤں

نہ اٹھی تو وہ آوازیں دیتے ہوئے کمرے تک آئی اور  
 بتانے لگی کہ آپریشن کامیاب ہو گیا ہے۔ میں نے شکر  
 ادا کیا اور اپنے پروردگار کے حضور سے سزا ٹھا کر فون  
 سننے کے لیے آئی۔ شوہر نے بتایا کہ آٹھ گھنٹے کے  
 طویل آپریشن کے بعد اب وہ آئی سی یو میں ہیں اور  
 کچھ کچھ ہوش میں ہیں۔

میں نے نظاہر تو سجدے سے سزا ٹھالیا تھا مگر یہ  
 میں جانتی ہوں کہ اس اللہ کے شکر میں یہ سزا آج بھی  
 سجدے میں ہے اور تمام عمر رہے گا۔ آج اللہ میرے  
 دل کی ہر دھڑکن اور میری ہر سانس میں ہے میں  
 اسے اپنی شہ رگ سے زیادہ قریب  
 محسوس کر سکتی ہوں۔

## فرض کی ادائیگی

ڈاکٹر نیاز ہمارے پیازے دوستوں میں سے  
 ہیں۔ ان کے بیٹے کی شدید بیماری نے انہیں زندگی  
 سے مایوس کر دیا تھا۔ پھر ان کی زندگی میں بہار لوٹ  
 آئی۔ ان کی روداد کچھ اس طرح ہے۔

اے خدا! تو بزرگ و برتر ہے، تو ہی سب کا  
 حاجت روا ہے۔ مالک! مجھ پر رحم فرما! میرے  
 اکلوتے بچے کی زندگی واپس دے دے! تو سب کی  
 دعائیں سننے والا ہے۔ میری بھی اس دعا کو شرف  
 قبولیت عطا فرما!

ڈاکٹر نیاز نے اپنی طویل دعا ختم کر کے یاس و  
 حسرت کی نگاہ اپنے بیمار بچے پر ڈالی۔ وہ معصوم اپنے  
 باپ کے رنج و غم سے بے نیاز، نہ جانے کس کنھن  
 سفر کی تیاری میں مصروف تھا۔

ڈاکٹر نیاز نے سوچا ”کیا موت اس معصوم اور



کی بسیط ویرانیوں میں گم ہو گیا۔ پٹ بند کرتے وقت ڈاکٹر کا دل انجانے خطرے سے دھڑک رہا تھا۔

”اباجی، پانی۔“ نجیف سی آواز نے اسے مخاطب کیا۔ ڈاکٹر نیاز جیسے بجلی کا زبردست جھٹکا محسوس ہوا۔ ”رضیہ! رضیہ! دیکھو، ہمارے ریحان نے پانی مانگا ہے، اب یہ تندرست ہو جائے گا۔ ہے نا....؟ ان کی آنکھیں غم اور خوشی کے ملے جلے جذبات سے چمکنے لگیں۔ رضیہ نے پانی کا چمچ بھر کر ریحان کے منہ میں ڈپکا دیا، لیکن ریحان کی بیٹی بند ہو گئی تھی اور پانی کا ایک قطرہ بھی حلق کے نیچے نہ اتر سکا.... ڈاکٹر نے گھبرا کر نبض پر ہاتھ رکھا۔ چند لمحوں کی خوشی آن واحد میں غائب ہو چکی تھی۔ اس نے اپنا ڈاکٹری بکس کھولا۔ رضیہ! یہ دوا پلا دینا.... لیکن.... نہیں.... میں انجکشن کی تیاری کرتا ہوں۔ نیاز نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

کھٹ کھٹ کھٹ اس کے قدم دستک کی آواز پر ٹھٹھک کر رہ گئے۔ صدر دروازے پر کوئی اندھا دھند دستک دیے جا رہا تھا۔ ڈاکٹر کے قدم پھر اپنی ڈسپنری کی جانب اٹھنے لگے۔ اک اک لمحہ قیمتی تھا۔ صدر دروازے پر دستک تیز تر ہوتی گئی ساتھ ہی کسی کی آواز رات کے سکوت کو درہم برہم کرنے لگی۔ ڈاکٹر! ڈاکٹر! خدا کے لیے دروازہ کھولے....

کون ہو سکتا ہے اتنی رات گئے....؟ شاید کوئی مریض ہو۔ اب اس کا رخ باہر کی جانب تھا۔

کون ہے بھی.... کیا بات ہے....؟ ڈاکٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں دریافت کیا۔

ڈاکٹر صاحب....! مہربانی فرما کر میرے ساتھ

چلیں، خدا کے لیے۔

نہیں اس وقت قطعی ناممکن ہے۔ اس کے لہجے میں کڑھکی تھی۔ میں منہ مانگی فیس دینے کو تیار ہوں، ڈاکٹر اجنبی نے التجا کی۔

نہیں میں اس وقت کہیں نہیں جاسکتا۔ جواب میں اب بھی درشتی تھی۔ ڈاکٹر، یہ میرے بچے کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔

زندگی اور موت! ڈاکٹر بڑبڑایا.... اس کے دل و دماغ میں طوفان کی سی کیفیت برپا تھی۔ کیا میرا بچہ موت کی سردوں سے واپس آسکتا ہے....؟ نہیں نہیں۔ یکبارگی ڈاکٹر نے اجنبی کا بازو جھٹک دیا۔ اجنبی کی آنکھیں حیرت اور دکھ سے پھیل گئیں۔

بہت دکھی معلوم ہوتا ہے۔ غم میں ڈوبے ہوئے ڈاکٹر نے سوچا۔ رضیہ! میں جا رہا ہوں۔ ڈاکٹر نے عزم کے ساتھ کہا۔

آپ کیسے جاسکتے ہیں، آپ کا بچہ زندگی اور موت کے ذورابے پر کھڑا ہے۔ رضیہ نے ڈاکٹر کے بڑھتے ہوئے قدم روک لینا چاہے۔

یوں مت کہو رضیہ! مجھے اس وقت جانے دو۔ ہمارا ریحان صرف چند لمحوں کا مہمان ہے شاید میں خدا کی نصرت سے کوئی اور زندگی موت کے بھیا تک جیڑوں سے چھین سکوں۔ میں ڈاکٹر ہوں، اس لیے موت کی بھیا تک پر چھائیں بیٹھگی دیکھ لیتا ہوں۔ موت دے قدموں ہمارے ریحان کی جانب بڑھ رہی ہے اور میں بے بس ہو چکا ہوں۔

خدا کے لیے ایسے الفاظ منہ سے نہ نکالے۔

ہاں میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اب آس کے

بندھن اک اک کر کے ٹوٹ چکے ہیں۔ ریحان کے پیر ٹھنڈے ہیں، انسانی کوششیں قدرت نے ناکام بنا دیں۔ خدا کو یہی منظور تھا اور اب فرض مجھے آواز دے رہا ہے میں جا رہا ہوں اور اس نے آگے بڑھ کر ریحان کے چہرے پر آخری بوسہ دیا۔ خدا حافظ! میرے بیٹے دعا کرنا تمہارا باپ اپنے فرض کی تکمیل کر سکے۔

اور چند لمحوں بعد سنان اور تارک سڑک پر دو کاریں آگے پیچھے رواں دواں تھیں۔

ڈاکٹر نے جب اسٹیٹھیمیکوپ سے بچے کے دل کی حرکت دیکھی تو دو دور کہیں کسی گھڑیاں نے تین بجا کر اعلان کیا بھیا تک ترین رات گزر چکی ہے اور اب خوشگوار سنہری صبح طلوع ہوئی۔

اس کی مسلسل جدوجہد اور انجیکشن کے اثر سے بچے نے صبح پانچ بجے آنکھ کھول دی نمونے کے خوفناک حملے کا زور ٹوٹ چکا تھا۔

ڈاکٹر صاحب آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اس کے عوض میں کچھ نہیں دے سکتا۔ یہ حقیر نذرانہ قبول فرمائیے۔ اجنبی نے ڈاکٹر کی طرف دو ہزار کاچیک بڑھا دیا۔

میرے دوست! تم خوش نصیب ہو۔ کاش! میں بھی تمہاری طرح اپنے بچے کی صحت یابی کی خوشی منا سکتا۔ اس رقم سے تم اپنے ننھے کو میری جانب سے اک تحفہ دینا۔ اک حسرت نصیب باپ کی طرف سے تم پر خدانے خاص طور پر احسان کیا ہے۔ ڈاکٹر نے کہا اور کار کی جانب قدم بڑھا دیے۔

اس کا دل اب مطمئن تھا۔ آج اس نے پہلی

مرتبہ اپنا فرض شعور کے ساتھ ادا کیا اور اپنی محبت پر فرض کو ترجیح دی۔ پھر اس کو اس میں نمایاں کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ کیا یہ خوشی کی بات نہیں....؟ لیکن ریحان.... میرا ریحان.... اس کا دل ایک لخت بری طرح دھڑکا۔ شاید موت نے زندگی پر فتح حاصل کر لی ہو اور میں اپنے لخت جگر کی آخری جھلک بھی نہ دیکھ سکوں میرے ریحان تجھے میں آخری مرتبہ.... مایوسی اور غم کے عالم میں بے اختیار اس نے اپنا سر اسٹیرنگ پر رکھ دیا۔ آنسو اس کے رخساروں پر ڈھلک پڑے.... اور پھر جیسے کسی زلزلے نے اسے اٹھا کر زمین کی گہرائیوں میں پھینک دیا۔ ڈاکٹر کی مسلسل شب بیداریوں نے تیز رفتار کار کو ایک درخت سے بری طرح ٹکرا دیا تھا۔

اوہ! مجھے.... آخر کیا ہو گیا ہے....؟ آہ! اس نے ڈاکٹر شیم کو خود پر جھکا دیکھ کر دریافت کیا۔ کچھ نہیں دوست! خدا کا شکر ہے تمہیں تین روز بعد ہوش آگیا۔

مجھے جانے دو.... خدا!.... ریحان.... میرے بچے.... آہ! ریحان!

ریحان.... گیارہ ریحان.... میرا ریحان موت کی راہوں سے لوٹ آیا ہے۔

جی ہاں آپ کے چلے جانے کے بعد ڈاکٹر شیم کو فون کر کے بلا دیا۔ ان کی جدوجہد اور خداوند کریم کی رحمت سے ریحان کو نئی زندگی مل گئی۔

اللہ! تو بہت بڑا ہے۔ ڈاکٹر نیاز میز ہی پر سر بسجود ہو گیا۔



# اپنے گھر کو امن و سکون کا مرکز بنائیے

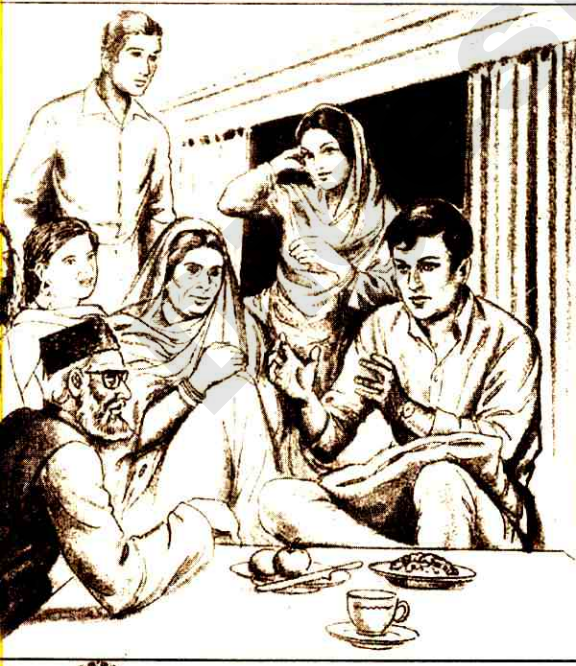
رشتوں کو نبھانا مشکل ضرور ہے مگر ناقابل عمل نہیں ہے۔ البتہ اس میں احتیاط بہت ضروری ہے کیونکہ شادی ایک سمجھوتے کا بھی نام ہے۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جب آپ میں عبر، برداشت، تحمل اور درگزر کا مادہ ہو۔ اختلاف رائے کی گنجائش ہر جگہ ہوتی ہے مگر ان اختلافات کو جھڑے کی شکل دے دی جائے تو نہ صرف گھریلو

## ڈاکٹر فرحت جہاں

ماحول خراب ہو گا بلکہ رشتوں میں بھی دراڑیں پڑ سکتی ہیں، کیونکہ چھوٹی چھوٹی باتیں بڑھ کر انتہائی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔

شادی کے بعد نئے گھر کی ذمہ داریاں سنبھالنا اور نبھانا ایک اہم کام ہے۔ آج کل کی پڑھی لکھی اور ماڈرن لڑکیاں سمجھتی ہیں کہ صرف شوہر کو اپنا کردہ سسرال میں سکون سے رہ سکتی ہیں مگر ایسا ہوتا نہیں ہے۔ جہاں لڑکیاں ان رشتوں کو اہمیت نہیں دیتیں وہاں جوائنٹ فیملی سسٹم بھی متاثر ہوتا ہے۔ ساس بہو کو بڑے چاؤ سے بیاہ کر لاتی

ہے مگر کچھ ہی عرصے کے بعد سارے لاڈ اور چونچلے ختم ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح بہو ابتدائی دنوں میں تو



ساس کے سامنے ایک سعادت مند بنی کی طرح رہتی ہے مگر رفتہ رفتہ گلے شکوے اور اختلافات جنم لینے لگتے ہیں۔ شروع میں شوہر کی ہر بات پر ہاں میں ہاں ملاتی جاتی ہے۔ ان دنوں محبت کا موسم اپنے عروج پر ہوتا ہے مگر رفتہ رفتہ گھر کا ماحول تبدیل ہونے لگتا ہے۔ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے....؟ اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

شادی کے بعد قائم ہونے والے رشتے اتنے ہی اہم ہیں جتنے خون کے رشتے کیونکہ شادی دو افراد کے ملاپ کا نام نہیں بلکہ دو خاندانوں کے ملاپ کا بھی نام ہے۔

والا ہمیشہ مار کھاتا ہے۔

دوسرے کی رائے کو مقدم سمجھنا اور اس کا احترام کرنا امن اور صلح کا راستہ ہے۔ اپنی مرضی کو اہمیت دینا اور دوسرے کی مرضی کا خیال نہ رکھنا خود غرضی کی دلیل ہے۔ بہت سے شوہر یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح انہوں نے زندگی گزارا ہے آنے والی بھی اسی طرح زندگی گزارے۔ حالانکہ عام طور پر شادی کے بعد عورت ہی زیادہ ایثار کرتی ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ وہ اپنی ساری خوشیوں کو ملیامیٹ کر دے اور طریقے یا سلیقے سے شوہر سے اپنی کوئی ایک بات بھی نہ منوائے۔ میاں بیوی کو تحمل سے کام کرنا ہوگا، شوہر کو تحکمانہ انداز اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح بیوی کو بھی بحث مباحثے سے گریز کرنا چاہیے۔

اگر دونوں اپنی اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ لیں اور ان سے خوش اسلوبی کے ساتھ عہدہ برآ ہو جائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ ان کی گھریلو زندگی مثالی نہ ہو۔ شادی شدہ زندگی میں لچکدار رویہ بہت ضروری ہے۔

جب دو افراد میں کوئی نیا رشتہ بنتا ہے تو دونوں کی شخصیت کے منفی اور مثبت دونوں پہلو سامنے آتے ہیں۔ ان کی کمزوریاں، خوبیاں ایک دوسرے پر عیاں ہوتی ہیں۔ اس لیے دونوں کا فرض ہے کہ ایک دوسرے کی رائے کا احترام کریں،

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب دونوں میں اختلاف ہوتا ہے تو دونوں خاموشی اختیار کر لیتے ہیں اور دل میں کڑھتے رہتے ہیں۔

لیکن ازدواجی زندگی میں یہ خاموشی کسی برے

ہر شخص اپنے گھر کو امن و سکون کا گہوارہ بنانا چاہتا ہے۔ ایسا گھر جہاں کے مکین آپس میں پیار و محبت کرتے ہوں۔ کہتے ہیں کہ بزرگوں کا سایہ گھر کے لیے رحمت ہوتا ہے ہمارے ساس، سسر، نانیاں، دادیاں ہی وہ ہستیاں ہیں جن کے تجربات کی روشنی میں نئی نسل کو ہدایت مل سکتی ہے، ان کی ہی دعاؤں کے طفیل گھر پھلتا پھولتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اصل سے سوڈ پیارا ہوتا ہے اور اولاد سے اتنی محبت نہیں ہوتی جتنی اولاد کی اولاد سے ہو جاتی ہے۔ عام طور پر والدین اپنی معاشی اور دفتری پریشانیوں میں اتنے الجھے رہتے ہیں کہ بچوں کی طرف توجہ ہی نہیں دے پاتے۔ ایسے میں یہ بزرگ ہی ہوتے ہیں جو ایک سایہ دار شجر بن کر پودوں کی آبیاری کرتے ہیں یہ بزرگ ایک چلتا پھرتا تعلیمی ادارہ ہوتے ہیں۔ جب لڑکیاں بیاہ کر سسرال جائیں تو ان پر واجب ہے کہ اپنے ساس، سسر کا خیال رکھیں، ان کا احترام کریں۔ جس طرح وہ اپنے ماں باپ کے حکم کو نہیں نالیتیں اسی طرح انہیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ یہ بزرگ ان کے شوہر کے ماں باپ ہیں۔

خوشگوار ازدواجی زندگی

میاں بیوی کا رشتہ خاندان کی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ جس قدر پائیدار ہے اسی قدر نازک بھی ہے۔ ان کی ذہنی ہم آہنگی، سمجھوتے اور محبت سے ہی ایک اچھا خاندان جنم لے سکتا ہے۔

تعلقات میں بگاڑ عموماً اس وقت پیدا ہوتا ہے جب آپ دوسروں پر اپنی مرضی تھوپنے کی کوشش کرتے ہیں خواہ وہ شوہر ہو یا بیوی کیونکہ عقل کل سمجھے

شوہر کا دل جیتنے کے لیے آپ کو ان کی پسند ناپسند کا خیال رکھنا ہو گا۔ وہ کن لوگوں سے محبت کرتے ہیں ان لوگوں کی خاطر تواضع اور تعریف کرنے سے وہ یقیناً آپ کے دل سے معترف ہوں گے اور ان کے دل میں آپ کی عزت بڑھ جائے گی۔

گھر کے بجٹ سے کچھ بچت کر کے ساس مندوں یا دیور اور ان سے متعلقین کے لحاظ سے چھوٹے موٹے تحائف دیا کریں۔ کبھی ان کی پسند کے کھانے بنا کر کبھی ان کے مسائل شیئر کر کے آپ ٹھنڈی سے ان معاملات کو کنٹرول کر سکتی ہیں۔ رشتے سنبھالنے سے سنبھلتے ہیں اور زندگی گزارنے کے لیے سیاست کی نہیں محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔



## عظیمی کی ہوم ڈیپوری اسکیم

عظیمی کی مصنوعات مثلاً وزن کم کرنے کے لیے مہزلیں ہر بل ٹیبلیٹ، سن ریز ہر بل شیمپو، شہد، بالوں کے لیے ہر بل آئل، رنگ گورا کرنے والی ہر بل کریم شین سم اور دیگر مصنوعات کراچی میں ہوم ڈیپوری اسکیم کے تحت گھر بیٹھے حاصل کی جاسکتی ہیں۔

مطلوبہ اشیاء منگوانے کے لیے اس نمبر پر رابطہ کیجیے:

021-36604127

طوفان کا پیش خیمہ بھی ہو سکتی ہے کیونکہ بات کرنے سے کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا اور یہ کھٹار سس کی ایک صورت ہوتی ہے اس دوران دونوں میں سے ہر ایک کا لہجہ اور الفاظ کا چناؤ نہایت مہذب ہونا چاہیے تاکہ دوسرا آپ کی بات دھیان سے سن سکے اور سمجھ سکے۔ کون سا گھر ایسا ہو گا جہاں میاں بیوی میں نوک جھونک نہیں ہوتی۔ کہتے ہیں بڑا مزہ اس ملاپ میں ہے جو ہو جائے لڑائی کے بعد۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اس کا تذکرہ اپنے میکے میں سہیلیوں میں یا شوہر کے دوستوں سے کریں۔ یہ خالص ذاتی مسئلہ ہے۔ اسے اگر آپ گھر سے باہر لائیں گی تو ایک تو شوہر کا آپ پر سے اعتماد اٹھ جائے دوسرے وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو جائے گا کہ آپ اس کی کسی بات کو راز نہیں رکھ سکتیں لہذا ایک وقت ایسا بھی آسکتا ہے جب وہ آپ سے بہت سی اہم باتوں کو بھی چھپائے گا۔

یقیناً بعض معاملات میں آپ کی اور آپ کے رفیق سفر کی دورائے ہو سکتی ہیں کیونکہ دنیا میں ہر شخص کے خیالات نظریات اور احساسات مختلف ہوتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ محض اسی کو بنیاد بنا کر اپنی زندگی کو دشواری بنا لیا جائے۔

قریبی تعلقات کو کامیابی سے ہمکنار رکھنے کے لیے آپ کو اپنا دل کشادہ رکھنا پڑے گا۔

شادی کے بعد کئی لڑکیاں گھر پر اپنی حکومت چاہتی ہیں۔ اگر ان کے شوہر اپنی والدہ والد یا بہن بھائیوں کو زیادہ وقت دیتے ہیں تو وہ برداشت نہیں کرتیں۔ اس طرح معاملات الجھتے جاتے ہیں۔ اپنے

عظیمی

کے اعتماد کے ساتھ

عظیمی لیبارٹریز کا

# عرقِ گلاب



کراچی میں اپنے قریبی اسٹور سے طلب فرمائیں

یا ہوم ڈیلیوری کے لیے رابطہ کریں:

021-36604127

# بیٹیوں کے رشتوں کی تلاش

ہمارے ہاں ہزاروں ایسی لڑکیاں اس وقت گھر سے بڑی ہے۔ اس سے چھوٹی دو بہنوں کی شادیوں

## آخر مشکل کیوں...؟

کو کافی عرصہ ہو چکا ہے، ایسا نہیں ہے کہ شہانہ کم پڑھی لکھی ہو، شہانہ نے بی بی کام کیا ہے لیکن اس کے والدین کو خاندان میں کوئی مناسب رشتہ نہ مل سکا۔ شہانہ نے کئی مرتبہ خود کو مصروف رکھنے کے لیے ملازمت کرنا چاہی مگر گھر والوں نے اجازت نہ دی۔ شہانہ کا کہنا ہے

ہمیں بیاہ کر چلی جائیں لیکن آج کے اس ماہ پرست دور میں ایسا بہت حد تک ناممکن ہو چکا ہے۔ اس کی پہلی وجہ تو خوبصورتی اور دولت کا معیار، دوسرے آؤٹ آف فیملی رشتے اور ذات برادری کو مد نظر رکھنا ہے اور تیسرا لڑکے والوں کے ناز خیزے! عام طور پر والدین صرف اپنی سوچ کے منصوبے کو عملی طور پر پورا ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہیں اپنی پسند کے رشتے تلاش کرتے ہوئے کئی سال گزر جاتے ہیں حتیٰ کہ لڑکی عمر کے اس حصے



میں داخل ہو جاتی ہے جسے (Over Age) کہا جاتا ہے۔ جوں جوں رشتے آنے میں کمی واقع ہوتی ہے، کئی والدین کے رویوں میں بھی تبدیلی آنا شروع ہو جاتی ہے۔

## درخشان مسعود

کہ اس کے گھر والوں اور خاندان کی دوسری لڑکیوں کا رویہ اس کے ساتھ بہت طفر آمیز ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ گھر میں قید ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ سب میں مل جل کر بیٹھنے کی بجائے تنہائی کو ترجیح دینے لگی ہے، اس کی والدہ کھلم کھلا اسے "مصیبت" کہتی ہیں اور وہ اس تیس سالہ شہانہ اپنے پانچ بہن بھائیوں میں سب

بوجھ زدہ زندگی سے تنگ آگئی ہے۔

جانے کہ وہ ان پر بوجھ بن گئی ہے۔ بیٹیوں کی شادی کرنا والدین کا فرض ہے۔ اس فرض کو وہ محبت اور ذمہ داری سمجھ کر ادا کر سکتے ہیں۔ مجبوری اور بوجھ سمجھ کر لڑکی کو احساس جرم میں مبتلا نہ کریں، کیونکہ جب لڑکے والے کسی لڑکی کو مسترد کرتے ہیں تو وہ اس کے احساسات اور جذبات کو کچل کر بے حسی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان حالات میں لڑکی کو محبت اور اعتماد کی بے حد ضرورت ہوتی ہے۔

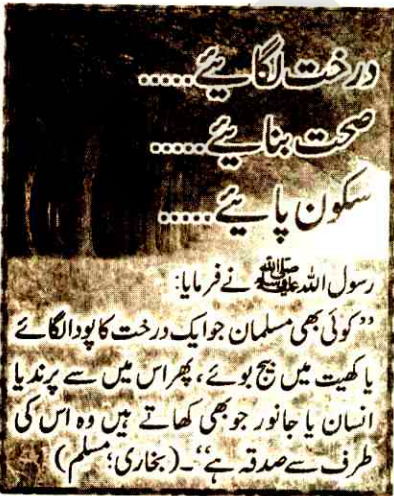
والدین سے درخواست ہے کہ وہ لڑکی کی تعلیم جاری رہنے دیں اور صرف شادی کی وجہ سے اس کی تمام توانائیاں مفلوج نہ کریں، اسے یہ احساس نہ دلایا جائے کہ وہ بوجھ بن گئی ہے بلکہ جتنا ممکن ہو سکے، ذہنی طور پر مطمئن کیا جائے اور شادی کو سر پر سوار کرنے کے بجائے، زندگی کی دوسری حقیقتوں کو پرکھنے کا موقع دیا جائے۔ شاید ذرا سی کوشش کسی کے احساسات اور جذبات کو قتل ہونے سے بچائے گی۔



بچپن سالہ نازش نے ایف اے تک تعلیم حاصل کی تو والدین نے شادی کے خیال سے تعلیم کا سلسلہ منقطع کروا دیا اور اسے گھر گھر ہستی سیکھنے کا حکم بھی دیا۔ اس کے ساتھ ہی خوب سے خوب تر کی تلاش شروع کر دی گئی مگر چھ سال گزرنے کے باوجود انہیں ناتواپ پسند ملا اور بہت سوں کو نازش بھی پسند نہیں آئی۔ ان حالات کی بدولت نازش بد مزاجی اور نفسیاتی الجھاؤ میں مبتلا ہو گئی۔ وہ رشتے کے لیے آئی ہوئی عورتوں کے سامنے مسلسل کیٹ واک سے بھی تنگ آچکی تھی۔

بیس سالہ طاہرہ نے انگلش میں ایم اے کیا ہے اور ایک پرائیوٹ جاب کرتی ہے۔ والدین اور وہ خود بھی ایک پڑھا لکھا لڑکا چاہتی تھی اپنی اچھی جاب کی وجہ سے بہت سے رشتے غیر مناسب لگے اس لیے انکار کر دیا گیا۔ وہ چونکہ خود مختار ہو چکی تھی اس لیے اس کے والدین کو ہر آنے والا رشتہ لاپٹی لگتا تھا۔ نتیجتاً اس کے رشتے آنا بند ہو گئے ہیں، مزاج کی سرد مہری اور لوگوں کی بیجا تنقید نے اسے مزید بدظن کر دیا ہے اور اب طاہرہ شادی کا خیال دل سے نکال چکی ہے۔

یہ صرف چند مثالیں ہیں والدین کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ بیٹیوں کے رشتے کی تلاش میں مناسبت ضرور تلاش کریں، لیکن ساتھ ہی اپنے رویے اور سلوک کو بھی ٹھیک رکھیں کیونکہ معاشرے کی بدسلوکی اور بد اخلاقی پر صرف والدین اور بہن بھائیوں کا ساتھ ہی ”مسترد“ کیے جانے کی تکلیف کو کم کر سکتا ہے۔ لڑکی کو یہ احساس نہ دلایا



رُوحانِ کا محنت



خاتون خانہ کے  
ذوق اور سلیقے  
کا آئینہ دار

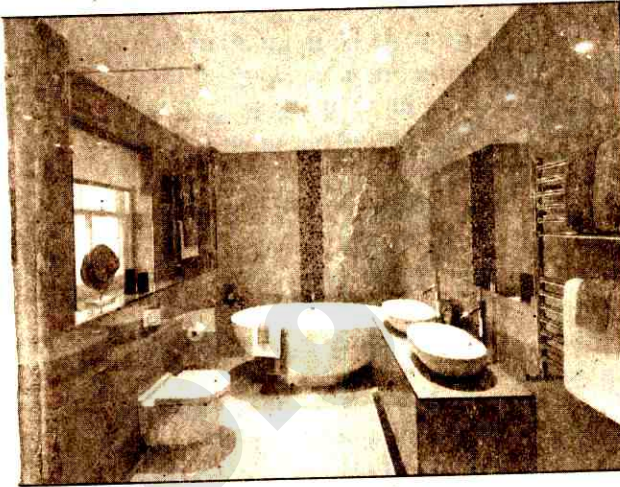
## باتھ روم

کہا جاتا ہے کہ اگر کسی خاتون کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا پڑے کہ وہ پھوپھ ہے یا گھگر تو یہ فیصلہ اس کے

گھر کے چکن اور باتھ روم کو دیکھ کر بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ باتھ روم گھر کا وہ حصہ ہوتا ہے جہاں چکن کی طرح صفائی ستھرائی کا خیال رکھا جانا چاہیے اور اس کے علاوہ اگر باتھ روم کو باقاعدہ ڈیکوریٹ کیا جائے تو صحت پر اس کے نہایت مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں اور طبیعت بشاش ہو جاتی ہے۔ آج ہم آپ کو باتھ روم کی صفائی اور ڈیکوریٹیشن کے حوالے سے کچھ ٹپس دیں گے۔

### باتھ ٹب

باتھ ٹب جدت اور خوبصورتی کی علامت ہے۔ تمام دن کی تھکن نیم گرم پانی میں غسل کرنے سے باآسانی دور ہو جاتی ہے۔ باتھ ٹب مختلف سائز، ساخت اور اسٹائل کے دستیاب ہیں۔ آپ ایک اچھے برانڈ کے باتھ ٹب کا انتخاب کمپنی کے بروشر اور



اگر آپ تھوڑی توجہ اپنے باتھ روم کو دیں تو یہ توجہ آپ کے گھر کو بھی چار چاند لگا دے گی اور آپ کے سلیقے اور ذوق کی داد دیے بنا کوئی نہ رہ سکے گا اور آپ کا باتھ روم بہت خوبصورت ہو جائے گا۔

باتھ روم مختلف سائز کے ہوتے ہیں قدرتی طور پر آپ وہ حصہ منتخب کریں گی جو آپ کی

فیملی اور گھر کے لیے مناسب ہو۔ عام طور پر مہمانوں کے لیے ایسا باتھ روم منتخب کر لیا جاتا ہے جو قدرے چھوٹا اور واش بیسن اور Lavatory کی سہولت پر مشتمل ہوتا ہے اور جسے صرف

کیٹلاگ دیکھنے کے بعد کریں، سب سے اہم چیز اس بات کا خیال رکھنا ہے کہ باتھ روم میں موجود مختلف اضافی سہولتوں اور تعینات کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جائے اگر باتھ ٹب Exotic

### فرخ حبیبین اظہر

Shell شیپ میں ہے تو مناسب

ہو گا کہ واش بیسن، کموڈ اور بیڈٹ (Bidet) بھی اسی تھیم کو پیش کریں۔ باتھ ٹب کبھی بھی بہت بڑا نہیں

دعوتوں کے دوران استعمال کیا جاتا ہے۔ بڑے باتھ روم کئی سہولیات کے حامل ہوتے ہیں۔

## شاہد کرٹن

شاہد کرٹن اور ہاتھ روم وینڈوز کے لیے کئی خوبصورت ڈیزائن موجود ہیں یہ مناسب قیمت اور ریٹج میں دستیاب ہیں اس کا انتخاب اپنے ذوق کے مطابق کر سکتے ہیں۔

## مناسب ہوا دار

ہاتھ روم میں ہوا کا گزر ایک بہت اہم نقطہ ہے جسے کسی بھی صورت نظر انداز نہیں کرنا چاہیے ایگزاسٹ سسٹم ہاتھ روم کی اہم ضرورت ہے کھڑکی سے قدرتی روشنی یا آسانی آسکے۔ لیکن انہیں Frosted Glass سے بند رکھنا چاہیے۔

## دیواریں

ہاتھ روم کی دیواروں کی واٹر پروف یا پھر Tiled ہونی چاہیے۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ اسے یا آسانی صاف بھی کیا جاسکتا ہے مارکیٹ میں موجود خوبصورت اور پرکشش ڈیزائن کے ٹائلز آپ کے ہاتھ روم کو اور خوبصورت بنا دیں گے۔

اگر آپ بہت مہنگے ٹائلز خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے تو بھی نائلز کے ساتھ چند ایسے ٹائلز بھی خرید لیں جنہیں ان ٹائلز کے درمیان سیٹ کر کے ہاتھ روم کی رونق کو بڑھا سکتے ہیں۔

## کپ بورڈز اور شیلف

ہر ہاتھ روم میں Cupboards اور Shallow Open Shelves موجود ہوتے ہیں جہاں شیمپو، صابن، شیونگ کا سامان اور ہاتھ روم میں ضرورت کی اشیاء رکھی جاتی ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ Shelves واٹر پروف ہوں اس ضمن میں

ہونا چاہیے جو کمرے پر غالب آجائے اور باقی چیزوں کے لیے جگہ تھوڑی بڑ جائے۔ ہاتھ روم خریدنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لیں کہ اسے یا آسانی لایا لے جایا سکتا ہے اس کے لیے خصوصی ریلیز (Rails) فراہم کیے جاتے ہیں جس سے بغیر کسی رسک کے ہاتھ روم لایا لے جایا سکتا ہے۔

## واش بیسن

واش بیسن اب مارکیٹ میں بڑی ریٹج میں موجود ہیں کلرز، اسٹائل، ماڈلز میں بے پناہ وراثی موجود ہے جس کے باعث انتخاب مشکل ہو گیا ہے۔ بنیادی طور پر فیصلہ یہ کرنا ہوتا ہے کہ واش بیسن دیوار سے لگائے جائیں یا پھر Pedestal پر سیٹ کیے جائیں اس کے بعد اسٹائش اسٹینڈ ڈرین پائپ کے لیے لگایا جاسکتا ہے۔

## کموڈز

آج کل کموڈز اور بیڈٹ (Bidet) آرٹ کا نمونہ نظر آتے ہیں رنگوں کی بے پناہ وراثی موجود ہے جس سے ہاتھ روم کو ایک خوبصورت تاثر ملتا ہے اور آپ کا بجٹ بھی متاثر نہیں ہوتا۔

## شاہد کیوبیکل

شاہد کیوبیکل ہاتھ روم کی اہم ضرورت ہے بہت سے لوگوں کے گھروں کے ہاتھ روم میں الگ ہاتھنگ ایریا نہیں ہوتا جہاں ہائی، اور مگ رکھا جاسکتا ہو اور آپ حسب خواہش غسل کر سکیں۔ Shower Cubecle ہاتھ روم کا وہ حصہ ہے جب آپ ہاتھ روم استعمال کرنے کے موڈ میں نہ ہوں تو وہاں غسل کر سکیں اس ضمن میں آپ پرکشش اور وراثی اسٹائل وینڈ، سیڈل واٹر فوسٹ استعمال کر سکتے ہیں۔

Laminated Sheets بہترین رہتی ہیں۔

چیل پین کر ہاتھ روم نہ جائیں، مرد حضرات اور بچوں کو پابند کریں کہ صفائی اور پاکیزگی کا خیال رکھنا بہت اہمیت رکھتا ہے۔

فرش

اگر آپ ہاتھ روم کے فرش کو خشک رکھنا چاہتی

ہیں اور محتاط ہیں تو پھر میٹ کارپٹ کے استعمال کی

ضرورت نہیں ہاتھ روم Rugs عام طور پر باآسانی

دھل جاتے ہیں

ان کی صفائی

آسان ہوتی ہے ا

ور سب سے اہم

بات کہ ان سے

پھسلن نہیں ہوتی

اس لیے خریدتے

وقت آپ دو

سیٹ خریدیں تاکہ جب ایک صاف ہو رہا ہو تو دوسرا

استعمال کیا جاسکے۔

ہاتھ روم کے ٹائلز خصوصی طور پر Skid

Proof ہونے چاہیں اور ساتھ ہی تھوڑا رف

Textare ہو خصوصاً اس وقت جب آپ کے گھر میں

بڑی عمر کے افراد بھی موجود ہوں تاکہ ہاتھ روم میں

گرنے کا اندیشہ نہ رہے۔ بڑی عمر کے افراد کے گرنے

کے حادثات عموماً ہاتھ روم میں ہی پیش آتے ہیں۔

استعمال کی اشیاء

تولید اور کرشن راڈز اس کے علاوہ ہاتھ روم کی

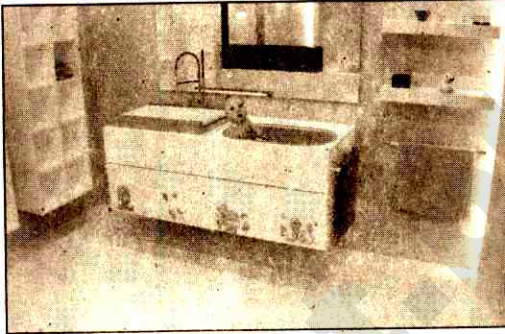
ضرورت کی دیگر اشیاء مثلاً صابن وغیرہ اگرچہ کسی فرد

واحد کی چواٹس ہوتے ہیں لیکن ان کا درست استعمال

ماحول کو بے شک خصوصی بنانے میں اہم کردار ادا کرتا

ہے۔ ہاتھ روم چپلیں ضرور استعمال کریں مگر سخت

پلاسٹک یا ربڑ کی قبینچی نما ساخت والی چیل رکھیں۔ ہر



دیواروں پر کارٹون پینٹ کیے جاسکتے ہیں یا وال پیپرز بھی لگائے جاسکتے ہیں اور نہانے کے عمل کو خوشگوار بنانے کے لیے ہاتھ روم میں

چند تیرنے والے گھلونے رکھے جاسکتے ہیں۔ بچوں کے ہاتھ روم کو ہر لحاظ سے محفوظ ہونا چاہیے۔

چند حفاظتی تدابیر

پانی کو گرم رکھنے کا انتظام مثلاً گیزر کو نہایت احتیاط

اور محفوظ طریقے سے لگانا چاہیے۔ بجلی کی تاریں کسی

بھی صورت میں دیواروں اور کھڑکیوں پر کھلی صورت

میں نہ ہوں۔ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ وہ اچھی

طرح سے Earthed ہوں۔ اس کے علاوہ بجلی اور

گیزر کے سوچ محفوظ اور خشک جگہ پر ہوں اگر یہ ہاتھ

روم کے دروازے کے باہر ہوں تو یہ زیادہ بہتر

رہتا ہے۔

ہاتھ روم میں استعمال ہونے والی تمام الیکٹریک

Gadgets اچھی کوالٹی کی ہوں سستی اشیاء خرید کر

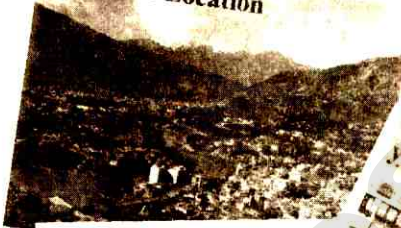
اپنی زندگی کو خطرے میں ہرگز نہ ڈالیں۔



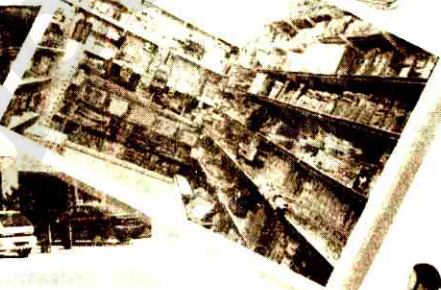


# SANGAM Superstore

Beautiful Location



Everything  
you Need



**SANGAM SUPERSTORE**

Domel, Muzafferabad,  
Azad Kashmir.  
Phone: 05822-446661



# ٹین ایج نازک اور خوبصورت دور

کبھی ان کا مزاج ہر بات، ہر کام میں انتہا پسندی کی جانب مائل ہو جاتا ہے تو کبھی وہ بہت یوریت اور بیزاری محسوس کرتے ہیں۔ کسی کام میں دلچسپی نظر نہیں آتی اور کسی وقت سب کچھ بہت اچھا لگنے لگتا ہے۔ ہر بات میں سوال کرنا اور ان کے جواب طلب کرنا آتے جاتے دروازہ زور سے کھولنا، بند کرنا پاؤں گھسیٹ کر چلنا یا پھر بہت تیز چلنا، تھقبے لگانا اور کبھی بہت سی تبدیلیوں کے ساتھ ٹین ایج سے دور میں داخل ہوتے ہیں۔ مسند یہ ہے کہ آخر والدین اس عجیب و غریب دور میں بچوں کو کس طرح

ٹین ایج بچوں کے اکثر والدین ان کے اندر وہ نمائندگی والی تبدیلیوں سے بے خبر رہتے ہیں، انہیں یہ اندازہ ہی نہیں ہو پاتا کہ بچہ یا بچی کس مشکل دور سے گزر رہے ہیں، جن گھروں میں بچوں کی تعداد زیادہ ہو اور ان میں عمر کا وقفہ بھی زیادہ نہ ہو تو ان گھروں میں والدین کی توجہ ہر بچے کو یکساں اور بھرپور ملانا مشکل ہوتا ہے، یوں تو بچپن سے لڑکپن اور اس کے بعد سے، اور بھی والدین کی توجہ، محبت اور شفقت کے متقاضی ہوتے ہیں مگر ٹین ایج عمر کا وہ دور ہے جہاں والدین کی بچے کی طرف ذمہ داریاں

بیدار کریں...

احسن احمد عباسی

بچوں کو جانیں۔

زیادہ بڑھ جاتی ہیں۔ پھر والدین یہ حقیقت قبول ہی نہیں کر پاتے

جسمانی بلوغت ہر فرد کی زندگی میں آنے والا اہم دور ہے یہ ایک قدرتی عمل ہے۔ بیشتر بچے عمر کے اس حصے میں احساس کمتری، جذباتیت اور اپنے احساسات چھپانے کے لیے غیر فطری رد عمل ظاہر کرتے ہیں، جسمانی تبدیلیوں کے نتیجے میں خود اعتمادی میں کمی

کہ ان کے بچے اب چھوٹے نہیں رہے وہ بالغ ہو رہے ہیں۔

یہ دور ٹین ایج بچوں کے لیے ایک معرکہ بھی بن سکتا ہے وہ جسمانی اور ذہنی تبدیلیوں کو سمجھ نہیں پاتے۔



ڈھونڈیں۔ انہیں اس سطح پر سمجھائیں جہاں وہ باسانی سمجھ جائیں کوئی ایسا جواب یا حل نہ بتائیں جو انہیں مزید الجھا دے۔ خیال رکھیں کہ آپ کا بچہ یا بچی دوستوں، انٹرنیٹ اور دیگر قابل اعتماد ذرائع سے اپنے سوالوں کے جواب ڈھونڈنے کی کوشش نہ کرے۔

ناصرانہ گفتگو ہر بار

کارگر نہیں ہوتی

عمر کا یہ حصہ جوش، ولولے، خواہشات اور ان کی تکمیل کا متقاضی ہوتا ہے جن بچوں کو اس دور کے بارے میں پہلے سے معلومات ہوتی ہیں وہ اسے انجوائے کرنا چاہتے ہیں۔ ان بچوں کے والدین کو چاہیے کہ انہیں آزادی ضرور دیں مگر پہلے کچھ اور اصول و ضوابط متعین کر لیں اور ہر گز ان سے روگردانی پر راضی نہ ہوں۔ جس بارے میں آپ جو محسوس کرتے ہیں اسے ذرا نرم الفاظ میں بچوں تک ضرور پہنچائیں۔ مثال کے طور پر اگر آپ کا ٹین ایج بچہ یا بچی مینے کے پہلے ہفتے میں ہی ساری پاکٹ منی خرچ کر دے تو آپ اسے یہ ضرور بتائیں کہ اگلے مینے پاکٹ منی خرچ کرنے کے لیے اسے اپنا بجٹ بنانا ہو گا اور پورے مینے اسی میں گزارا کرنا ہو گا علاوہ ازیں ان اخراجات یا ضرورت کے جو پاکٹ منی میں پورے نہیں کیے جاسکتے۔

بچوں سے دوستی کر لیں

نو عمری کے چھوٹے چھوٹے مسئلوں مثلاً دانے، روغنی بال، آواز میں تبدیلی، غیر ضروری بالوں کی نشوونما اور اسی قسم کی دوسری جسمانی تبدیلیاں انہیں عدم اعتماد میں مبتلا کر دیتی ہیں ان کے یہ مسائل والدین ہی حل کر سکتے ہیں۔ بچوں کے خدشات کو

آتی ہے اور بچہ خود کو بد صورت سمجھنے لگتے ہیں۔ اب جن بچوں کو اس دور کے بارے میں والدین معلومات دے چکے ہوتے ہیں وہ تو خوشی اسے قبول کر لیتے ہیں مگر جن گھرانوں میں شرم و لحاظ کی وجہ سے بچوں کو سختی میں رکھا جاتا ہے ان سے ٹین ایج کے بارے میں کوئی بات نہیں کی جاتی نہ ہی انہیں کچھ پوچھنے کی اجازت ہوتی ہے۔ ایسے ماحول میں بچے اس دور کی نزاکتوں کو سمجھنے کی بجائے الجھ جاتے ہیں اور اکثر نفسیاتی مریض بن جاتے ہیں۔ والدین کا یہ فریضہ ہے کہ بچے یا بچی کو ٹین ایج کے بارے میں مطلع کریں۔ انہیں سمجھائیں کہ یہ دور اور اس میں رونما ہونے والی تبدیلیاں ان کی خود اعتمادی میں نا صرف اضافہ کرتی ہے بلکہ ان کی صحت اور مکمل جسمانی نشوونما کے لیے بھی ناگزیر ہیں۔ بچے اگر سمجھدار ہوں تو یہ مسائل جلد سمجھ جاتے ہیں۔ وگرنہ ان سے گفت و شنید کا سلسلہ جاری رکھیے اور ڈانٹ ڈپٹ کے بجائے پیار و محبت سے انہیں قائل کرنے کی کوشش کریں۔

بچوں سے باتیں کریں

بچوں اور والدین کے درمیان مضبوط تعلق کا انحصار بات چیت کر کے مسائل شیر کرنے پر ہے۔ والدین کی ذمہ داری صرف یہ نہیں کہ بچوں کو نصیحتوں یا احکامات صادر کریں یا ہر وقت بات بے بات سمجھاتے رہیں۔ آپ کو بہر حال ان کا موقف سننا چاہیے۔ اب چاہے وہ ان کے ذاتی مسائل ہوں مثلاً ایکٹی، خشکی یا اسکول کے مسائل ہوں یا ٹین ایج میں ہونے والی جسمانی تبدیلیاں اگر وہ ان سب کے بارے میں بات کریں یا کچھ جاننا چاہیں تو انہیں سہولت سے سمجھائیں ان کے مسائل کا حل

پچکانہ سمجھ کر مت نالیں۔ یہ وقت ان کے قریب ہونے کا ہے انہیں یقین دلائیں کہ آپ ان کے لیے ہر وقت موجود ہیں۔ اسکن کینر مصنوعات، شیمو وغیرہ کے لیے انہیں خود شاپنگ پر لے جائیں۔ اس عمر کے لڑکے اور لڑکیاں یہ مسائل والدین کو بتاتے ہوئے شرماتے ہیں مگر والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود باخبر رہیں اور انہیں تحفظ فراہم کریں۔

بچوں کے دوستوں سے

تعارف حاصل کیجیے

آج کل کے نین ایجر پچھلی نسلوں سے کچھ اس لیے بھی مختلف ہیں کہ انہیں تفریح اور معلومات کے جدید ذرائع میسر ہیں۔ گھر میں والدین کی موجودگی میں اس کی مصروفیات اور دلچسپیاں اور ہوتی ہیں جبکہ گھر سے باہر دوستوں کے ساتھ اس کے تعلقات کی کیا نوعیت ہے یہ بتا کرنا آپ کا ہی کام ہے۔ بچے یا بچی میں اگر دوستوں، ابلان عامہ اور انٹرنیٹ سے متاثر ہونے کا رجحان موجود ہو تو تربیت کی ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے۔ انہیں کسی غلط یا قابل اعتراض سرگرمی میں مشغول دیکھیں یا پھر ان کے خیالات اور فیصلہ سازی میں بلاؤ محسوس کریں تو اشتعال میں نہ آئیں بلکہ سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں اپنے عمل سے یہ ضرور بتائیں کہ اپنے مستقبل میں بہتری کے لیے کیسا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے یعنی کون سا عمل ان کے لیے نقصان دہ ہو گا.....؟ لیکن یہ سب اس طرح کریں کہ انہیں ایسا محسوس نہ ہو کہ والدین ہم پر اپنی مرضی مسلط کر رہے ہیں۔

بچوں پر تنقید

بلوغت کی طرف بڑھتے ہوئے بچوں کے

احساسات میں بھی تغیر آتا ہے انہیں دوسروں کی باتیں براہ راست اپنی ذات سے جڑی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ انہیں نصیحت کرنے کے لیے بھی سخت الفاظ استعمال نہ کریں۔ ان کے لاشعور میں یہ بیجھ جاتا ہے کہ وہ اب بڑے ہو گئے ہیں اور اپنے فیصلے خود کر سکتے ہیں، کپڑوں، کپڑوں کے اسٹائل، وقت کی پابندی، پڑھائی لکھائی اور کھانے پینے کے معاملات اپنی مرضی سے طے کرنا چاہتے ہیں جبکہ والدین چاہتے ہیں کہ ان کے بتائے گئے اصولوں اور نظم و ضبط پر عمل کیا جائے۔ والدین اور بچوں کے درمیان خود پرستی اور شخصیتوں کا تضاد دونوں فریقین کو پریشان رکھتا ہے۔ اس مسئلے کا بہترین حل یہ ہے کہ والدین بچوں پر بے جا تنقید نہ کریں ان کی خواہش کا احترام بھی کریں ان کو برا اور خود مختار ہونے دیں اور دیگر بچوں کی مثالیں دے کر نہ سمجھائیں۔ اپنی رائے کا اظہار غنڈے دل و دماغ سے کریں اور اپنے موقف پر قائم رہیں چاہے بچے یا بچی مانے یا نہیں۔ یاد رکھیں کہ بچے معلومات اور تفریحی سرگرمیوں کے هجوم میں گم نہیں ہو جاتا چاہے بلکہ بعض معاملات میں اب بھی اس کی انگلی تمام کر اسے محفوظ جگہ پہنچانا آپ کا اخلاقی فریضہ ہے۔

بچوں کی مصروفیات کا

جائزہ لیتے رہنیے

بے جا دباؤ، بات بے بات نصیحتیں، نین ایج بچوں کو بغاوت اور سن مانی کی جانب آکھاتی ہیں اس دور میں بچے یا بچی بد کھن ہو جائیں تو ساری عمر انہیں سداہارنا مشکل ہو جاتا ہے، وہ باخبر افراد جو زندگی سے مایوس

بچے کی صحت ..... ماں کا اطمینان

AZEEMI

GROWEL



عظیمی کا گرویل شیر خوار اور بچوں کی پیٹ کی تکالیف مثلاً گیس، پیٹ کا درد، دست اور تے میں آرام پہنچاتا ہے۔ بچے کے نظام ہضم کو بہتر کرتا ہے اور دانت نکلنے کے دنوں میں تکلیف میں آرام پہنچاتا ہے۔

عظیمی دوا خانے میں بر سہا برس سے بچوں کے لیے تجویز کیا جانے والا ایک آزمودہ نسخہ اب دیدہ زیب پیکنگ میں بھی دستیاب ہے۔

AZEEMI LABORATORIES

Ph:021-36604127

رُوحانی کا محنت



[www.pdfbooksfree.pk](http://www.pdfbooksfree.pk)



# صحت و علاج مرہلگی



انسان اور بیماری کا تعلق اتنا ہی پرانا ہے جتنی انسانی تاریخ۔ انسانیت روز آفرینش سے اپنی ہتھالی جنگ لڑ رہی ہے، اس عرصے میں بیماریوں سے نبر آزما انسان نے کتنے ہی ایسے طریقوں تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کی جن سے شفا حاصل ہو سکتی تھی،

انسانی ارتقاء کے اس سفر میں تکالیف اور بیماریوں سے بچنے کے لیے نت نئے طریقے علاج

تلاش کیے گئے ہیں اور اب جدید دور میں جہاں نت نئی بیماریاں ظاہر ہو رہی ہیں وہیں جدید طریقے علاج بھی موجود ہیں مگر آرتھوسوں صدی میں جبکہ

سائنس و ٹیکنالوجی نے بہت سی انسانی بیماریوں پر قابو پایا ہے۔ بعض اوقات ایسے عوامل سے بھی واسطہ پڑتا ہے جن سے چھٹکارا دینا ناممکن نظر نہیں آتا۔

ایک طرف آریڈز، کینسر، ڈیپنٹی، ائرس اور سوائن وائرس کے بخار اور دیگر پیچیدہ جسمانی بیماریوں نے انسانی زندگی کو مات دینی شروع کر دی ہے، دوسری طرف ڈپریشن، اسٹریس، فوبیا، آٹزم، شیڈ و فرینیا، الزائمر

جیسی ذہنی بیماریوں کے آگے جدید ٹیکنالوجی بھی بے بس نظر آتی ہے۔ ایسے میں کتنے ہی ایسے متبادل طریقے علاج سامنے آئے جسکے باعث ناصرف کئی بیماریوں سے چٹا جاسکتا ہے۔

ان میں کئی طریقے کار ایسے بھی ہیں جن کے پیچھے کوئی سائنسی یا عقلی دلیل بظاہر نظر نہیں آتی، جن کی تھیوری کو حتمی طور پر پیش نہیں کیا جاسکتا مگر ان کے اندر کوئی ایسے ماورائی مظاہر موجود ہوتے ہیں جن کے باعث کئی لاعلاج امراض میں مبتلا لوگ تندرست ہو جاتے ہیں۔

آج دنیا بھر میں علاج معالجہ کے ضمن میں ہزاروں ایسے مختلف متبادل طریقے علاج موجود ہیں جن میں رنگ، روشنی، موسیقی، سانس، مقناطیس، پتھر و جواہرات، پانی، خوشبو اور جزی بوٹیوں

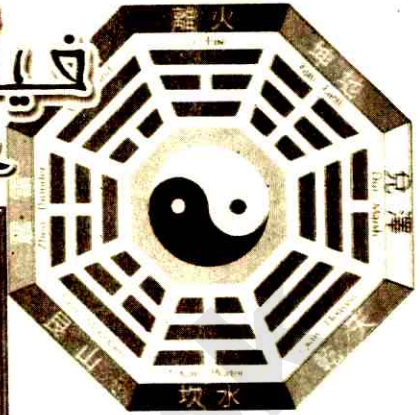
سے علاج کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ یوگا، ریکی، مراقبہ، ایکو پنچر، ایکو پیرنٹر، ریفلیکسولوجی، پیسوتھراپی، شیاٹسو، الیکٹریڈر ٹکنیک، آیورویڈ، فینگ شوئی، ٹائی چی، آریڈیولوجی،

کائنسیولوجی، کی کوٹنگ غرض کہ ایک طویل فہرست ہے، جن کی اہمیت، افادیت اور شفا یاب خصوصیات کو چھٹایا نہیں جاسکا ہے۔



# فینگ شوائی

## Feng Shui 風水



فینگ شوائی ایک قدیم سائنس ہے اس کا تعلق چین سے ہے۔ فینگ شوائی کے ذریعے گھر کی تزئین و آرائش میں معمولی تبدیلی سے فطرت کے اصول آپ کے گھر میں رویہ عمل ہو سکتے ہیں۔ اس سے ذہنی یکسوئی میں اضافہ ہو سکتا ہے اور آمدنی میں نمایاں اضافہ ہو سکتا ہے۔ روحانی ڈائجسٹ کے قدرت کے لیے ان صفحات پر چین کے معروف متبادل طریقہ علاج فینگ شوائی پر سلسلہ شرمع کیا جا رہا ہے۔

### انہوں حصہ

### فینگ شوائی اور آپ کا گھر

تم پچھلے شماروں میں فینگ شوائی کے تعارف اور گھر میں اسکے اصولوں کے مطابق ترتیب، تزئین و آرائش سے متعلق آپ کو آسان اور سہل انداز میں گائیڈ لائن فراہم کرتے آ رہے ہیں تاکہ آپ اس قدیم ترین علم اور طریقہ ہائے زندگی کو سمجھ کر اور اپنا کردار کے پیش بہا خزانے سے مستفید ہو سکیں۔

### شایینہ جمیل

ہے اور تمام افراد خانہ صحت اور سکون آور ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہ محض الفاظ نہیں بلکہ فینگ شوائی کے اصولوں سے استفادہ کرنے والے اور اپنے مسائل کا حل فینگ شوائی کے اصولوں سے حاصل کرنے والے دنیا کے مختلف ممالک میں بسنے والے لوگوں کے

تجربات ہیں جو انہوں نے کسی نہ کسی پلٹ قدم پر عوام سے شئیر کئے اور ہم نے آپ سے۔

آج ہم گھر کے ایک اور اہم اور بنیادی حصے کی بات کریں گے جو بظاہر تو کوئی مخصوص جگہ یا کمرہ نہیں مگر ان حصوں میں چنی تو تائی کا بحال رہنا اور اس کا مثبت و متوازن بہاؤ از حد ضروری ہے۔

برآمدہ، ڈیویڑھی اور رابداریاں:

hallways/corridor

کوریدورز یا ہال ویز تو تائی کے مثبت بہاؤ میں کیا

فینگ شوائی کے اصولوں کی بنیادوں پر آرام کے گئے گھر فطری طریقہ زندگی کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ ایسے گھروں میں رہائش پذیر لوگ معاش کی تنگی سے محفوظ رہتے ہیں۔ والدین اور بچوں کے تعلقات بہتر رہتے ہیں۔ آپس میں خلوص اور ہم آہنگی کے جذبات بڑھ جاتے ہیں۔ ان کا گھر ذہنی سکون کا بہترین ذریعہ ثابت ہوتا ہے۔ آمدنی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ بچے تعلیم میں دلچسپی لیتے ہیں۔ معاشی منصوبہ بندی کی صلاحیتیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ عبادات میں ذہنی یکسوئی بڑھ جاتی

بتلا ہو جاتا ہے۔

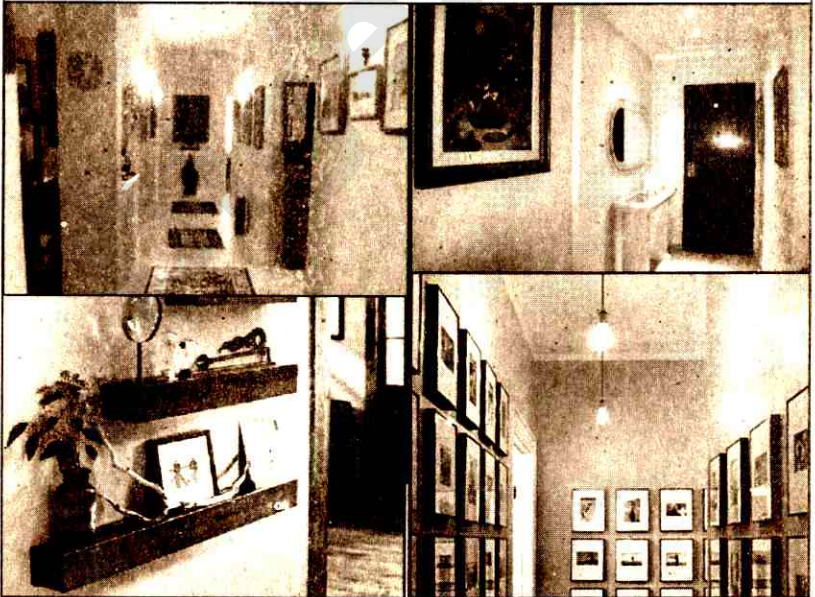
بالکل اسی طرح یہ کوریڈورز یا راہداریاں بھی دراصل عمارت کی رگوں کا کام کرتے ہیں اور گردش کرتی چلی تو انائی کے لئے راستہ فراہم کرتے ہیں اور ایک سمت کی تو انائی کو دوسری سمت میں دور کرتی تو انائی سے جوڑتے ہیں اس لحاظ سے ان کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

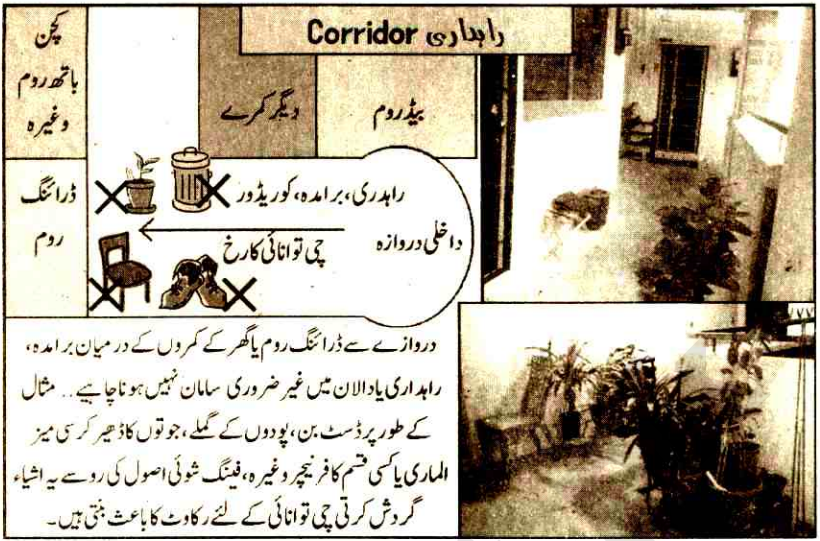
یہ آپ کے گھر کے وہ مقامات ہیں جہاں ہم طے چلنے کے لیے آنے والے افراد کو خوش آمدید اور اللہ حافظ کہتے ہیں یعنی یہ ملاقات کا پہلا مقام ہے اور رخصت بھی یہیں سے کرتے ہیں یہاں تو انائی کے مختلف عناصر اور ان کی تحریکات کو متوازن رکھنا

کردار ادا کرتے ہیں اور ان کی اس سلسلے میں کیا اہمیت ہے؟ کوریڈورز یا ہال ویز کسی بھی عمارت کے مختلف حصوں کو آپس میں ملانے والے درمیانی راستے یعنی گزر گاہیں ہیں۔ اب اگر مرکزی داخلی دروازے سے گھر کے اندر تک راستہ برآمدہ ہے تو کمروں کے درمیان متصل خالی حصہ راہداری یا کوریڈور ہے۔

یہ راہداریاں اور برآمدے کسی بھی عمارت میں رگوں کی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح رگوں کے ذریعے خون تو انائی لے کر پورے جسم میں گردش کرتا ہے۔ اگر ان رگوں میں کسی بھی طرح کی رکاوٹ آجائے تو اس حصے تک خون کی رسائی مشکل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے جسم کا وہ حصہ کسی نہ کسی تکلیف میں

فینگ شوئی اصول کے مطابق چلی تو انائی سے بھر پور ایک صحت مند گھر کی راہداری غیر ضروری سامان سے پاک ہوتی ہے، البتہ فیملی فوٹوز، پینٹنگ، آئینے، قالین، طاق، ازرو دی دیوار شیلف اور مناسب روشنی کا انتظام بے حد اہم ہے۔





قوت بختا ہے۔ یہ غیر متوازن صورتحال بے جا بانو کا باعث بنتی ہے جو عموماً ڈر، خوف یا تباہی کی صورت میں محسوس کیا جاتا ہے۔

اب اس کا انتہائی سادہ ساحل یہ ہے کہ چاہے راہداری ہو، برآمدہ ہو یا ڈیورسٹی، روشنی کا خاطر خواہ انتظام رکھنے انہیں مکمل طور پر خالی نہ چھوڑے بلکہ ان حصوں کا بھی پاکو آچارٹ کے مطابق فینگ شوئی کارنرز تعین کیجیے اور ان کی ضروریات کے لحاظ سے آرائشی سامان سے سجائیے۔ آئینوں اور تازہ پودوں کے گملے حیاتی قوت کو بحال رکھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ تنگ راہداریوں میں آئینے کا استعمال وسعت اور کشادگی کا باعث بنتا ہے اور توانائی کی اضافی مقدار کو جذب بھی کرتا ہے جبکہ اندرونی راہداریوں میں فیملی پکچرز یا خوبصورت مناظر کی کوئی سینیٹی بھی لگائی جا سکتی۔ اس کے علاوہ بک شیلڈز یا ٹیلیفون ریک بھی آپ کے کوریڈور کی دیوار کا حصہ بن سکتے ہیں۔

بے حد ضروری ہے۔ اس کے لئے بنیادی چیز راہداریوں کی چوڑائی اور لمبائی ہے۔ بہت زیادہ تنگ اور لمبی راہداریاں جہاں کسی اور کمرے کی کوئی بھی کھڑکی یا دروازہ نہ کھلتا ہو توانائی کے بہاؤ کو تیز کر کے حیاتی قوت کی تاثیر کو زائل کر دیتی ہے۔

اس بات کو یوں سمجھیے کہ اگر نامناسب روشنی اور ہوا کا فقدان، بے جا سا زوسامان اور کاٹھ کباڑی پچی توانائی کی آمد و رفت میں رکاوٹ پیدا کر کے اس کے بہاؤ کو ست کر دیتے ہیں تو اسی طرح بہت زیادہ تنگ یا بہت زیادہ چوڑی اور لمبی راہداریوں میں پچی توانائی کی مقدار غیر متوازن ہو جاتی ہے۔ خالی ہونے کی وجہ سے توانائی کا بہاؤ اس قدر تیز ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے خواص کا پوری طرح مظاہرہ کئے بغیر ہی گزر جاتی ہے۔ نیز اندھیرا یا روشنی کی نامناسب مقدار میں لہروں کو قوت بخشتی ہیں جو کہ توازن میں بگاڑ اور منفی شاہ توانائی کو



## فینگ شوئی گارڈن :

فینگ شوئی کے ماہرین ہمیں

بتاتے ہیں کہ ایک آئیڈیل گھر چاروں

اطراف سے سبزہ سے گھرا ہونا چاہئے۔

اگر ہم اس کی وضاحت کے بجائے آپ

سے کہیں کہ آپ کو گھر شمالی عاقتہ جات

میں بنانا چاہیے تو شاید آئیڈیل لو کیشن

کھجنا بہت زیادہ آسان ہو جائے۔ جا بجا

پھیلا سبزہ تازگی، اونچے پہاڑ تحفظ اور

بہتی ندیاں زندگی کا نغمہ سناتی

ہیں۔ شہری علاقوں میں ایسے آئیڈیل

ماحول اور گھر کے لئے آپ فینگ شوئی

کے اصول اپنائیں۔ اس کے مطابق

اپنے گھر کے ساتھ ساتھ گارڈن کی بھی

آراکش کیجئے۔ آپ کے گھر کا بیرونی اور

کھلا حصہ ہوتا ہے۔ یہاں یں اور فینگ

لہروں کو متوازن کرنا آسان بھی ہے

اور سود مند بھی۔

ایک یا دو بڑی کھڑکیوں ہی سے اس کا نظارہ ممکن ہو پاتا

ہے۔ یا پھر زیادہ سے زیادہ شام کی چائے لان میں پنی لی

جاتی ہے اور بس۔

اگر آپ اپنے گارڈن کو چاہے وہ ایک بہت بڑے

رقبے پر پھیلا ہوا گھر کے برآمدہ میں ایک چھوٹے سے

لان کی صورت میں ہو فینگ شوئی کے اصولوں کے

مطابق ڈھال لیں تو آپ کے گھر کے اندر داخل ہونے

والے تو انائی ہر لحاظ سے مثبت اور تمام خواص سے لیس

حیاتی قوت لئے ہوئے ہوگی۔ فینگ شوئی گارڈن یا لان

دائرونی یعنی گولائی میں یا پھر ہشت پہلو شکل میں ہوتے

ہیں اور اسی ساخت کو ترجیح بھی دی جاتی ہے چنی تو انائی

فینگ شوئی کے مطابق جنوب میں پھیلا

سبز خوبصورت سالان آپ کی شہرت میں اضافے کا

باعث بنتا ہے۔ شمال میں سجے چھوٹے خوشنما ٹیلے یا

پہاڑیاں تحفظ کا احساس پیدا کرتے ہیں یہی چھوٹے ٹیلے

اگر مشرق میں موجود ہیں تو دانشمندی و فراست کو

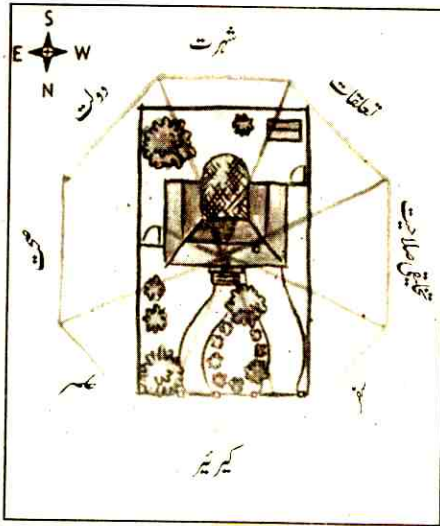
بڑھاتے ہیں مغرب میں بہتی ندی یا چھوٹا سا نوراد یا پھر

تالاب کی موجودگی نہ صرف ناگہانی صورتحال کو قابو

میں رکھتی ہیں بلکہ چنی تو انائی کی اسٹوریٹنگ کا کام بھی کرتی

ہیں۔ ہمارے ملک میں گارڈن لان کی کاروان رو ہے مگر

صرف خانہ پوری کی حد تک۔ گھر کے اندرونی حصے سے



کے بہاؤ کو ربط میں رکھتے ہیں۔

\*... اگر آپ کے لئے یہ ممکن نہیں تو پھر بھی اپنے لان میں سب سے پہلے فینگ شوئی سیکلر کی نشاندہی کیجئے اور پھر اسی لحاظ سے اپنے بیٹھے کا انتظام یعنی سینگ اور بیچمنٹ کیجئے اس کے لئے گول میز کا انتخاب انتہائی موزوں ہے۔

بچوں کے جھولے بھی اسی موافق سمت میں نصب کیجئے۔

\*... اسی لحاظ سے پھولوں اور پودوں کا انتخاب کیجئے۔ اگر اپنے گارڈن کے دولت والے سیکلر میں للی Lily لگائیں تو یہ دولت میں اضافے کا باعث بنتے ہیں۔

\*... چھنی تعلیمات میں للی Lily گولڈ سونے کی نمائندگی کرتے ہیں۔

\*... مختلف اقسام کے پتھروں اور دھات کا استعمال بیک لہروں کو توازن میں رکھتا ہے۔

\*... اسی طرح پانی اور پودوں کی موجودگی بن لہروں کو توازن میں رکھنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔

\*... درمیانی راستے بالکل سیدھے نہ بنائے جائیں تو بہتر ہے ان میں تھوڑا بہت گھماؤ رکھئے۔

\*... دعوتوں کے دوران باربی کیو کے لئے جنوب مشرق کا انتخاب کیجئے۔

\*... مشرقی سمت میں اونچے درختوں سے اجتناب کیجئے۔ ان کی موزوں ترین سمت جنوب اور مغرب ہیں۔

\*... اس کے علاوہ ضروری ہے کہ گھر کے اندرونی حصے اور لان کا رابطہ محض کھڑکی تک محدود نہ ہو۔

کمروں کے کھڑکیاں یا جھروکے اگر لان میں کھلے تو یہ مثبت توانائی سے زیادہ سے زیادہ مستفیذ ہو سکے گئیں۔

\*... باغ کے گرد کھینچی بانڈری وال یا باڑ جس کا بنیادی مقصد منفی توانائی کی روک تھام ہے اینٹوں کی ہو، لکڑی کی یا اس کے لئے سلاخوں کا استعمال کیا جائے۔ اس کے لئے جاننا ضروری ہے کہ آپ کا باغ یا لان گھر کی کس سمت میں واقع ہے۔

یہاں تک تو ہم نے فینگ شوئی کے مجموعی فوائد بتائے۔ انشاء اللہ آئندہ ہم ان اصولوں کے ذریعے کیرئیر کو بہتر بنانے،

ملازمت کے حصول، آپس کے تعلقات میں بہتری اور دفتر یا دکان میں کام کو بہتر انداز سے انجام دینے پر بھی روشنی ڈالیں گے۔ مگر اس سے پہلے یہ بھی بتائیں کہ آپ بذات خود کس طرح اپنے گھر کے ان متاثرہ حصوں اور ستوں کا پتہ لگا سکتے ہیں جہاں توانائی کا بہاؤ غیر متوازن ہے اور آپ کی زندگی پر اثر انداز ہو رہا ہے یا ہو سکتا ہے۔



رنگوں میں ایسی شفا بخش خاصیت موجود ہے جو کئی طرح کے سرریضوں کو صحت فراہم کرتی ہے۔ رنگ ہمارے ذہن اور ہمارے احساسات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ رنگ باطنی اندھیرے اور جسم کی کثافتیں ختم کرنے کا ذریعہ بھی ہیں۔

# رنگ و روشنی سے علاج

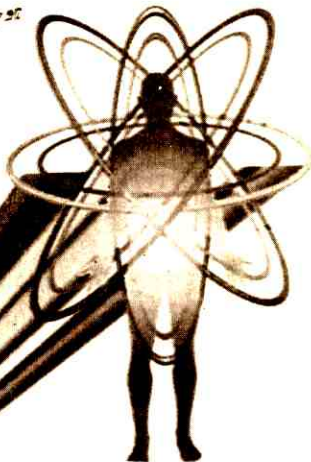
کلر تھراپی کے ممتاز معالج ڈاکٹر بابت (Dr. Babbitt)

کے القاطب:

کے عوارض، اسقاط حمل، ہڈیوں کا نرم پڑ جانا، اعصابی اشتعال، کسی عضو کا نیڑے یا دور سے جانا یا پیدائی میں رکاوٹ پڑ جانا، تپ دق، دمہ اور سانس جیسے امراض اپنے آپ کو سورج کی روشنی کی نعمت سے محروم کرنے کا نتیجہ ہوتے ہیں۔

”قدرت کی لیبارٹری میں سورج کی روشنی، ایک اہم معالجاتی ایجنٹ کے طور پر موجود ہے اور جہاں جہاں یہ روشنی داخل نہیں ہو سکتی وہاں مرض داخل ہو جاتا ہے۔“

پرانی بیماریوں سے صحت یابی میں سورج کی روشنی بہت اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اس روشنی کا مناسب استعمال تقریباً ہر بیماری کے خلاف مدد دہندہ بنتا جاتا ہے۔ سورج کی شعاعیں، پائمر، تغذائیت و نشوونما جسم میں خون اور دیگر رطوبتوں کی گردش کو تیز کرتی ہیں اور جلد کے ذریعہ مختلف قسم کی کٹختوں کے اخراج کا عمل بھی بڑھاتی ہیں۔



بزرگ کان (Chlorosis) نیا (قلت خون)، لیوکی میا (خون میں سفید ذرات بڑھ جانے کا مرض)، لاغری و دبلا پن، عضلات کی کمزوری، دل اور جگر

بڑھ جاتا ہے اس سے ہمارے اندر تھکن اور پڑمردگی آجاتی ہے۔

”دمہ“ سانس لینے میں دشواری محسوس کرنے یا ہانپنے کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ اس کے مریض پر ”سناس رکنے کے کئی حسلے“ ہوتے ہیں، حملوں کے درمیان ایسے لمحات بھی آتے ہیں جن میں مریض بالکل نارمل سانس لیتا ہے۔

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی اپنی کتاب ”کلر تھراپی“ میں تحریر کرتے ہیں۔

یہ مرض سانس کی نالیوں کے تنگ ہونے سے ہوتا ہے اور کسی مخصوص شے سے الرجی کی وجہ سے بھی ہوتا ہے۔ ان مخصوص اشیاء میں گردوغبار، دھاتی ذرات، آٹے کے ذرات، روٹی کے باریک ذرات، مٹی یا پرندوں کے چھوٹے چھوٹے بال یا اینٹی بائیوٹک ادویات اور Expired Drugs وغیرہ شامل ہیں۔

### علامات

نزلہ زکام یا کھانسی کی وجہ سے یہ شکایت ہو جاتی ہے۔ پہلے خفیف کھانسی آتی ہے، سانس لینے میں تکلیف ہوتی ہے، دفعتاً دورہ پڑ جاتا ہے۔ دم گھسنے لگتا ہے۔ کھانتے کھانتے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے۔ بلغم خارج ہونے سے تکلیف کم ہو جاتی ہے۔

### علاج

نارنجی رنگ پانی صبح وشام۔

دن میں ایک مرتبہ نارنجی تیل سینہ پر اور نیلا تیل پشت پر پھینچڑوں کی جگہ دائروں میں ماش کریں۔



نظر یہ رنگ و نور ہمیں بتاتا ہے کہ نہ صرف انسان کے جسم بلکہ حواس میں بھی رنگوں کی مخصوص مقدا ریں کام کرتی ہیں۔ اگر کسی وجہ سے رنگوں کے نظام میں تبدیلی واقع ہو جائے، کسی رنگ کی کمی ہو جائے، کوئی رنگ زیادہ ہو جائے یا رنگوں کے تناسب میں فرق آجائے تو محسوسات میں بھی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔

ایک عام شخص میں رنگوں اور روشنیوں میں معمول سے ہٹ کر تبدیلی واقع ہوتی ہے تو طبیعت اس کو برداشت نہیں کر پاتی ہے اور اس کا مظاہرہ کسی نہ کسی طبعی یا ذہنی تبدیلی کی صورت میں ہوتا ہے۔ ہم اس تبدیلی کو کسی نہ کسی بیماری کا نام دیتے ہیں مثلاً بلند پریشر، کینسر، فساد خون، خون کی کمی، سانس کے امراض، وق و سل، گھٹیا ہڈیوں کے امراض، اعصابی تکالیف اور دیگر غیر معمولی احساسات و جذبات وغیرہ۔

مقصود الحسن اپنی کتاب ”کروموتھقی“ میں لکھتے ہیں۔

ہماری دنیاوی زندگی کا آغاز سانس کی آمد و شد سے ہوتا ہے اور جب تک ہم زندہ رہتے ہیں یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ہم پانی اور غذا کے بغیر تو کچھ دیر زندہ رہ سکتے ہیں لیکن سانس لئے بغیر کتنے لمحے زندہ رہ سکتے ہیں....؟ یہ بات کچھ ڈھکی چھپی بات نہیں۔

دیکھا گیا ہے کہ ہم مجموعی طور پر سانس درست انداز میں نہیں لیتے اس کے باعث ہمیں درکار توانائی کی پوری مقدا ریں حاصل نہیں ہوتیں اور خرچ ہونے والی توانائی کا تناسب مہیا ہونے والی توانائی سے





جب ہم کسی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو اس کے علاج کے لیے کئی ادویات اور کبھی اپنی یا تو تک کا بھی بے دریغ استعمال کرتے ہیں۔ اگر تھوڑی سی احتیاط سے کام لیا جائے تو بہت سے امراض سے محفوظ رہا جا سکتا ہے، بیمار ہونے کی صورت میں کئی عام امراض کا آسان علاج ہمارے کچن میں بھی موجود ہے۔ کچن ہمارا شفاخانہ بھی ہے۔ یہاں ہم ایسے چند طبی مسائل کا ذکر کریں گے جن کا حل آپ کے کچن میں بھی موجود ہے۔

دانتوں میں خرابیاں نہیں ہوتیں جو بہترین غذا اور ادویات کی سہولت رکھتے ہیں۔ دانتوں کی کچھ خرابیاں ایسی ہیں جو صرف اور صرف صفائی نہ ہونے کے باعث جنم لیتی ہیں اور غیر معیاری طریقے اپنانے سے وجود میں آتی ہیں۔

دانت گرنے کی عموماً وہ بڑی وجوہات ہیں۔ پہلی مسوڑھوں کی بیماریاں جیسے پائیریا وغیرہ۔ دوسری دانتوں میں کیزے کا لگنا۔

دانت انسانی زندگی میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں صحت مند دانت عمومی صحت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں دانتوں کی صحت ان کی صفائی سے مشروط ہے لیکن یہ صفائی بھی صحت کے اصولوں کے مطابق ہونی چاہیے۔ ناقص غذائیت بھی دانتوں پر اثر انداز ہوتی ہے لیکن یہ دانتوں کی خرابی کا واحد سبب نہیں ہے۔ اگر صرف غذائیت کی بنیاد پر دانتوں کی صحت یقینی ہوتی تو اس اعتبار سے ترقی یافتہ ممالک کے ان لوگوں

سوزھوں اور دانتوں کی بیماریاں ٹھیک ہو جاتی ہیں،  
اور دانت صاف رہتے ہیں۔

④.... سوزھے پھولنا، ٹیس، درد وغیرہ ہونے  
پر بھنا ہوا زیرہ سفید نمک برابر مقدار میں چیس کر  
چھان کر سوزھوں پر رگڑیں اور مال پکادیں۔

④.... سوزھے پھول جائیں، تو تین گرام  
سونھ دن میں ایک مرتبہ پانی سے پھانک لیں۔ اس  
سے دانت کا درد بھی ٹھیک ہو جائے گا۔

④.... روزانہ نارنجی کھانے سے پائیوریا میں  
قائدہ ہوتا ہے۔ نارنجی کے چھلکوں کو چھانوں میں  
خشک کر کے چیس کر روزانہ اس کا منجن کرنا  
بھی مفید ہے۔

④.... آم کی گھٹلی کی گری کو باریک چیس کر  
اس سے روزانہ منجن کریں۔ اس سے پائیوریا اور  
دانتوں کی بیماریاں ٹھیک ہوتی ہیں۔

④.... سوزھوں کی سوجن، درد، بدبو ہو، تو  
ایک چمچ شہد میں تین بیوں بوندریں لہسن کا رس ملا کر  
چسائیں۔ ساٹھ گرام سرسوں کے تیل میں لہسن کو  
چیس کر ڈالیں اور گرم کریں۔ جب لہسن جل جائے،  
تو تیل کو غصذا کر کے چھان لیں۔ اس تیل میں تین  
گرام بھی اجوائن اور پندرہ گرام سوندھانک چیس کر  
ملائیں اور اس سے منجن کریں۔ اس سے دانتوں کی  
عام بیماریاں ٹھیک ہو جائیں گی۔ یہ نسخہ پائیوریا  
میں بھی مفید ہے۔

### احتیاط

اگر آپ دانتوں کی بیماری سے محفوظ رہنا چاہتے  
ہیں تو مندرجہ ذیل اہم نکات پر عمل کر کے صحت

سوزھوں کا پھولنا خون آنا، ٹیس اور درد  
بامناسب غذا کے سبب ہوتا ہے لہذا کھانے میں  
احتیاط کرنی چاہیے۔

اپنے سوزھوں پر توجہ دینیجے ہر کھانے کے بعد  
برش کرنے سے سوزھے مضبوط اور صحت مند  
رہتے ہیں۔

سوزھوں کی بیماریوں سے نجات کے لیے درج  
ذیل چند نسخے مفید ہیں۔

④.... تازہ پانی میں لیموں نیچڑ کر غرارے  
کریں۔ اس سے سوزھے پھولنا، منہ کی بدبو دور  
ہو جائے گی۔

④.... دو گرام پھگڑی، ایک گرام نمک  
باریک چیس کر سوزھوں پر روزانہ تین مرتبہ ملیں۔  
پھر ایک گلاس گرم پانی میں پانچ گرام پھگڑی ملا کر  
غرارے کریں۔ اس سے سوزھے اور دانت مضبوط  
ہوں گے۔ خون، مواد آنا بند ہوگا۔

④.... گرم پانی میں نمک ملا کر غرارے  
کریں۔ سوزھے تندرست ہوں گے۔

④.... دانت گلے ہوں، چھید ہوں، سوزھے  
پھولے ہوں، تو کھانا کھانے کے بعد روزانہ سب  
کھا لیں۔ اس سے دانت اور سوزھے ٹھیک ہو جائیں  
گے اور خراب نہیں ہوں گے۔

④.... ستر گرام گاجر کا رس روزانہ پینے سے  
سوزھے اور دانتوں کی بیماریاں پیدا نہیں ہوتیں۔

④.... دانت میں یا سوزھوں میں درد ہونے  
پر عیاذ کا ٹکڑا اس جگہ رکھ دینے سے درد دور  
ہو جائے گا۔

④.... شلیم کو کچا چسایا کر کھانے سے

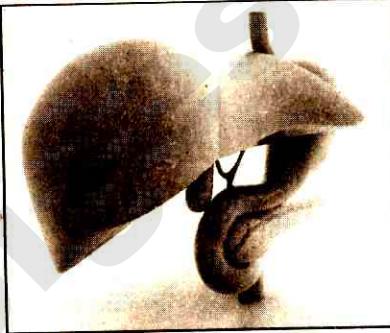
# آپ کی صحت سے متعلق طبی مشورے

## ورم جگر (ہیپاٹائٹس)

کے خلیے اپنا کام ختم کر چکے ہوتے ہیں تو فنا ہو جاتے ہیں اور پھر ان کی جگہ نئے خلیے لے لیتے ہیں۔ یہ خلیے لحمیات (پروٹینز) نشاستہ دار اجزاء (کاربوہائیڈریٹس) اور چکنائی (فیٹس) جیسے بنیادی حیاتی اجزاء کی تحلیل میں مدد دیتے ہیں۔ جگر کے خلیات کی عمر تقریباً 150 دن ہوتی ہے۔

حکیم عادل اسمعیل

انسان کے جسم میں موجود چکنائی بھی توانائی کا پیش بہا خزانہ ہے۔ جگر آپ کی غذا میں موجود چکنائی کو کیمیائی تحلیل کے ذریعے ایسی شکل میں تبدیل کر دیتا ہے جو جسم کے مختلف حصوں میں جمع ہو کر نہ صرف بوقت ضرورت توانائی فراہم کرتی ہے۔ بلکہ جلد کی تہہ اور عضلات کے درمیان موجود چربی شاک ابزار بر (Shock Absorber) کی طرح کام کرتی ہے۔



جگر کا سب سے اہم کام ہمارے خون کو زہریلے مادوں سے پاک کرنا ہے۔ یہ مادے جسم کے اربوں خلیوں سے بطور فضلہ پیدا ہوتے ہیں۔ ان میں کاربن ڈائی آکسائیڈ، امونیا، نائٹروجن، سلفیورک ایسڈ، فاسفورس، گندھک وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

جگر کو عربی میں کبد انگریزی میں لیور Liver کہتے ہیں۔ انسانی اعضائے ریئہ میں جگر ایک اہم عضو ہے۔ انسانی جگر کا وزن بارہ سو گرام سے پندرہ سو گرام تک ہوتا ہے۔ یہ ہمارے جسم میں سیدھے ہاتھ کی طرف پسلی کے نیچے واقع ہے۔ اس کی رنگت سیاہی مائل یا بیگنی ہوتی ہے۔ جگر کے تمام پیچیدہ عملیات صرف ایک ہی قسم

کے چھوٹے چھوٹے کروڑھا خلیے انجام دیتے ہیں۔ جو ذریعوں جیسی ترتیب میں ایک دوسرے سے جڑے ہوئے اور غذا سے بھرپور خون میں لت پت رہتے ہیں۔ خون دو راستوں سے جسم میں گردش کرتا ہے

ایک شریانوں کے ذریعے براہ راست دل سے اور دوسرے مخصوص وریدی نظام کے ذریعے جگر میں ان دونوں ذرائع سے چمچتے ہوئے خون کی آمیزش ہوتی ہے اور پھر جگری خلیے اس پر اپنے مخصوص طریقوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ جگر کا یہ انتھک اور لامتناہی فعل مسلسل اور بلا وقفہ جاری رہتا ہے۔ جگر

ستمبر 2014ء

خوراک ایک ایک گرم صبح، دوپہر اور شام پانی سے لیں۔

ورم جگر کے لیے عظیمی لیبارٹریز کی تیار کردہ بریل ٹیبلٹ سول کیور بھی بہت مفید ہیں۔

### پرییز

چکنی، میٹھی، سگریٹ نوشی اور نشہ آور اشیاء سے پرییز کریں۔



## بقیہ: گھریلو معالج

مند دانتوں کے ساتھ ایک بھرپور زندگی گزار سکتے ہیں۔

①.... دن میں کم از کم دو مرتبہ باقاعدگی اور صحیح طریقے سے برش کرنا۔

②.... دو دانتوں کے درمیان پھسنے ہوئے غذائی اجزاء کو فلاس (Floss) کی مدد سے صاف کریں۔

③.... کھانے کے بعد صحیح طرح سے کلی کرنا اور اگر شیم گرم پانی میں نمک ڈال کر کلیاں کی جائیں تو زیادہ مفید ہوگا۔

④.... ہر تھوڑے وقفے کے بعد میٹھا کھانے سے گریز کرنا اور میٹھا کھانے کے بعد برش کرنا۔

⑤.... ایک اچھے اور معیاری نو تھ پیسٹ کا استعمال کرنا جس میں فلورائیڈ کی کچھ مقدار ضرور موجود ہو۔

⑥.... ہر چھ مہینے بعد اپنے ڈینٹسٹ سے دانتوں کا معائنہ کروانا۔



روحان نامہ

جدید تحقیق کے مطابق ورم جگر (ہیپاٹائٹس) ایک وائرس ہوتا ہے جو خوردبین سے بھی نظر نہیں آتا۔ یہ وائرس سوزش جگر کا سبب بنتا ہے۔ خاص طور پر ورم جگر قسم بی، قسم سی اور قسم ڈی پیدا کرتا ہے۔

### علامات

جگر کے مقام پر درد اور ورم کا احساس، کھانے کے بعد بے چینی ہوتی ہے اور جسم کمزور ہونا، تمام جسم پاپاؤں میں سوجن ہونا۔ وزن میں کمی ہونے لگتی ہے۔ جسم کی رنگت بدل جاتی ہے اس میں چمک کا عنصر ختم ہو جاتا ہے۔ جلد زردی مائل ہو جاتی ہے۔ قے اور متلی کی کیفیات پیدا ہونا۔ سیاہ رنگت کی اجابت ہونا۔ پیاس زیادہ لگتی ہے۔ شام کے وقت ہانکا بخار محسوس ہونا۔

### علاج

جگر کا فعل نارمل رکھنے کے لیے روزانہ ایک وقت پینتیس منٹ کی واک کریں۔ صبح اور رات خالی پیٹ پندرہ منٹ تک گہرے سانس لینے کی مشق کریں۔ تازہ ہوا جگر کے لیے بڑی اہمیت رکھتی ہے کیونکہ اس سے جگر کو اچھی خاصی آکسیجن حاصل ہوتی ہے۔

ورم جگر کے لیے چند یونانی مفردات کے نسخہ تحریر کیے جا رہے ہیں۔

میٹھی دانہ تین گرم صبح نہار منہ اور شام پانی سے لیں۔ دوپہر اور رات کھانے سے پہلے چار چار گرم میٹھی کا سفوف پانی کے ساتھ لیں۔

ریوند خطائی پچاس گرم، افسنتین تیس گرم، قلمی شورہ بیس گرم، نوشادر ٹھیکری دس گرم، برگ نیم دس گرم تمام ادویہ کا باریک سفوف بنا لیں مقدار

# اشرف باجی کے ٹوٹکے



صحت کی حفاظت اور زیر استعمال اشیاء کی افادیت میں اضافے کے لیے مختلف ٹوٹکوں کا استعمال دنیا بھر میں عام ہے۔ مختلف ٹوٹکوں سے مرد بھی فائدہ اٹھاتے ہیں اور خواتین بھی.... تاہم امور خانہ داری میں ٹوٹکوں کی ضرورت زیادہ پڑتی ہے۔ خانہ داری چونکہ خواتین کا شعبہ سمجھا جاتا ہے اس لیے ٹوٹکوں کا استعمال بھی خواتین زیادہ کرتی ہیں۔



محترمہ اشرف سلطانہ برہنہاہر سے مرکزی مراقبہ ہال میں خدمت خلق کے پروگرام سے وابستہ ہیں۔ خاص و عام میں اشرف باجی کے نام سے معروف ہیں۔ آپ ایک کولیفاٹائیڈ طبیبہ بھی ہیں۔

روحانی ڈائجسٹ کے قارئین کے لیے اشرف باجی کے ٹوٹکے کے زیر عنوان گھریلو ترکیبوں پر مشتمل ایک نیا سلسلہ شروع کیا جا رہا ہے۔ اگر آپ بھی اپنی آزمودہ کوئی ترکیب قارئین کو بتانا چاہیں تو روحانی ڈائجسٹ کی معرفت اشرف باجی کو لکھ بھیجئے۔

جب اس کپڑے سے داغ دھبے صاف کریں گی تو بہت آسانی سے وہ صاف ہو جائیں گے۔  
گلاسوں کی صفائی  
دودھ کے گلاس کو گرم پانی سے دھونے سے  
قبل ٹھنڈے پانی میں کھگال لیں ورنہ گلاس پر گدلا پین  
آجائے گا۔

فرنیچر پر پالاش کیسے کریں  
دو حصے سرکہ اور ایک حصہ زیتون کا تیل ملا  
لیں۔ ان کا تھوڑا سا حصہ کسی نرم کپڑے پر ڈال کر  
فرنیچر پر رگڑیں۔ چمک پیدا ہو جائے گی اور فرنیچر

فروش کے داغ  
اگر کچن کے فرش پر داغ دھبے صاف کرنا ہوں  
تو تھوڑے سے پانی میں سرسوں کا تیل اور کپڑے  
دھونے والا سوڈا ملا لیں۔ کسی کپڑے کو اس میں بھگو  
کر فرش پر رگڑیں۔ داغ دھبے دور ہو جائیں گے۔

اوون کے داغ  
اگر اوون پر داغ دھبے پڑ جائیں یا رنگ لگ  
جائے تو ایک کپڑے کو ٹھنڈے پانی میں بھگو کر نچوڑ  
لیں پھر اسے ایبونا سے گیلا کریں اور اس کپڑے کو  
اوون کے اندر رکھ کر دروازہ بند کر دیں۔ اگلی صبح

ستمبر 2014ء

نیا لگنے لگے گا۔

## ماربل کے فرش پر نشان

اگر آپ کے ماربل فرش پر پھلوں کے رس کے دھبے یا کسی نجبی طرح کا نشان پڑ گیا ہو تو اچھے قسم کا سینڈ پیپر (ریگ مال) لے کر ہلکے ہلکے رگڑیں فرش کی صفائی کرنے کے بعد اس پر فلور پاش کر دیں۔ تمام دھبے دور ہو جائیں گے۔

## پھٹے ہوئے پاؤں

دو شامچ لیں۔ چھلکوں سمیت نکلے کر لیں۔ کسی بڑی دیکھی میں پانی بھر کر شامچ ڈال کر پانی ابالیں۔ شامچ جلدی گل جائیں گے۔ وہ پانی کسی تسلے میں ڈال کر آدھا چھج نمک ملائیں اور اتنا ہی سرسوں کا تیل۔ پانی میں پاؤں ڈال کر بیٹھ جائیں۔ جب پانی ٹھنڈا ہو جائے تو پاؤں صاف کر کے پیٹرولیم جیلی لگائیں۔ تین چار دن میں پاؤں ٹھیک ہو جائیں گے۔

## فریج کے بغیر مکھن

## کو پگھلنے سے بچانا

اگر فریج کے بغیر مکھن کو پگھلنے سے بچانا چاہتی ہیں، تو استعمال کے بعد نکلیاں چکنے کاغذ میں اچھی طرح لپیٹ کر آٹے کے تھیلے یا برتن کے بیچ میں دبا کر رکھیں۔ گرمیوں میں بھی ہفتے تک یہ نہیں پگھلے گا اور تازہ رہے گا۔

## جوتے کے زخم

ہلدی کی ثابت گرمی لیں۔ اسے کسی پتھر پر گھس کر زخم پر پانی کے ساتھ لگائیں۔ تین چار مرتبہ لگانے سے زخم ٹھیک ہو جائے گا۔ بعض مرتبہ جوتے کی وجہ سے پاؤں پر ایگزایما ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی آپ ہلدی پیس کر گاڑھا سالیپ کریں۔ ہلدی زخم کو ٹھیک کرتی ہے۔

## کچن میں ناپسندیدہ بو

کچن کے ڈرین کی اگر اچھی صفائی نہ کی جائے تو اس میں سے جو بھبھک اٹھتی ہے وہ پورے کچن کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

رات کو سونے سے قبل جب آپ کچن میں اپنا کام ختم کر چکیں تب مٹھی بھر بیکنگ پاؤڈر مین میں ڈال دیں۔ اس سے نالی کی صفائی بھی ہو جائے گی اور تعفن بھی ختم ہو جائے گا۔

## باتھ ٹب اور سنک کی صفائی

لیموں کے ذریعے داغ دھبوں والی جگہوں کو صاف کریں۔ اس کے بعد کسی نرم کپڑے کو مٹی کے تیل میں بھگو کر صفائی کریں۔ باتھ ٹب اور سنک چمک اٹھیں گے۔

## جمی ہونے والی نیل پالش

نیل پالش استعمال نہ کی جائے تو کچھ عرصہ بعد وہ جم جاتی ہے یا پھر گاڑھی ہو جاتی ہے۔ دوبارہ قابل استعمال بنانے کے لیے اس میں حسب ضرورت نیل پالش ریووور ڈال لیں۔

## جہاں سے رنگ اکھڑ گیا ہو

بچے کھیل کود کے دوران دیواروں پر لکیر ڈال دیتے ہیں یا پھر کھرچ ڈالتے ہیں اس متاثرہ جگہ کی وجہ سے پوری دیوار بری لگتی ہے۔ ان کو چھپانے کے لیے ویکس کریئو ان (Crayons Wax) استعمال کریں۔

یہ مختلف رنگوں میں دستیاب ہیں اور باسانی مل جاتا ہے۔ اپنے گھر کی دیوار کے رنگ کی مناسبت سے ان کا انتخاب کریں۔

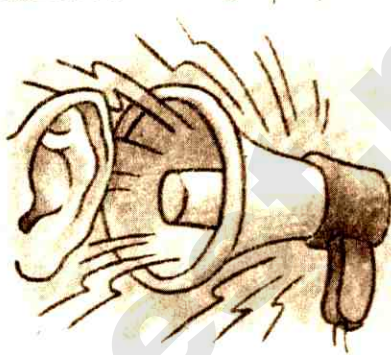
# ہائے اس شور نے زندگی عذاب بنا دی

اگر ہم اپنی آنکھیں بند کر کے اپنی تمام تر توجہ پیدا ہونے والی ہولناک چیخ نما آوازیں.... کیا آپ صرف سننے پر مرکوز کر دیں تو ہمیں کیا سنائی دے گا....؟ میتھی نڈیا کا شور، پرندوں کی چچہہاہٹ یا ہوا سے مست

ثمینہ عبداللطیف

کرتے ہوئے پھول پودوں کی سرسراہٹ....؟ آپ اور اک بھی نہیں رکھتے....؟

کاجواب یقیناً نفی میں ہو گا کیونکہ مذکورہ بالا تمام وحشی اور کانوں میں رس گھولنے والی آوازیں اب قصہ پارینہ بن چکی ہیں۔



اب آپ کو سنائی دے رہی ہیں، ایسی آوازیں جنہیں آوازیں کہنے کی بجائے چنگھاڑیں کہنا شاید زیادہ مناسب ہو مثلاً

لوگوں کی تیز آوازیں، چیختے ہوئے ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹریفک کے ہارن، گاڑیوں کی غراہٹ، برکشوں سے

ایک عام صورتحال کا درجہ حاصل کر چکی ہے لیکن اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ عادی ہو جانے کے



باعث یہ شور اب ہماری سماعت کے لیے نقصان دہ نہیں ہے۔

ماہرین نفسیات کی رائے کے مطابق ”صوتی آلودگی کا بہت عرصے تک سامناہ صحت میں بتدریج نقصان کا سبب بن سکتا ہے۔ مثلاً سماعت میں کمی ذہنی دباؤ، نیند میں کمی، مہاضہ اور جسمانی ڈھانچے کی کمزوری جیسے امراض صوتی آلودگی کے باعث ہی پیدا ہوتے ہیں۔“

عام مشاہدے میں آیا ہے کہ بہت دیر تک مستقل شور کا سامنا کرنے کے باعث کان کے اندر آواز کو نشر کرنے والے نازک بالوں کے خلیے تباہ ہو جاتے ہیں، جس کے باعث فرد مستقل طور پر صرف اونچی آواز ہی سن پاتا ہے۔ قوت سماعت میں کمی یا بہرہ یں صرف چند سال ہی میں نہیں ہوتا بلکہ مستقل متاثر ہوتے رہنے کے بعد بالآخر قوت سماعت اتنی کمزور ہو جاتی ہے کہ کانوں میں سنسنہٹ کی آواز پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے جو سماعت میں کمزوری کی ایک اہم علامت تصور کی جاتی ہے۔

تجربات سے ثابت ہوتا ہے کہ چیخنی آواز پر یہ بیان، شور جو مسلسل ایک سطح پر سنائی دیا جاتا ہے، صحت مند افراد میں بہرہ یں کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ یہ شور بالغ افراد کے لیے تو نقصان دہ ہے ہی لیکن بچوں کی حیات کیونکہ زیادہ نازک ہوتی ہے، اس لیے بچوں میں بہرہ یں کی زیادہ شکایات پیدا ہوتی ہیں۔ ہمارے معاشرے میں اس بڑھتے ہوئے شور کو ہر سطح پر ذہنی طور پر قبول کر لیا گیا ہے، شور سے محفوظ رہنے کے لیے اپنے طور پر کبھی کوشش نہیں

کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ کان سے متعلق امراض وقت کے ساتھ بڑھتے جا رہے ہیں۔ قوت سماعت میں کمی بچوں کی تعلیم میں رکاوٹ اور بالغ افراد میں سلامتی اور گھریلو مسائل پیدا ہو جاتے ہیں۔

بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ جیسا ہی ذہنی تلک کا مستقل شور ہماری سننے کی حس کو ناقابل تلافی حد تک نقصان پہنچا سکتا ہے۔

صوتی آلودگی کیا ہے۔؟

گھر میں اگر افراد خاندان دور ہی سے چیخ کر بات کرنے کے عادی ہیں تو یہ شور بھی صوتی آلودگی میں شمار کیا جاتا ہے، جس سے گھر میں موجود خصوصاً بہت چھوٹے بچوں کی سماعت کو بے حد نقصان پہنچتا ہے۔ گھریلو برقی آلات کا شور بھی سماعت سے محرومی کی ایک وجہ بن سکتا ہے۔ ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈ، ریڈیو، گیزر، پانی کھینچنے کی مشین کی آواز کو بھی ایک حد میں رکھا جانا چاہیے۔

جزیرہ کا شور بھی گھر اور دیگر رہائشی علاقوں میں استعمال کے باعث مسلسل شور پیدا کرنے کا ایک بڑا سبب ہے یعنی تمام تر گھریلو برقی اشیاء کا بے پرواہی سے استعمال کرنا بھی سماعت میں کمزوری کا باعث بنتا ہے۔ گھر سے باہر اطراف میں ہر جانب دن کے بیشتر وقت ایسی چیخنی آوازوں سے واسطہ پڑتا ہے، جنہیں سن کر ہمیں بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے یہ ہماری سماعت کو چیرتی ہوئی نکل رہی ہیں۔ یہ شور ٹرکوں، گاڑیوں اور بسوں کے پریشر بانن سے پیدا ہوتا ہے۔

غیر ضروری طور پر مساجد میں لاؤڈ اسپیکرز سے



ہیں۔ جن میں ایک اہم تبدیلی خون کی شریانوں کا سکڑنا ہے، جس سے خون کی روانگی میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

آنکھوں کی پتلیاں پھیل جاتی ہیں۔ نظام ہاضمہ سے متعلق مسائل بھی لاحق ہو جاتے ہیں۔ آنتوں کے امراض، السر اور معدے کے دیگر امراض بھی شور سے ہو سکتے ہیں۔

موجودہ تیز رفتار دور میں شور سے مکمل طور پر محفوظ رہنا ممکن نہیں لیکن خود حفاظتی اصول کے تحت ایک حد تک شور کے متقی اثرات سے محفوظ رہا جا سکتا ہے۔

شور سے کیسے

محفوظ رہا جائے؟

بچوں سے نرمی اور آہستہ آواز میں بات کریں اور خود بھی اپنے اندر یہ مثبت علامت پیدا کریں تاکہ کم از کم گھبریلے ماحول پر سکون رہے۔

گھبریلے برقی آلات بہت معیاری ہونے چاہئیں، تاکہ وہ زیادہ شور پیدا نہ کریں۔ انہیں استعمال کرنے کے لیے بھی ایک وقت مقرر کریں تاکہ وقت بے وقت شور پیدا نہ ہو۔

اگر آپ بھی ٹیلی ویژن، ریڈیو وغیرہ بہت بلند آواز میں سننے کے عادی ہیں تو یہ علامت تبدیل کرنے کی ضرورت ہے۔ سماعت کے بارے میں یہ حقیقت بھی دلچسپی سے خالی نہیں آہستہ آواز میں سننے کی علامت ڈھل جائے تو اس سے قوت سماعت میں اضافہ ہوتا ہے۔

مصروف سڑکوں پر لمبے سفر کے دوران اپنے

ہونے والا شور، ایک حد تک سماعت کی خرابی کا باعث بنتا ہے۔

ہمارے صنعتی علاقے بھی رہائشی علاقوں کے قریب وجود میں ہی قائم کیے گئے ہیں۔ ان صنعتوں، کارخانوں کی مشینوں سے پیدا ہونے والی آوازیں بھی صوتی آلودگی میں شمار کی جاتی ہے۔ یہ شور مسلسل سنائی دیتا رہتا ہے، جس سے یہ سماعت کو توجہی قوت سے محسوس نہیں ہوتی لیکن غیر محسوس طریقے سے ہماری سننے کی صلاحیت کو نقصان دینا پتہ چلا رہی ہوتی ہیں۔

تحقیق کے مطابق ہمارے ارد گرد پھیلا ہوا تیز شور ذہنی و باوق پیدا کرنے والے ہارمون کا اخراج بڑھ جاتا ہے، جو دراصل صنعتی نظام کو تباہ کرنے کا باعث بنتے ہیں اور یہ صورتحال ایسے لوگوں کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے جو پہلے ہی سے کسی مہلک بیماری میں مبتلا ہوں۔

یہ عام مشاہدہ کیا گیا ہے کہ پر شور گھنچان آباد علاقوں میں جرائم کی تعداد پر سکون علاقوں کی پائنت زیادہ ہوتے ہیں۔

پر شور علاقوں میں رہنے والے افراد زیادہ جارحیت پسند ہو جاتے ہیں، جس کی واحد وجہ ذہنی دباؤ اور اعصابی تلاش ہی ہے جو افراد میں قوت برداشت کو متاثر کرنے کا سبب بنتا ہے۔

تیز شور اور بیماریوں

کا باہمی تعلق

شور بلند پریش کو ہائی رکھتا ہے۔ امراض قلب کے مریضوں کے لیے تیز شور بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ شور سے جسم میں کئی متقی تبدیلیاں پیدا ہوتی

## بقیہ: ٹین اٹیج کا دور

دل، منشیات، تیز رفتار ڈرائیونگ، خود اذیتی یا دوسروں کو نقصان پہنچانے جیسے رویوں میں مبتلا نظر آتے ہیں ان کے پس منظر میں ٹین اٹیج میں بغاوت یا والدین کی طرف سے نظر انداز کیے جانے جیسے عوامل نظر آتے ہیں۔ ایک مرتبہ بچہ یا بچی کی روٹین میں یہ عادات شامل ہو جائیں تو پھر ان سے چھٹکارا حاصل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ گھر کا ماحول خوشگوار اور پُر سکون رکھیں۔ گھر میں ہونے والی کسی ٹینشن کا اظہار غصہ یا چڑچڑاہٹ کی شکل میں نہ کریں۔

آج کل آسانٹیں، جدید تبدیلیاں اور رجحانات ہر فرد کو متاثر کر رہے ہیں تو بچے اس ظلمانی دور سے کیونکر بچ سکیں گے۔ گئے وقتوں میں بچوں کی پرورش کرنا اس قدر مشکل نہیں تھا مگر اب زمانے کی سرد و گرم ہواؤں کا رخ ذرا بدل چکا ہے۔ والدین کی ذمہ داریوں میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ انہیں بچے یا بچی کی بدلتی ہوئی روٹین اور رویوں پر نظر رکھنی ہوگی آپ صرف اور صرف شفقت و محبت سے ان کی مناسب رہنمائی کر سکتے ہیں۔



آپ **رہنمائی کا محنت** کے قاری ہیں..... آپ کا بہت بہت شکریہ..... اپنے عزیزوں اور دوستوں کو اپنے اس پسندیدہ رسالے کا تحفہ دیجیے۔

رہنمائی کا محنت

کانوں میں ہلکی سی روئی لگائی جاسکتی ہے، جس سے شور کے منفی اثرات نصف حد تک رہ جاتے ہیں۔ خصوصاً بچوں کی سماعت کی حفاظت کے لیے یہ اقدام ضرور کریں۔

کان میں محسوس ہونے والی سنسنہٹ کی ہلکی سی آواز کو بھی بالکل نظر انداز نہیں کریں۔ یہ بہرہ پین کی اولین علامت بھی ثابت ہو سکتی ہے۔ فوری طور پر معالج سے رجوع کیا جانا چاہیے۔ جب تک کانوں پر حفاظتی آلہ نہ لگائیں، کسی بھی تیز آواز کو سننے سے پرہیز کریں۔

حساس طبیعت افراد شور کے منفی اثرات سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ کیونکہ شور ہارمون کے اخراج، دل کی دھڑکن اور خون میں کولیٹروں کی سطح کو اتار سے تبدیلیاں پیدا کرتا ہے۔

ورزش، پرسکون نیند اور اچھی غذا کے ذریعے صوتی آلودگی سے پیدا ہونے والی شکایات پر ایک حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔ ماہرین کی رائے کے مطابق، یوگا، مراقبہ اور مدھر موسیقی بھی ہمارے فطری حسیات کو پائیدار بنانے میں اہم کردار ادا کر سکتی ہے۔

شور یعنی صوتی آلودگی کو ایک خطرناک مسئلے کی نظر سے دیکھنا ضروری ہے۔ حکومتی سطح پر بھی اس بڑھتے ہوئے شور پر قابو پانے کے لیے سختی سے اقدامات کیے جانے چاہئیں۔ خصوصاً پریش ہارن اور بغیر سائلنسر لگے رکشا مالکان کے خلاف پر زور اور مستقل بنیادوں پر قوانین کی ضرورت ہے۔



غذا کا ذائقہ بہت

چھوٹی عمر میں پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے

جو کہ ساری عمر کی پسند و ناپسند کا معیار بن جاتا ہے۔ نوزائیدگی میں ہی بچوں کو ہر چیز کے ذائقے سے آشنا کر دیں۔ مثلاً ایک فرد کے کھانے میں نمک کی مقدار کا تعین بچپن ہی سے ہو جاتا ہے جس میں زیادتی بلڈ پریشر میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ جب آپ بچے کی

میرا بچہ کچھ نہیں کھاتا....

# بچوں کی بھوک

اسے شاید بھوک نہیں لگتی۔ یہ ایک

ایسا فقرہ ہے جو کم و بیش ہر ماں کی زبان سے ادا ہوتا ہے۔

نوزائیدہ بچوں کو چار سے چھ ماہ کی عمر سے دودھ کے ساتھ ساتھ ٹھوس غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک سال کی عمر تک زیادہ تر بچے دن میں تین مرتبہ

کھانا کھانے کی عادت

ڈال چکے ہوتے ہیں۔

ماہرین غذائیت کی

اکثریت پاکستانی بچوں

کی غذائی عادات سے

مطمئن نہیں ہے۔

مسائل دو

طرح کے ہیں۔

غذائی کمی۔

غلط غذائی عادات۔

غذا میں نمک ڈال رہے ہوتے ہیں تو یہ بچے کا مطالبہ

نہیں بلکہ آپ کی پسند ہوتی ہے جو مستقبل کی بہت سی

بیماریوں کو آواز دے

رہی ہوتی ہے۔

بچوں میں موٹاپے کا رجحان بھی انہی غلط غذائی

عادات کا نتیجہ ہوتا ہے۔ زیادہ چکنائیاں اور میٹھا

کھانے کی عادات بچوں کے وزن میں بلاوجہ اضافے کا

باعث بنتی ہے۔ زیادہ کولیسٹرول سے بھرپور کھانے

بھی بچوں کے لیے نقصان کا باعث ہیں۔

بچوں کے لیے تیار شدہ غذائیں جو نت نئے

ہم یہاں غذائی کمی کی بات نہیں کریں گے کیونکہ

یہ حساس موضوع لمبی بحث کا طالب ہے۔ غلط غذائی

عادات بھی خاصا سنگین

معاملہ ہے۔

آج کل زیادہ تر بچے میٹھی اور مصنوعی رنگوں

سے تیار شدہ مصنوعات استعمال کرتے ہیں جن کی وجہ

سے موٹاپا اور دانتوں کی بیماریوں کے خطرات بہت

زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ میٹھا زیادہ کھانے سے بچوں کی

اشتبہ بہت جلد ختم ہو جاتی ہے اور وہ صحت کے لیے

مفید چیزوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔

ڈاکٹر نسرین شیخ

آپ کھانے کے ذائقے میں تبدیلی بھی کر سکتی ہیں۔ بچہ ایک ہی طرح کے کھانے سے جلد ہی بور ہو جاتا ہے۔

## ٹھوس غذا کب

### شروع کرائی جائے؟

بچوں کی بھوک کا کوئی مستقل معیار نہیں۔ کچھ بچے تین ماہ بعد ہی صرف دودھ سے سیر نہیں ہوتے اور کچھ چھ ماہ بعد بھی ٹھوس غذا کھانا پسند نہیں کرتے۔ شروع میں چھوٹے بچوں کو دودھ کے درمیانی وقفوں میں کھانا کھلائیں۔ کیونکہ مکمل بھوک کی حالت میں بچے دودھ کے علاوہ کچھ اور لینے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ رفتہ رفتہ ان کا کھانے کا وقت مقرر کر دیا جائے۔ ٹھوس غذا اس ترتیب سے شروع کرائیں۔

اناج، پھل، سبزیاں، گوشت۔

چھ سے سات ماہ کی عمر کے بچے ایسی غذائیں پسند کرتے ہیں جو وہ خود اپنے ہاتھ سے پکڑ کر کھا سکیں۔ اس سے انہیں خود کھانے کی عادت ہو جاتی ہے۔ روٹی کا ٹکڑا یا ہڈی ان کے ہاتھ میں دی جاسکتی ہے۔

ایک سال کی عمر کا بچہ کھانے کے معاملے میں خاصا ٹریڈ ہو چکا ہوتا ہے۔

وہ اپنی ضروریات کے مطابق کھانے لگتا ہے۔ ایک سال کے بچے کے لیے دن بھر کا مینو کچھ اس طرح بنائیے۔

### ناشتہ

اناج (گندم، دالی، چاول) کسی بھی شکل میں۔ یعنی روٹی، پراٹھا، دلیہ، سیریلیک، ڈبل روٹی، فرنیج ٹوسٹ، انڈا (ابلا یا تلا ہوا)، کوئی پھل یا جوس اور دودھ۔

اشہارات کے ذریعے مزید پرکشش بنا کر ہمارے سامنے پیش کی جاتی ہیں کے بھی کچھ نقصانات ہیں۔ ان کو بچوں کے لیے پرکشش بنانے کے لیے نمک اور چینی سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ بہت Refine بھی کیا جاتا ہے۔ سب سے بہتر طریقہ اپنے بچے کے لیے خود کھانا تیار کرنا ہے۔ اسے وہی سبزیاں، پھل اور گوشت دیں جو آپ خود کھاتی ہیں بس بچوں کی عمر کے حساب سے اسی تیار شدہ کھانے کو نرم کیا جاسکتا ہے۔ بیٹھے پھل بیکری کی تیار شدہ چیزوں سے بہتر رہتے ہیں۔ بھوسا نکالنے بغیر اجناس اور پھلوں کے رس کی بجائے مکمل گودے سمیت پھل بھی ان کے لیے بہتر اور جسم کے لیے فائدہ مند رہتے ہیں۔ گوشت اور مچھلی کا قیہ کر کے بچوں کو دیا جاسکتا ہے۔ روٹی کا چورا شوربے کے ساتھ بچوں کے لیے بہترین کھانا بن سکتا ہے۔

## چھوٹے بچوں کی غذائیں

### گھر میں تیار کرنا

گھر میں بچوں کے لیے کھانا بنانے کے دو فوائد ہیں۔

صاف ستھرا ہونے کی ضمانت۔

معاشی طور پر سستا ہونا۔

یہ کام بہت سہولت سے گھر میں ہو سکتا ہے۔ اپنے بچے کی ضرورت کے لحاظ سے کھانے میں کمی بیشی کی جاسکتی ہے مثلاً سردیوں میں کھانے میں بیٹنی یا انڈے کا اضافہ بچوں کو زکام کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے اور گرمیوں میں دہی اور جوس بچوں کو گرمی کے اثر سے دور رکھتا ہے۔ گھر میں کھانا سستا اور تازہ رہتا ہے۔

دچسپی لے سکے۔

اگر آپ محسوس کریں کہ آپ کا بچہ کم کھاتا ہے تو اس کے دودھ کے اوقات کا جائزہ لیں۔ یعنی کھانے کے وقت سے تھوڑا پہلے تو وہ دودھ نہیں پیتا۔

دودھ میں چینی ملانا بند کر دیں کیونکہ بچے اس چینی سے اپنی حراروں کی مقدار پوری کر لیتے ہیں اور انہیں مزید ٹھوس چیزوں کے استعمال میں متوازن نہیں۔ منٹھاں بھوک ختم کر دیتی ہے۔

کھانے کو پرکشش بنائیں یعنی اسے اچھے اور خوبصورت انداز سے پیش کریں۔

خوش ذائقہ اور خوش رنگ کھانا بچوں کو متاثر کرتا ہے۔ بچے کو وقت دیں اور خود ساتھ بیٹھ کر اسے کھانا کھلائیں۔

بچے کے سامنے بار بار مت دہرائیں کہ وہ نہیں کھاتا۔ اسے مجبور نہ کریں اور نہ ہی اس کی منت کریں آپ کا نارمل رویہ بچے کو ٹینس (Tense) نہیں کرے گا اور وہ کھانے کی طرف راغب ہو گا۔



## دوپہر کا کھانا

سبزیاں، آلو، گوشت یا مچھلی، پھل، دودھ (افراد خانہ کے لیے تیار شدہ سالن میں روٹی کے کلوے چورا کر کے بھی کھانا تیار کیا جاسکتا ہے۔)

## عصرانہ

بسکٹ، چپس، دلیہ اور دودھ۔

## رات کا کھانا

چاول، کھجڑی میں سبزیاں اور گوشت ڈال کر پکالیں اور پھر بلینڈر میں پس لیں۔

دودھ دو کھانوں کے درمیان میں نہ دیں یعنی کھانے سے دو گھنٹے پہلے دودھ نہ پلائیں کیونکہ دودھ ہضم ہونے میں تین سے چار گھنٹے لیتا ہے اور بچوں سے مقررہ وقت پر کھانا نہیں کھایا جاتا۔

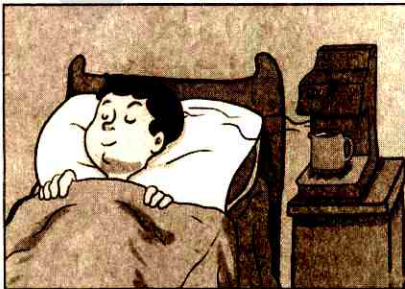
پھلوں کا رس کھانے سے ایک گھنٹہ پہلے دیا جاسکتا ہے خصوصاً مائے کانے۔

بچوں کو پراٹھا کھلایا جاسکتا ہے مگر انہیں زیادہ روغنی غذاؤں کی عادت مت ڈالیے۔

بچے کو غذا بدل بدل کر دیں تاکہ وہ کھانے میں

## زور دار خراٹے لینے والے افراد کو فالج ہونے کا خطرہ زیادہ

نیند میں خوب خراٹے لینے والے اب ہو جائیں ہوشیار۔ ایک حالیہ تحقیق میں یہ بات سامنے آئی ہے کہ جو افراد



سوتے ہوئے خراٹے لیتے ہیں ان میں فالج کا خطرہ دوگنا زیادہ ہو جاتا ہے۔ چین میں ہونے والی ایک تحقیق کے مطابق سوتے ہوئے خراٹے لینا ناصرف صحت کے مسائل کو خطرناک حد تک بڑھاتا ہے بلکہ اس سے فالج کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ خراٹے لینے سے خون میں ایسے مہلک لو تھڑے بن جاتے ہیں جو کئی خطرناک بیماریوں کا باعث بن سکتے ہیں۔

# اس میں انسانوں کے لئے شفا ہے۔

شہد کا باقاعدہ استعمال جسم میں بیماریوں کے

خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔

شہد میں کئی امراض کے لئے شفا ہے۔

بیماری کے بعد ہونے والی کمزوری کو دور کرتا ہے۔

جلد کی حفاظت کرتا ہے۔

دماغ، اعصاب اور نظر کو تقویت دیتا ہے۔

قوت میں اضافہ کرتا ہے۔

## AZEEMI'S FLORA HONEY

Packed By:

**AZEEMI LABORATORIES**

Ph:021-36604127

کراچی میں اپنے قریبی اسٹور سے طلب فرمائیں  
یا ہوم ڈیلیوری کے لئے ہمیں فون کیجئے۔

کھاتے ہیں۔ برٹش ریسرچ کونسل کی تحقیقات سے

معلوم ہوا ہے کہ کھمبھی میں  
فیریڈس، پروٹینز،

کاربوہائیڈریٹس، سوڈیم، پوٹاشیم، میگنیشیم،  
کوپر، آئرن، فاسفورس، سلفر، کلورین اور کیوریوم کی  
مقدار پائی جاتی ہے۔ یوں غذائیت کا بھی عمدہ معیار  
کھمبھی کا خاصہ ہے۔ اطباء قدیم  
کے مطابق سفید رنگ کی کھمبھی

# کھمبھی

(Mushroom) کھمبھی  
بظاہر ایک خوردو پودا ہے جس میں تو نہ  
شاخیں ہوتی ہیں اور نہ پتے۔ اس

پودے میں رب العزت نے کئی بیماریوں سے شفا  
رکھی ہے۔ یہ خوردو نباتات کی وہ قسم ہے جو عموماً  
برسات کے موسم میں بانگوں، نمبروں، کیاریوں اور  
سرسبز مقامات پر پائی جاتی ہے۔  
اس پودے کا تعلق



(Fungus) خاندان سے ہے۔ کھمبھی کی متعدد

اقسام دریافت ہو چکی ہیں لیکن عام استعمال کے لیے

اس کا خاندان (Agaricus

Campestris) ہے جبکہ

دوسرے خاندان (Psalliota

Campestris) کے تمام

اراکین قابل خوراک نہیں ہیں۔ اس کی

اکثر اقسام زیرِ پٹی بھی ہیں۔ چغاب کے باغات

میں اس کی دو اقسام ملتی ہیں۔ چھتری کی شکل میں

ملنے والی (Agaricus Albus) ہے۔ یہ عموماً

زہریلی قسم ہوتی ہے لیکن ہو میو پیٹھک اور طب میں

اس سے (Agaracin) بنتی ہے۔ دوسری گول

سروالی ہوتی ہے جسے لوگ عام طور پر سالن میں پکا کر



سب سے اعلیٰ ہے۔  
طب میں کھانے والی قسم کھمبھی اور زہریلی قسم پید

بھیرا کہلاتی ہے۔ کھمبھی کی ایک قسم

کشمیر سے آتی ہے جسے کانگچو کہا جاتا

ہے اسے گوشت کے ساتھ پکا کر

کھایا جاتا ہے یہ خوش ذائقہ اور

مقوی باہ ہوتی ہے۔ کھمبھی ایک مقبول غذا

ہے۔ یورپ میں لوگ بڑے شوق سے کھمبھی کا

سالن تناول کرتے ہیں۔ اب متعدد ملکوں سے

قابل خوردنی کھمبھیاں ڈبوں میں بند ہو کر اسٹورز پر

بآسانی دستیاب ہیں۔ میڈیکل سائنس کی جدید

تحقیقات کی روشنی میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ اس



برٹش ریسرچ کونسل کی تحقیقات سے معلوم

ہوا ہے کہ کھمبھی میں پروٹینز، فیریڈس،

کاربوہائیڈریٹس، سوڈیم، پوٹاشیم، میگنیشیم،

کوپر، آئرن، فاسفورس اور کلورین پائی جاتی ہیں۔

ستمبر 2014ء

جاتے ہیں۔ اس کی ایک قسم کشخ کبلائی ہے یہ حرارت کو مٹاتی ہے بلغم کو دور کرتی ہے۔ عموماً دہلی پتلی خواتین اسے طوے میں ملا کر صحت مند ہونے کے لیے کھاتی ہیں۔

کھمبھی خون بڑھاتی ہے۔ اسے چیس کر ایسے زخموں پر لگانا صحت بخش ہے جو آسانی سے بھرنے میں نہ آتے ہوں۔ سوکھی کھمبھی کو استعمال سے پہلے ایک دن خوشتر پانی میں بھگو دینا چاہیے۔ پھر صاف کر کے گھی میں بھوننے کے بعد استعمال کرنا بہتر ہے۔ اس کے مسخر اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے زیتون کے تیل میں بھوننا زیادہ مفید ہے۔ کھمبھی کے ساتھ ماشپائی اور سر کے کا استعمال بھی نقصانات سے محفوظ رکھتا ہے۔

کھمبھی اپنی افادیت اور غذائیت میں گوشت سے قریب ترین ہے اس لیے بیشتر ممالک میں کھمبھی بڑے پیمانے پر کاشت کر کے گوشت کی کمی کو پورا کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ پاکستان میں بھی کھمبھی کی کاشت کے پروگرام میں خاصی پیش رفت ہوئی ہے۔



کے پانی میں جراثیم کو مارنے کی صلاحیت موجود ہے۔ کھمبھی وجود ہے کہ اسے آنکھوں کی کئی بیماریوں میں شفا قرار دیا گیا ہے۔ کھمبھی کے لذیذ ڈالنے کے علاوہ اس میں لحمیات کی اضافی مقدار اس کو حریہ مفید بنا دیتی ہے۔ چائینیز کھانوں میں مرفی اور کھمبھی، مرفی اور چھڑے کا گوشت یا مچھلی کے علاوہ کھمبھی کا پلاؤ تہلالت متبول ہے۔

کھمبھی دودھ پیدا کرنے والا اور پینے کو روکنے والا پودا ہے۔ نباتات کی یہ قسم جسم کو طاقت بخشتی ہے اسہال میں بھی مفید ہے۔ کھمبھی سے اب تک کئی قسم کی جراثیم کش اور یہ میسر آئی ہیں۔ جدید میڈیکل سائنس نے بھی آنکھوں کی جملہ بیماریوں میں اس کے پانی کو مفید قرار دیا ہے۔

❁..... اسے کسی دوسری دوا کے ساتھ شامل نہ کیا جائے۔

❁..... کھمبھی عام طور پر معتدل اور خوشگوار موسم میں پیدا ہوتا ہے اسے کچا بھی تناول کیا جا سکتا ہے اور پکا کر بھی۔ اس کی سفید شکل کھانے میں بہتر ہے۔ کھمبھی کو کھلا کر چیس کر کھانے سے دست آنے رک

## موٹے افراد اپنی کیفیت کو بیماری سمجھ کر زیادہ کھاتے ہیں تحقیق

امریکہ کی ریجٹائز یونیورسٹی کے ماہرین کی جانب سے کی جانے والی ایک تحقیق میں یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ موٹاپے کو مرض کہتے ہو لوگوں کو زیادہ کھانے کا حوصلہ مل جاتا ہے۔ تحقیق کے مطابق موٹاپے کو مرض سمجھ کر اس میں جتنا افراد ڈانٹنگ بھی چھوڑ دیتے ہیں اور یہ سوچ قائم کر لیتے ہیں کہ ان کی صورت حال میں یا کھل تہدیلی نہیں آسکتی۔ واضح رہے کہ گزشتہ برس امریکی میڈیکل ایسوسی ایشن کی جانب سے موٹاپے کو ایک مرض قرار دیا گیا تھا۔





## چھوٹا سا پھل بڑے فائدے

# لیموں

لیموں دیکھنے میں تو ایک چھوٹا سا گنبد نما مٹھا ہے مگر یہ حقیقی وٹامنز (حیاتین) سے بھرپور ہوتا ہے اور وٹامن سی کا تو لیموں پورا خزانہ ہے۔

جسم کی بقا اور سلامتی کے لیے وٹامنز کی بڑی اہمیت ہے اور وٹامنز کی کمی سے انسانی جسم مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ وٹامن کی کمی سے سوڑھے سوچ جاتے ہیں اور ان سے خون نکلتا ہے۔

اس کے علاوہ صفراوی بخار میں بھی انسان مبتلا ہو جاتا ہے۔ سوڑھوں سے خون نکلنے کی صورت میں معالج

صاحبان، مریض کو وٹامن سی کی گولیاں استعمال کراتے ہیں لیکن لیموں کے استعمال سے ان گولیوں سے بچا جا سکتا ہے اور وٹامن سی کی کمی سے پیدا ہونے والے اور امراض سے بھی بچاؤ کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

لیموں کے کیمیائی تجزیہ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ اس میں وٹامن سی تیس ملی گرام، کیشیم بیس گرام، فاسفورس چودہ ملی گرام، حرارے بیس گرام موجود ہیں۔

ان اجزاء کے علاوہ لیموں میں "سٹرک ایسڈ" جس قدر پایا جاتا ہے اتنا کسی اور پھل میں نہیں ہوتا۔

دور حاضر میں فساد خون (چھوڑے، پھنسیاں، خارش) کے

ستمبر 2014ء

مریضوں کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا ہے۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں اور بچے چہرے سے حسن کو مٹا کرتے والے داغ وھیوں کو دور کرنے کے لیے قسم قسم کی کیمیاں استعمال کرتے ہیں۔ قدرت نے اس چھوٹے سے پھل میں رنگ کاٹنے، دھبے مٹانے، جلد نکھارنے کے لیے کس قدر شگفتگی اثرات رکھے ہیں۔

ایک تحقیق میں جتنے بھی لڑکے لڑکیوں کو لیموں کا استعمال کرایا گیا ان میں اکثریت کو اس سے قائمہ پینٹپل لیموں اپنے اثرات کے حوالے سے مصفی خون ہے اور فساد خون کے نتیجے میں ہونے والے عوارض، خارش، چھوڑے، پھنسیاں اور داغ وھیوں میں

### ردا جبار



ایک بہترین قدرتی تدبیر ہے۔

بن سکتی ہے۔

## لیموں کارس ہڈیاں

مضبوط کرتا ہے

لیموں میں وٹامن سی کی وافر مقدار ہونے کی وجہ سے یہ دودھ پلانے والی ماؤں اور حاملہ خواتین کے لیے بہترین زود ہضم غذا ہے۔ بڑھتے اور پروان چڑھتے ہوئے بچوں کو عمر کے مطابق پانچ سے سات قطرے تک اس کے رس کا استعمال ہڈیاں مضبوط بناتا، کالیشیم کی ضروری مقدار فراہم کرتا ہے اور پیٹ ہلکا کر کے چستی پیدا کرتا ہے اگر اسے آدھے یا ایک چمچ شہد میں ملا کر استعمال کر لیا جائے تو بچے موٹے تازے اور دستوں سے محفوظ رہتے ہیں اور آسانی سے دانت نکال لیتے ہیں۔

لیموں کی خوشبو سے ہر قسم کی بو حتیٰ کہ مچھلی کی بو بھی اس کو لگانے سے دور ہو جاتی ہے۔ لیموں کے خشک تین گرام چھلکے اور تین عدد بڑی الائچی کو ڈیڑھ پاؤ پانی میں جوش دے کر مٹھا ملا کر گھونٹ گھونٹ پینے سے پیٹ کا درد دور ہو جاتا ہے۔

لیموں کے بیج میں کھرتی بھر اتار کے پانی میں یا شربت میں ملا کر دو تین مرتبہ چاننے سے قے آنا بند ہو جاتی ہے۔

## لیموں کا چورن

لیموں کو ایک لیٹر پانی میں سونٹھ، دانہ الائچی کلاں، پوست آملہ، زیرہ سفید، دودھ ساٹھ گرام ڈال کر برتن کو ڈھک کر پھر پانی خشک ہونے پر دھوپ میں سکھا کر پھر چھان کر شیشی میں بھر لیں۔ یہ پیٹ کے لیے عمدہ چورن ہو گا۔



لیموں مصفی خون ہونے کے ساتھ ساتھ قاتل جراثیم بھی ہے۔ یہ تیزابی مادوں کو ختم کرتا ہے اور صفراوی امراض کا تو مفید علاج بتایا جاتا ہے۔ یہ لیبریا اور تیز بخار میں فائدہ دیتا ہے۔

لیموں خوبصورتی کا بھی ایک بہترین ذریعہ ہے۔ اس کا عرق بیرونی طور پر جلد کو نکھارتا ہے۔ اس لیے ہماری خواتین جلد نکھارنے کے لیے اسے عام طور پر استعمال کرتی ہیں۔

## لیموں کے طبی فوائد

جگر اور تلی کے مرض میں لیموں کے ٹکڑے کر کے، نمک چھڑک کر اور تھوڑا سا گرم کر کے دن میں کئی مرتبہ چوسنا فائدہ مند ہوتا ہے۔

ہیضہ میں لیموں کے رس میں منقہ تر کر کے رکھیں اور ہر گھنٹہ بعد ایک منقہ کھالیں اور ساتھ میں رس بھی پی لیں۔

موٹاپے میں لیموں کارس نیم گرم پانی میں ملا کر روزانہ استعمال کرنے سے موٹاپا جاتا رہتا ہے۔

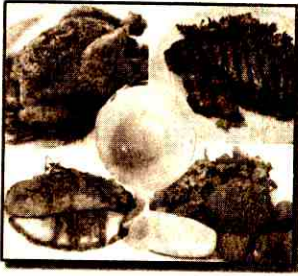
لیموں کے رس میں نمک یا شکر ملا کر پینے سے جسم میں چستی آتی ہے۔

بال بے اور چھلکے کرنے کے لیے لیموں کے رس میں سفوف آملہ ملا کر بالوں کی جڑوں میں لگانے سے بال مضبوط اور چھلکے ہو جاتے ہیں۔

لیموں کے عام استعمال سے جھوک میں اضافہ، خفقان اور فساد خون کے امراض، مسوڑھوں کی سوجن، بد ہضمی، گردہ اور تلی کے امراض میں بھی فائدہ مند ہے۔ لیموں کا تیز محلول دانتوں کو نقصان دیتا ہے اور اس کی ترشی پٹھوں کے درد کا سبب

# دکستریوان

فک تاز



لڈی اور ذرا سیت سے بھر پور نت نئی ڈسٹری کی ریڑ گنیں  
آپ کے دسر خزان کی رونق میں اضافہ کریں گی۔

ایک کلو، سونف دو چائے کے چمچ،  
ثابت دھنیا ایک چائے کا چمچ، ادراک  
ایک انچ کا ٹکڑا، پیاز (فرانی کی ہوئی)  
ایک عدد، نمک تین چائے کے چمچ۔  
ترکیب: گوشت میں آٹھ سے

دس کپ پانی اور بخنی کی باقی  
تمام چیزیں ڈال کر پکانے کے  
لیے رکھ دیں، جب گوشت  
گل جائے اور بخنی تقریباً پانچ  
کپ رہ جائے تو اس میں سے  
گوشت نکال کر بخنی کو  
چھان لیں۔

پلاؤ کے لے: چاول تین کپ، پیاز  
ایک عدد (باریک کاٹ لیں)، گرم  
مسالہ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ، ادراک  
لہسن دو چائے کے چمچ، کشمش دو  
چائے کے چمچ، اخروٹ آدھا کپ،  
تیل آدھا کپ، دہی (چھینٹ لیں)  
ایک کپ۔

ترکیب: تیل کو گرم کر کے پیاز کو  
گولڈن براؤن کر کے نکال لیں۔ پھر

ٹوماٹو پوری، دوسرے میں ہری  
چٹنی، تیسرے میں زردے کا رنگ  
مکس کر لیں اور ایک سفید رہنے  
دیں، سرورنگ ڈشیں کو  
Greased کر لیں، پہلے اس میں



رینوورائس  
اشیاء: آدھا کلو قیر، باریک، نمک  
ایک چائے کا چمچ، پیاز  
Chopped ایک عدد، ادراک  
لہسن پسا ہوا ایک چائے کا چمچ، لال  
مرچ پاؤڈر ایک چائے کا چمچ،  
دہی آدھا کپ، تمام چیزیں قہیے  
میں ڈال کر بھون لیں، آدھا کلو  
چاول بوائٹل نمک کے ساتھ۔

ہری چٹنی: ایک گڈی ہرا  
دھنیا، دو ہری مرچیں، آدھی

گڈی پودینہ، دو کھانے کے چمچ  
لیموں کا رس اور ہرا رنگ تمام  
چیزوں کو ملا کر پیس لیں۔

ٹوماٹو پیوری: ایک پاؤڈر، آدھی  
پیاز، آدھا چائے کا چمچ لال مرچ  
پاؤڈر، لہسن اور لال رنگ۔ ٹماٹوں  
کو کاٹ کر اس میں تمام چیزیں ڈال  
کر بلینڈ کر کے چھان لیں اور پکائیں۔

ترکیب: چاولوں کو چار حصوں  
میں تقسیم کر لیں، ایک حصے میں

## رائس اسپیشل

انڈے بوائٹل کر کے گول گول کاٹ  
کر رکھیں اس کے اوپر قہیہ پھر  
برے چاول قہیہ سفید چاول پھر  
200 سینٹی گریڈ پر دس منٹ بیک  
کریں اور نکال کر گارنش کریں اور  
پیش کریں۔

افغانی پلاؤ

اشیاء: بخنی کے لیے: گوشت

تیل میں ادراک لبسن گوشت گرم مسالہ کشمش اخروٹ اور دہی ڈال کر اچھی طرح بھون لیں اس کے بعد یعنی ڈالیں۔ (چاول کو صاف کر کے دس سے پندرہ منٹ بھگو دیں) یعنی دس کے ساتھ چاول بھی ڈال دیں، جب چاول ایک گنی رہ جائیں تو فرائی پیاز چھڑک کر دم پر دکھ دیں، دہی راستے کے ساتھ پیش کریں۔

### دہلی بریانی

اشیاء: باسستی چاول آدھا کلو، مٹن (گوشت چھوٹا) آدھا کلو، ادراک ایک چائے کا چمچ، لبسن ایک چائے کا چمچ، گھی تین چوتھائی کپ، دہی ایک کپ، گرم مسالہ دو چائے کے چمچ (ایک چمچ چاولوں کے لیے، ایک چمچ گوشت کے لیے)، براؤن پیاز دو عدد، نمک ایک چائے کا چمچ، سرخ مرچ دو چائے کے چمچ، دھنیا پاؤڈر ایک چائے کا چمچ (گوشت میں ڈالنے کے لیے ثابت گرم مسالہ)، سفید الائچی چار عدد، لونگ چار عدد، دارچینی ایک اسٹک، بڑی الائچی دو عدد، سیاہ زیرہ ایک چائے کا چمچ، تیز پات ایک عدد، ہری مرچ (کٹی ہوئی) سجاوٹ کے لیے، ہرا دھنیا (کٹا ہوا) سجاوٹ کے لیے۔

ترکیب: چاولوں کو ایک تیز پات، ایک بڑی الائچی، سیاہ زیرہ

ترکیب: گھی گرم کریں۔ پیاز براؤن اور آدھا گھی نکال لیں۔ گوشت ڈالیں۔ دھنیا، ہلدی، سرخ مرچ پاؤڈر، نمک، ادراک، لبسن، لونگ، چھوٹی الائچی ڈالیں۔ تین کپ پانی ڈالیں کہ گوشت گل جائے۔

لبیوں کاٹ کر اس میں دہی ڈالیں اور بھون لیں پھر پیاز چھوٹی چھوٹی کاٹ کر ڈالیں۔ بھون لیں۔ ہر اہم مسالہ تھوڑا کاٹ کر ڈالیں اور ساتھ ہی لیموں کا رس، حسب ضرورت گرم مسالہ، جانفعل اور جاوتری ڈالیں۔

برائے چاول: تیز پتہ ایک عدد، بڑی الائچی تین عدد، لونگ پانچ عدد، وال چینی ایک عدد، کالی مرچ پندرہ عدد، سیاہ زیرہ ایک چائے کا چمچ، نمک دو چائے کے چمچ، آلو بخارہ دس عدد، کیوڑہ رنگ چھڑکنے کے لیے۔

ترکیب: پانی میں چاولوں کو آدھا گھنٹہ سوک کریں اور گرم مسالے اور نمک کے ساتھ آدھا کچا پکا لیں۔ ایک دیگی میں چاول پانچ منٹ پکائیں جب بھاپ آنے لگے باقی گھی ڈالیں رنگ ڈالیں کیوڑہ ڈالیں تھوڑی پیاز چھڑک کر دم پر رکھیں اور گرم گرم سرور کریں۔



ایک چائے کا چمچ اور دو کھانے کے چمچ نمک کے ساتھ اہال لیں۔ گھی گرم کریں اور گوشت کو فرائی کر لیں۔ اس میں ادراک اور لبسن ڈال کر فرائی کریں، نمک ملا دیں، سرخ مرچ، ثابت گرم مسالہ اور دھنیا پاؤڈر ملا دیں اور بھونیں۔ پھر دہی ملا دیں اور پکائیں۔ پانی ڈال کر گوشت کو اس وقت تک پلنے دیں کہ گل جائے۔ براؤن پیاز ملا دیں اور اچھی طرح سے بھون لیں۔ گریوی رہتی چاہیے۔ اب ایک پتیلی لیں، پھر چاولوں کی ایک تہہ بچھائیں، گوشت ڈال دیں اور پھر ہری مرچ، ہرا دھنیا ڈال دیں۔ پھر چاولوں کی تہہ بچھادیں۔ اوپر سے گرم مسالہ پاؤڈر اور ہرا مسالہ ڈال کر دم پر رکھ دیں۔

### دیگی بریانی

اشیاء: گوشت تین پاؤ، چاول آدھا کلو، ادراک لبسن (پسا ہوا) دو چائے کے چمچ، لال مرچ پاؤڈر دو چائے کے چمچ، دھنیا اور ہلدی ایک چوتھائی چمچ، لونگ چھ عدد، چھوٹی الائچی چھ عدد، گھی ایک کپ، پیاز تین عدد، دہی ایک کپ، لیموں کا رس دو کھانے کے چمچ، لیموں کے سلائس تھوڑے سے، ہرا مسالہ تھوڑا سا۔

# چہرے کے داغ دھبے

نوجوان اور عمر رسیدہ ہر عمر کی متعدد سوزش پیدا ہو جائے اور یہ نشان سرخ یا گہری خواتین چہرے پر داغ دھبوں کے مسئلے پر دوچار نظر آتی ہیں۔ خوب صورت نظر آنے کے دباؤ میں

خواتین کا سمیمیکس اور جلدی امراض سے متعلق ماہرین کے پاس جا کر خطیر رقیں خرچ کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

**چھٹکارہ نہایت آسان طریقے سے...**

اس طرح داغ دھبے کے نشانات مہاسوں سے متعلق ہوتے ہیں۔

داغ دھبوں کے یہ نشانات تین قسم کے اکثر یہ سورج کی تپش، بے چینی، نیند کی کمی، مہاسوں، غذائیت میں کمی اور جلد کی خشکی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

سفیدی مائل: پیدا ہوتے ہیں۔

داغ دھبوں سے نجات کے نسخے

شابین اختر

یہ بالوں سے وابستہ جلد کے نیچے پیدا ہوتے ہیں اس کے نتیجے

داغ دھبوں سے بچنے کے لیے بعض سادے طریقے موجود ہیں جن کے ساتھ ہی مناسب نیند، متوازن غذا، ورزش، سورج کی تیز کرنوں سے بچاؤ اور وٹامن سپلیمنٹ کا باقاعدگی سے استعمال ضروری ہے۔



میں جلد پر گوشت کے رنگ کا ابھار پیدا ہو جاتا ہے۔

سیاہی مائل:

اگر سفیدی مائل نشان جلد کے اوپری سطح پر نمودار ہو جائے اور کھل جائے تو یہ سیاہی مائل نشان کہلائے گا۔ یہ سیاہی بیرونی گندگی نہیں ہے بلکہ جلد کی رنگت سیاہ ہونا شروع ہو جاتی ہے جو جلد کے اندر کیمیائی عمل کا نتیجہ ہے۔

مہاسے: اگر جلد میں

کینو کا چھلکا کینو کے چھلکوں کا آمیزہ تیار کر لیں۔ چھلکے کی جلد کا اوپری دانہ دار حصہ جلد کی صفائی کے لیے

کے نشانات موجود ہیں دونوں صورتوں میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ خشک جلد کے لیے بہتر ہے کہ اس آمیزہ میں نیم شامل کر لیا جائے۔ یہ آمیزہ جلد کو خشکی سے محفوظ کر کے چہرہ کی جلد کو نرم و ملائم اور داغ دھبوں سے پاک کر دے گا۔

شہد اور کینو کے چھلکے اور عرق گلاب کے ساتھ استعمال کریں۔

داغ دھبوں والی جلد پر برف کے ساتھ کینو کے چھلکے کا مساج بھی کیا جاسکتا ہے۔

### احتیاط

خیال رہے کہ آپ روزانہ دس سے بارہ گلاس پانی ضرور پیئیں، بھرپور نیند لیں، مثبت سوچ اپنائیں اور ورزش کو اپنا شعار بنالیں۔

مرغن غذاؤں سے پرہیز کریں۔ جلد کو مضر اثرات سے بچانے کے لیے جہاں تک ممکن ہو زیادہ سے زیادہ قدرتی اجزاء استعمال کریں اپنے ماہر جلد کے مشورے کے بغیر کاسمیٹکس استعمال نہ کریں۔ ایسی کریمیں استعمال کریں جن میں قدرتی اجزاء موجود ہیں۔

زیادہ دیر تک باہر رہنے کی صورت میں اچھی کوالٹی کا سن بلاک استعمال کریں کیونکہ داغ دھبے والی جلد سخت موسم میں بہت حساس ہو جاتی ہے خواہ سرد ہو آئیں ہوں یا سخت دھوپ۔ اپنے چہرے کو اچھے طریقے سے صاف کر کے باہر نکلیں۔

یاد رکھیں کہ آپ کو اپنی جلد کی حفاظت روزانہ کی بنیاد پر کرنی ہے۔ صحت مند شفاف جلد چند سینڈز میں اعتماد میں اضافہ کر دیتی ہے۔



بہترین ہے اس میں ایلوویرا اور عرق گلاب ملا کر آہستگی سے چہرے اور گردن پر ملیں اور خشک ہو جانے پر اسے صاف کر دیں۔

ہفتہ میں دو بار یہ عمل دہرانے سے آپ چند ہفتوں میں اپنی جلد میں نمایاں تبدیلی محسوس کریں گی۔ یہ آمیزہ مسامت میں داخل ہو کر جلد کی گہری صفائی کرتا ہے اور جلد کو نرم و ملائم بناتا ہے۔ چھلکے میں موجود اورنج آئل جلد کے مردہ خلیات، سیاہ دھبوں کو صاف کر کے ان کے مزید ظاہر ہونے کے امکانات کو کم کرتا ہے۔ اورنج آئل خشک یا چکنی جلد کا توازن بھی بحال کرتا ہے۔ موٹاپے اور فریبی کی وجہ سے یا جلد پر خشکی کی بنا پر پڑنے والی جھریوں کی روک تھام کرتا ہے۔ یہ مسامت سے بخارات بننے کے عمل کو تیز کر کے مردہ اور داغ دھبے والی جلد سے پسینہ کی شکل میں زہریلے مواد کو خارج کرنے میں مدد دیتا ہے۔

### گھیکوار (ایلوویرا)

ایلوویرا زخم مندمل کرنے کی خصوصیت کی بنا پر مشہور ہے۔ یہ داغ دھبوں کی وجہ سے جلد میں پیدا ہونے والی سوزش اور جلن میں کمی کر کے سکون پہنچاتا ہے۔ ایلوویرا کا تازہ گودا جراثیم کش ہے اور داغ دھبوں اور مہاسوں میں انفیکشن کو روکنے میں مدد دیتا ہے۔ یہ جلد کو تروتازہ، ملائم رکھنے اور جلد میں موجود قدرتی چکنائی کے توازن کو برقرار رکھنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

لیمون کا عرق اور کھیرے کا گودا لیموں کے عرق اور کھیرے کے گودے کا آمیزہ خشک جلد یا ایسی جلد جس پر خشکی اور چکنائی



## تمباکو نوشی اور انسانی صحت

جرنل آف میڈیکل ایسوسی ایشن کے مطابق تمباکو نوشیوں کے چھوڑے ہوئے دھوئیں میں محض آدھا گھنٹہ سانس لینے سے تمباکو نہ پینے والوں کے قلب کو خون کی فراہمی میں کمی آ جاتی ہے، اس دھوئیں کی مضرت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ تجرباتی طور پر جن افراد نے روزانہ بیس سگریٹ چھوٹے انبیس ان کے دھوئیں نے یہ تکلیف نہیں پہنچائی اور اس ماحول میں موجود ایسے افراد جو تمباکو نوشی نہیں کرتے تھے مختلف بیماریوں کا شکار ہو گئے۔

یہ شرح دس ملین تک جا پہنچے گی اور ان میں سے ستر فیصد ہلاکتیں پاکستان جیسے ترقی پذیر ممالک میں واقع ہوں گی۔

پاکستان میں تمباکو کی وجہ سے لاحق ہونے والے امراض میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے، پھیپھڑوں، حلق اور معدے کے سرطان کی بڑھتی ہوئی شرح اس بات کی گواہ ہے۔ ملک میں بڑھتی ہوئی تمباکو نوشی اور تمباکو خوری کی اس وباء کو روکنے کے لئے کوئی زیادہ سنجیدہ اور مربوط کوششیں نہیں کی جا رہی ہیں۔

اس کھلی حقیقت کے باوجود کہ تمباکو بدترین قسم

تمباکو نوشی کیوں کی جاتی ہے.....؟ مختلف تنظیموں کے سروے ظاہر کرتے ہیں کہ تمباکو نوشی افراد اپنا غم غلط کرنے کے لئے اس نمودی چیز کا سہارا لیتے ہیں، یا پھر حقائق کے سمندر سے منہ موڑتے ہیں۔

تمباکو نوشی حقیقت سے منہ موڑنے کے لئے اپنے آپ کو دھوئیں کے سپرد کر دیتا ہے۔ اسی بات کو معروف مزاح نگار جناب عطا الحق قاسمی صاحب نے اپنے ایک کالم میں اس طرح لکھا ہے، ”میں نے ایک تمباکو نوشی سے پوچھا کہ تم اتنے زیادہ سگریٹ کیوں پیتے ہو؟“ تو اس نے جواب دیا ”ٹینشن کی وجہ سے“

میں نے پوچھا تمہیں کیا ٹینشن ہے؟ جواب ملا ”میںیں کہ اتنے زیادہ سگریٹ کیوں پیتا ہوں۔“

تمباکو انسانی صحت اور جان کا دشمن ہے۔ اس انسان کش و باکی ہلاکت خیزیوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ گذشتہ برس اس وجہ سے 8 ملین انسانی جانیں ضائع ہوئیں۔ خدشہ ہے کہ 2020ء تک تمباکو کی ہلاکتوں کی



کا مہلک نشہ ہے۔ ترقی پذیر ممالک میں اس کے خطرات میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

تمباکو بدستور عالمی صحت کے لئے خطرے کا نشان بنا ہوا ہے کیونکہ اس صنعت نے اب اپنا رخ ترقی پذیر ممالک کی طرف کر لیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ ترقی یافتہ ممالک کے عوام کی شعور و بیداری کی قیمت اب غریب ممالک کی عوام سے وصول کی جا رہی ہے۔ تمباکو کی صنعت اپنے فروغ و ترقی کے لئے وہ تمام طریقے بروئے کار لارہی ہے جن پر ترقی یافتہ ممالک نے پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔

تمباکو نوشی کے مضر اثرات:

طبی ذیبا کو تمباکو نوشی کے حقیقی مضر اثرات کا علم 1930ء کے اوائل میں ہوا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً تحقیقات کی روشنی میں تمباکو کو انسانی صحت کے لئے انتہائی مضر گردانا گیا ہے۔ تحقیقات کے مطابق ایک سگریٹ انسان کی عمر ساڑھے پانچ تا آٹھ منٹ تک کم کر دیتا ہے کیونکہ اس میں چار ہزار سے زائد نقصان دہ اجزاء موجود ہوتے ہیں پوری دنیا میں ہونے والی تحقیق سے پتہ چلا ہے کہ تمباکو نوشی سے انسان کو دل، پھیپھڑے، سانس، نظام ہضم، پیشاب، معدہ، جگر اور منہ کی بہت سی مہلک بیماریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تمباکو کے دھوئیں میں کوئٹین کی شکل میں زہر بھرا ہوتا ہے جو دل اور شریانوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ یہ ایک فیٹا زہر ہے، اس کی وجہ سے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی ہے اور بلڈ پریشر عارضی طور پر بڑھ جاتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک سگریٹ پینے سے بلڈ پریشر 30 منٹ سے ایک گھنٹہ تک زیادہ رہتا ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر لیں کہ ایک پیکٹ روزانہ سگریٹ

پینے والے افراد کے بلڈ پریشر کا کیا حال ہو گا۔ اس کے علاوہ تمباکو نوش افراد کا خون بھی گاڑھا ہونے کا خدشہ ہوتا ہے۔ تمباکو کے دھوئیں میں زہر کی دوسری شکل کاربن مونو آکسائیڈ ہے، یہ بھی ایک زہریلی گیس ہے جو کہ تمباکو کے جلنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ گیس تمباکو پینے والے کی سانس کے ساتھ اس کے جسم میں جاتی ہے تو فوری طور پر انسانی جسم میں موجود آکسیجن کو کم کر دیتی ہے۔ تمباکو نوشی کرنے سے ناصرف آپ کے دل کو کام زیادہ کرنا پڑتا ہے بلکہ اسے آکسیجن کی فراہمی بھی کم ہو جاتی ہے۔ تمباکو نوشی کرنے والوں کے عارضہ قلب میں مبتلا ہونے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے، اس کے علاوہ پھیپھڑے کے سرطان اور بعض دوسری بیماریوں کا خطرہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

عالمی ادارہ صحت کی رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں پھیپھڑوں کے سرطان میں 90 فیصد مرد اور 89 فیصد عورتیں مبتلا ہوتی ہیں۔

پاکستان میں تمباکو نوشی کی وجہ سے ہر سال سانس اور دے کی بیماریوں میں 25 فیصد اور پھیپھڑے کی دیگر امراض میں دس فیصد افراد مبتلا ہوتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق ملک میں ہر سال دو سے ڈھائی لاکھ افراد سرطان میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ان میں سے نصف مریض محض تمباکو کے استعمال کی وجہ سے اس مہلک مرض کا شکار ہو رہے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اگر نوجوانی میں سگریٹ نوشی کی جائے تو مسلسل سگریٹ نوشی کی وجہ سے سگریٹ پینے والے افراد میں سگریٹ نہ پینے والوں کے مقابلے میں اموات کی شرح تین گنا زیادہ ہوتی ہے۔

مختلف جائزوں سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ



قوت برداشت کی کمی، معدے کا السر، سانس پھولنے کا مرض، اعضائے تولید کی کمزوری، جلد کے مختلف امراض (جلد کی خشکی اور رنگت کی خرابی اور جھریاں پڑنا)، مٹانے، لیلیے، گردوں اور عورتوں میں فم روم کے سرطان کا خطرہ جو کہ دماغ میں بھی منتقل ہو سکتا ہے۔

تंबا کو نوشی صحت انسانی کے لئے مضر ماحولیاتی مسئلہ ہے جس کی دو واضح اقسام ہیں ایک وہ جس میں لوگ براہ راست اسے استعمال کرتے ہیں یعنی تمبا کو نوش افراد جو خود اپنی مرضی سے اپنے جسم میں اس زہر کو اتار رہے ہوتے ہیں اس کو Active Smoker کہتے ہیں۔ دوسری قسم میں وہ افراد آتے ہیں جو دوسروں کی غلطیوں کا خمیازہ بھگتتے پر مجبور ہوتے ہیں، یعنی عادی افراد کا چھوڑا ہوا دھواں خواہ خواہ سانس کے ذریعے سے اپنے جسم میں داخل کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس کی لپیٹ میں خاص طور پر معصوم بچے آتے ہیں جو کہ اپنے بڑوں کی غلطی کا خمیازہ ساری عمر بیماریوں کی شکل میں بھگتتے ہیں۔ انہیں Passive Smoker کہا جاتا ہے۔

نیشنل ہیلتھ اینڈ میڈیکل ریسرچ کونسل کی ایک رپورٹ کے مطابق صرف تمبا کو کا دھواں سو گھنٹے سے بے شمار افراد چھپھڑوں کے سرطان اور قلب کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق آسٹریلیا کے پچاس ہزار بچے دوسروں کی تمبا کو نوشی کی وجہ سے دے کا شکار ہیں۔ سگریٹ نوشی نہ صرف سگریٹ پینے والے کو نقصان پہنچاتی ہے، بلکہ یہ ایک ایسی بری عادت ہے جو سگریٹ نہ پینے والوں کو بھی نقصان پہنچاتی ہے۔ کیونکہ جب ایک سگریٹ نوش سگریٹ پیتا ہے تو اس کمرے میں موجود دوسرے افراد نادانستہ طور پر اس کا دھواں اپنے چھپھڑوں میں اتارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس ضمن میں

شراب یا دوسری نشہ آور اشیاء کے استعمال کی وجہ سے جتنی اموات واقع ہوتی ہیں ان کی مجموعی تعداد سے کہیں زیادہ اموات تمبا کو نوشی کی وجہ سے ہوتی ہیں۔

**تंबا کو میں شامل مضر صحت زلیو:**  
 تمبا کو نوشی کرنے والے تمبا کو کے ہر کش کے ساتھ چار ہزار سے زائد کیمیائی مادے اپنے جسم میں داخل کرتے ہیں۔ تمبا کو کے دھوئیں میں سرطان پیدا کرنے والے کیمیکلز، بنیزوپازین، نائٹروسامین، نیف تھیلائین، کیڈمیم اور دھات قابل ذکر ہیں۔ جس جگہ تمبا کو نوشی کی جاتی ہے اس کی فضا میں بھی یہ مادے شامل ہو جاتے ہیں اور تمبا کو نوشی نہ کرنے والے بھی ان کی زد میں آ جاتے ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق سگریٹ نوش افراد ایک سگریٹ کے ذریعے (بغیر فلٹر کے) 13 ملی گرام ٹار، 1.1 ملی گرام نکوٹین اور بہت سی مقدار میں کاربن مونو آکسائیڈ اپنے جسم کے اندر لے جاتے ہیں، جب کہ فلٹر والے سگریٹ پینے والے افراد 12 ملی گرام ٹار، 1 ملی گرام نکوٹین اور بہت سی مقدار میں کاربن مونو آکسائیڈ اپنی سانسوں میں اتارتے ہیں، دن بھر میں پورا پورا پیکٹ پینے والے افراد کا اندازہ لگائیں۔

**تंबا کو نوشی کے سبب ہونے والی بیماریاں:**

طویل عرصہ تک تمبا کو نوشی کرنے والے افراد درج ذیل بیماریوں کا شکار ہو سکتے ہیں.... چھپھڑوں کا سرطان، چھپھڑوں کی سوجن، حملہ قلب کا خطرہ، دوران خون میں سستی و کمی، قانچ کا خطرہ، قلب اور دماغ کی رگوں کی تنگی، منہ، زبان اور گلے کے سرطان کا خطرہ، مزمن کھانسی، عضلات کی صحت و توانائی اور

## تंबا کو میں پائے جانے والے کیمیائی مادے

**نکوٹین:** نکوٹین ایک نامیاتی مرکب ہے جو کہ سگریٹ، سگار، پان، گٹلے اور نسوار وغیرہ میں لذت و سرور کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، ایک عام سگریٹ میں تقریباً بیس ملی گرام نکوٹین ہوتی ہے۔ سگریٹ کا کش لیتے ہی بہت معمولی سی مقدار میں جذب شدہ نکوٹین خون میں گلوٹامین وغیرہ کی موجودگی میں اولاد دل اور نبض کی رفتار کو تیز کرتی ہے اس کی وجہ سے تمباکو نوش خود کو چاق و چوبند محسوس کرتا ہے یہ دماغ اور دل پر مفرح اثر ڈالتی ہے۔ اگر نکوٹین کی مقدار خون میں زیادہ ہو جائے تو یہ دماغ پر بہت خطرناک حد تک اثر انداز ہوتی ہے دل کی حرکت بہت تیز اور پھر سست ہو جاتی ہے۔ نکوٹین کی معمولی مقدار سے دماغ میں فرحت محسوس ہوتی ہے لیکن بعد میں دماغ اور حواس سست پڑ جاتے ہیں۔ نکوٹین کی وجہ سے جسم میں ایڈرینالین زیادہ مقدار میں بننا شروع ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے قلب کی رفتار بڑھ جاتی ہے اور بلڈ پریشر میں اضافہ ہونے کے ساتھ ساتھ خون گاڑھا ہو جاتا ہے اور اس میں گٹھلیاں بننے کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ یہی گٹھلیاں حملہ قلب اور فوج کا سبب بنتی ہیں۔ ایک سگریٹ کے دھوئیں سے 2.5 گرام نکوٹین دماغ تک پہنچتی ہے۔

**کونٹار کولتار:** سگریٹ میں شامل نار یا تار کول بھوری رنگت کا ایک مادہ ہوتا ہے جو تمباکو نوش کے پھیپھڑوں میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ یہ کونٹار ان نازک بالوں کو جو پھیپھڑوں میں جانے والی ہوا کو صاف کرتے ہیں ساکت کر دیتی ہے اور ہوا کے راستے میں زکاوٹ کا سبب بنتی ہے، اس کے علاوہ پھیپھڑوں کی اندرونی جلد کو بھی نقصان پہنچاتی ہے مزید برآں یہ سانس کی نالیوں، نرخرے اور پھیپھڑوں میں خراش و سوزش کا موجب بھی ہے۔

**کاربن مونو آکسائیڈ:** ہیموگلوبن (خون کا رنگ دار مادہ) جو دوران خون میں موجود ہوتی ہے اور بالعموم آکسیجن کو تمام جسم میں پہنچانے کی ذمہ دار ہے۔ یہ آکسیجن کی نسبت کاربن مونو آکسائیڈ سے جلدی وابستگی پیدا کر لیتی ہے اس لیے یہ زہریلی گیس خون میں پہنچنے ہی آکسیجن کی جگہ لے لیتی ہے۔ اس طرح سگریٹ پینے والے کے قلب کو آکسیجن کی فراہمی کم ہو جاتی ہے۔ یہ گیس قلب اور پھیپھڑوں کے مریضوں کے لئے بہت خطرناک ہوتی ہے۔ اس کی وجہ سے تمباکو نوش کا سانس پھولنے لگتا ہے اور اس میں توانائی کم ہو جاتی ہے۔ اس سے خون کی رگوں کے اندرونی استر

سگریٹ نوشی صحت کے لیے اتنا ہی سنگین مسئلہ ہے جتنا کہ کوئی متعدد مرض ہوتا ہے اس لیے اس پر کنٹرول کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ یہ بات بھی سانسے آئی ہے کہ جن گھرانوں میں بچے دمہ، سینے کے انفیکشن یا سانس کے دیگر امراض میں مبتلا ہوتے ہیں، ان گھرانوں میں تمباکو نوشی کرنے والے افراد موجود ہوتے ہیں۔ صرف ایک سگریٹ کا دھواں بھی فضاء کو

حیران کن بات یہ ہے کہ ایک سگریٹ نوش ایک سگریٹ سے 15 فی صد دھواں اپنے پھیپھڑوں میں اتارتا ہے تو اس کے ساتھ بیٹھے والا اس کا 85 فی صد اپنے پھیپھڑوں میں لے جانے پر مجبور ہوتا ہے۔ یہ دھواں ایک صحت مند انسان کے دل و دماغ کو آلودہ کرتا ہے، پھیپھڑے خراب ہو جاتے ہیں اور جسم کئی بیماریوں کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔

کو نقصان پہنچتا ہے اور وہاں چریلے مادے کے جمع ہونے سے وہ تنگ ہو جاتی ہیں۔ سگریٹ کے دھوئیں میں ایک سے اڑھائی فیصد تک کاربن مونو آکسائیڈ ہوتی ہے۔ یہ وہی گیس ہے جو گاڑیوں کے دھوئیں میں ہوتی ہے اس گیس سے سانس زکنے کی وجہ سے موت واقع ہو جاتی ہے۔

کریسول: یہ ایک طاقتور جراثیم کش ہے اور فینول سے تقریباً چار گنا زیادہ اثر کرتی ہے۔ یہ ایک مہلک زہر ہے جسے ہر روز تمباکو نوشی افراد اپنے اندر لے جاتے ہیں۔

سائنائیڈ: یہ زہر بھی سگریٹ کے دھواں میں پایا جاتا ہے۔ سائنائیڈ کے چند قطرے ٹونگھ لینے سے انسان چند منٹ میں ہی موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔

پولونیم 210: یہ جوہری فضلہ Nuclear Waste ہے جو کہ انسانی صحت کے سخت مضر ہے۔

این-نائٹروسامان: یہ کینسر پیدا کرنے والا جزو ہے جو کہ تمباکو کا لازمی جزو ہے اور تمباکو نوشی افراد کو مختلف قسم کے کینسر میں مبتلا کرنے کا موجب ہوتا ہے۔

ایسی ٹون: یہ وہ مادہ ہے جو کہ مختلف قسم کے پینٹ اور ناخن پالش وغیرہ میں استعمال کیا جاتا ہے اور انسانی صحت کے لئے ضرر رساں ہے۔

امونیا: (Ammonia) یہ مادہ روزمرہ کے استعمال میں ٹائلٹ اور فرش وغیرہ صاف کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، اور سخت مضر صحت ہے۔ یہ پھپھڑوں کو جلا کر دائمی تکلیف میں مبتلا کر دیتی ہے۔ یہ ایک زہریلی گیس ہے جس سے دم گھٹتا ہے اور موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔

کیڈمیم: یہ گاڑی کی بیٹری میں استعمال ہوتا ہے اور انسانی صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔

اس کے علاوہ چند دیگر مضر اجزاء میں ہائیڈروجن سلفائیڈ، آرسینک، ہائیڈرازین، ہائیڈروجن سائنائیڈ، فارل ڈی ہائیڈ، ایکرویلین، نائٹروجن کے اوکسائیڈ اور ایسی ٹل ڈی ہائیڈ وغیرہ شامل ہیں۔ ان اجزاء کی وجہ سے بلغم زیادہ بنتا ہے اور سانس کی نالیوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ان گیسوں کی وجہ سے کھانسی اور بلغم کی شکایت مستقل ہو جاتی ہے اور پھپھڑوں میں سوجن آ جاتی ہے۔

مضریت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ تجرباتی طور پر جن افراد نے روزانہ بیس سگریٹ پھونکے انہیں ان کے دھوئیں سے یہ تکلیف نہیں پہنچائی اور اس ماحول میں موجود ایسے افراد جو تمباکو نوشی نہیں کرتے تھے مختلف بیماریوں کا شکار ہو گئے۔



اس قدر زہر آلود کر دیتا ہے کہ اس میں سانس لینے والے مختلف تکلیف دہ عارضوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

جرنل آف میڈیکل ایسوسی ایشن کے مطابق تمباکو نوشیوں کے چھوڑے ہوئے دھوئیں میں محض آدھا گھنٹہ سانس لینے سے تمباکو نہ پینے والوں کے قلب کو خون کی فراہمی میں کمی آ جاتی ہے، اس دھوئیں کی



عظیمی

چاند کی کرنوں سے —  
گھنے اور لمبے بالوں کی نشوونما  
45 سال سے خواتین کا پسندیدہ

روغن گلوسبیز

|              |           |              |           |               |           |
|--------------|-----------|--------------|-----------|---------------|-----------|
| 03219110156: | پشاور     | 041-8540132: | فیصل آباد | 021-36039157: | کراچی     |
| 03005621447: | مانسہرہ   | 03224112737: | لاہور     | 0222781798:   | حیدرآباد  |
| 05822446661: | منظف آباد | 051-5169242: | راولپنڈی  | 03133508543:  | میرپورخاص |
| 03455701558: | میرپور    | 03135168800: | انک       | 03453700144:  | ڈگری      |
|              |           | 03135914147: | حری پور   | 03006338192:  | ملتان     |

معمولی امراض بھی  
خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔

# ناک کے امراض

دماغ کے سامنے والے حصے سے شروع ہو کر ناک کے باہر جانے والے نالیوں کے ساتھ ناک کی اندرونی جھلی پر ختم ہو جاتی ہے۔ اس میں خرابی پیدا ہو جائے تو قوت شامہ متاثر ہو جاتی ہے۔ ناک دور جدید کی زبان میں ایک ایئر کنڈیشننگ پلانٹ کی حیثیت رکھتی ہے جس کا بنیادی کام یہ ہے کہ وہ پھیپھڑوں کو گرم، مرطوب اور صاف ستھری ہوا فراہم کرتی رہے۔

پیدائش کے فوراً بعد بچہ جب پہلی چیخ مارتا ہے تو اس پلازمہ کی کارکردگی شروع ہو جاتی ہے۔ ناک جہاں ایئر کنڈیشننگ پلانٹ ہے وہاں خوشبو بدبو میں حد امتیاز بھی قائم کرتی ہے۔ گویا ایک چیک پوسٹ بھی ہے۔

اس اہم حصے  
کی بیماریاں

تکسیر پھوٹا: گرمی کے

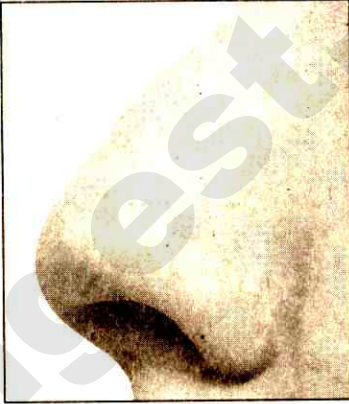
موسم میں بعض نوجوانوں کو

جسم میں خون کی زیادتی کی وجہ سے اکثر یہ شکایت ہو جاتی ہے۔ اس مرض میں ناک کی رنگیں خون سے پر ہو کر پھٹ جاتی ہیں اور ناک سے خون بہنے لگتا ہے۔ بعض مرتبہ حرارت جگر اور وہائی بخار اور بچوں میں پیٹ کے کیڑے بھی اس کے اسباب ہوتے ہیں۔ جب تکسیر آنے والی ہوتی ہے تو سر میں گرمی اور خشکی معلوم ہوتی ہے۔ ناک کے نتھنوں میں حلق اور سوزش اور بعض دفعہ خارش محسوس ہوتی ہے۔ کمزور بچوں میں پیٹ میں کیڑے پڑ جانے کی

نظام تنفس کے ذرائع میں ناک، نرخرہ (Larynx) حلق (Pharynx) ہوا کی نالی (Trachea) سینہ کی جھلی (Pleura) اور پھیپھڑے (Lungs) ہیں اور ان میں ہوا کے آنے جانے کا راستہ سب سے اہم ہے۔

ناک کے ذریعہ ہم سونگھتے اور سانس لیتے ہیں۔ ناک دونوںوں میں منقسم ہے۔ یعنی داہنا اور بائیں نتھنا جن میں ایک طرح کی رطوبتی جھلی کا استر ہوتا ہے اس میں بال بھی

ہوتے ہیں جو مضر ذرات کو اندر جانے سے روکتے ہیں۔ تالو کے اوپر ناک کا پیچیدہ نظام ہے جہاں غار نما علاقے میں ارد گرد آٹھ جگہوں پر اندر سے کھوکھلی مخصوص ہڈیاں ہیں جو آنکھوں کے اوپر و درمیان دونوں رخساروں میں اور غنٹی حصے میں واقع ہیں۔ چار جوڑیوں میں یہ آٹھ خم دار حصے جوف یا



Sinuses کہلاتے ہیں۔ ان میں ورم آجائے تو Sinus کی بیماری کہلاتی ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ استر کی جھلی میں ورم آجاتا ہے جس کی وجہ سے بدبو یا خوشبو کے ذرات قوت شامہ کی جھلی تک نہیں پہنچ پاتے اور بو ہونے کے باوجود اس کا ادراک نہیں ہوتا۔ کبھی جوف دماغ سے شامہ کی جھلی مل جائے تو بدبو دار مادہ پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے بدبو دار چیز موجود نہ ہوتے ہوئے بھی اس کی بو محسوس ہوتی ہے۔ یہ قوت شامہ کا اہم ترین حصہ ہے جو

وجہ سے ہو تو بچہ بار بار ناک نوچتا ہے۔ بعض مرتبہ دھوپ میں چلنے، پان چبانے، ناک کو کھجانے، چھینک لینے یا زور سے کھنکھانے سے فوراً نکسیر پھوٹ جاتی ہے۔ بعض مرتبہ بغیر کسی حرکت کے ناک میں سوزش ہو کر نکسیر جاری ہو جاتی ہے اور ناک سے خون بہنے لگتا ہے۔

اگر خون جاری ہو جائے تو ابتدائی طبی امداد کے طور پر مریض کے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالیں اس سے نکسیر بند ہو جاتی ہے۔ نکسیر اگر خشکی کی وجہ سے آتی ہے تو روغن کدو سر پر لگائیں اور ناک میں بھی چمکائیں اور دماغ کی تقویت کے لیے صبح مرہ بہ آملہ ایک عدد دھو کر چاندی کے ورق میں لپیٹ کر کھانا بھی مفید بتایا جاتا ہے۔ دھوپ میں زیادہ چلنے پھرنے اور آگ کے پاس بیٹھنے اور لکھنے پڑھنے کے کام سے پرہیز کریں۔ علاج: ٹھنڈی ترکاریاں مثلاً کدو، تری، پالک، ٹنڈا وغیرہ تنہا یا گوشت کے ساتھ پکا کر دیں۔

### سونگھنے کی طاقت جاتی رہنا

مریض اس مرض میں خوشبو اور بدبو میں تمیز نہیں کر سکتا۔ کبھی نزلہ، زکام میں عرصہ تک بتلارہنے سے غلیظ بلغم ناک کی انتہائی گہرائی یعنی قوت شامہ کے عصب کے قریب جمع ہو کر قوت شامہ کو زائل کر دیتا ہے اس مرض میں پہلے نزلہ اور زکام کا ہونا۔ سر کی گرانی اور بوجھ معلوم ہونا۔ بولنے میں گنگناہٹ کی آواز معلوم ہونا۔ کبھی ناک سے غلیظ رطوبت کا خارج ہونا۔ آنکھوں کے بیٹھوں پر پتھر پھڑاہٹ معلوم ہونا اور مریض کی کسی چیز کو سونگھ کر اس کی خوشبو اور بدبو معلوم نہ کر سکتا۔ علاج: ایک اینٹ سرخ کی ہوئی کو گرم کر کے اس پر سر کو ڈال کر اس کے بخارات کو سونگیں۔

### ناک سے بدبو آنا

اکثر نزلہ اور زکام کے علاج کی بے ترتیبی اس کے بگڑنے کا سبب بنتی ہے اور ناک بند ہو جاتی ہے۔ عورتیں

اور بچے اور سرد مزاج والے اشخاص بہ نسبت گرم مزاجوں کے اس بیماری میں زیادہ مبتلا ہوتے ہیں۔ پرانے نزلہ یا زکام کی وجہ سے غلیظ رطوبات ناک کے اندر اکٹھے ہو کر سبز جاتی ہیں اور جو چیز سو گھسی جاتی ہے اس کے ساتھ یہ بدبو مل کر اسے خراب کر دیتی ہے بعض مرتبہ ناک پر چوٹ لگنے یا زخم ہو جانے اور بعض دفعہ چمک اور خسرہ کی وجہ سے بھی یہ شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ مرض پرانا ہو جائے تو بعض دفعہ ناک میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔

علاج: ناک کو صاف رکھیں دن میں کئی بار ناک میں پانی ڈال کر ناک کو دھویا کریں اور روغن کدو یا روغن گل کے چند قطرے ناک میں چکا دیا کریں۔ یا آب برگ تلسی سبز میں نمک ملا کر چند قطرے ناک میں چکانے سے بھی مریض ٹھیک ہو جاتا ہے۔

### چھینکیں زیادہ آنا

اگرچہ کبھی کبھی چھینک آنا صحت کی علامت سمجھی جاتی ہے مگر یہ شکایت کبھی الرجی کی علامت بھی ہوتی ہے بعض دفعہ دھوپ میں چلنے یا گرد غبار یا تیز تمباکو یا مرچ وغیرہ کی دھانس ناک میں چلی جانے سے بار بار چھینکیں آتی ہیں اور بعض مرتبہ تیز قسم کی رطوبات کی وجہ سے اندرونی جھلی میں خراش پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے بے اختیار چھینکیں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔

علاج: جب چھینکیں بار بار آئیں اور ناک میں سوزش ہو اور تکلیف معلوم ہو تو ناک کو اچھی طرح سے صاف کر کے روغن گل کے چند قطرے ناک میں چمکائیں اور اگر دھوپ میں چلنے کی وجہ سے ہو تو آپ سرد سے غسل کریں۔

گرد غبار اور دھوپ میں چلنے پھرنے سے اور تیز چیزوں مثلاً مرچ، تمباکو وغیرہ کی دھانس سے بچنے کو نزلہ ہو تو سرد پانی سے غسل نہ کریں۔



# جسم کے عجائبات



انسانی جسم بظاہر ایک سادہ سی چیز ہے مگر اس کے اندر ایک کائنات چھپی ہوئی ہے۔ یوں تو پورا جسم ایک قدرتی نظام کا پابند ہے مگر ہر عضو کا ایک اپنا باقاعدہ واضح نظام بھی ہے۔ ہر نظام ایک نہایت ہی حیرت انگیز طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہے۔

”جسم کے عجائبات“ کے عنوان سے محمد علی سید صاحب کی تحقیقی کتاب سے انسانی جسم کے اعضاء کی کہانی ان کی اپنی زبانی قارئین کی دلچسپی کے لیے براہ شائع کی جا رہی ہے۔

محمد علی سید

میں آپ کے جسم میں موجود کھرب ہا کھرب خلیوں کی اس رفتار کا تعین کرتا ہوں جس رفتار سے وہ عندا سے حاصل ہونے والے ایندھن کو توانائی میں تبدیل کرتے ہیں۔ میرے احکامات کے مطابق وہ اس توانائی کو بھڑکتے شعلوں میں بھی تبدیل کر سکتے ہیں اور اسے اسٹور بھی کر سکتے ہیں۔

گزشتہ سے پیوستہ) کے دو تہائی کے برابر ہے۔ دوسرے غدود کی طرح میرا کام بھی کچھ مخصوص ہارمونز کو خون میں شامل کرنا ہے۔ میں ایک دن میں ہارمونز کی جو مقدار خون میں شامل کرتا ہوں وہ ایک اونس کے لاکھوں حصے کے برابر ہوتی ہے۔

میری یہ مختصر جسامت اور پیداوار کی یہ چھوٹی سی مقدار ممکن ہے آپ کے ذہن میں یہ تاثر پیدا کرے کہ میں کوئی معمولی قسم کا غدود ہوں لیکن حقیقت ناقابل یقین حد تک نہ صرف اس خیال کے

## پاور ہاؤس تھائی رائیڈ گلینڈ

تھائی رائیڈ کی کہانی، خود اس کی زبانی

میں آپ کے جسم کے انتہائی حساس علاقے میں رہتا ہوں۔ یعنی آپ کی سانس کی نالی کے دونوں جانب اور زرخے کی ہڈی کے نیچے۔ میری شکل اگرچہ کسی تتلی سے مشابہ ہے لیکن مجھ میں اتنے رنگ نہیں ہوتے۔ میرا رنگ گلابی ہے اور وزن ایک اونس

پچیدہ آلات اور عقل کو سشد کر دینے والی صلاحیتوں کو زندہ، فعال اور متحرک رکھنا ہے۔ سائنس دان اور ڈاکٹر مجھے تھائی رائیڈ گلینڈ کہتے ہیں، جسم انسانی کا سب سے بڑا توانائی گھر، سب سے بڑا پاور ہاؤس!

نوزائیدہ بچہ جب اس دنیا میں آتا ہے اس وقت اگر میں اسے اپنے ہارمون فراہم نہ کروں تو پھول جیسا خوبصورت اور بھولا بھالا بچہ چھٹی ناک اور مونے ہونٹوں والا کریہہ شکل پونا نظر آئے جس کے چہرے پر دلکشی کی بجائے دیوانگی کے آثار نمایاں ہوں۔ اس کے اسباب آپ بعد میں پڑھیں گے۔

میری سب سے اہم ذمہ داری یہ ہے کہ میں آپ کے زندگی گزارنے کی رفتار کا ٹھیک ٹھیک تعین کروں۔ آپ اپنی زندگی کے شب و روز تیزی سے گزرائیں گے، ست رفتاری سے یا اعتدال کے اندر، اس کا تمام تر ادوار مجھ پر ہے۔ اس بات کو ایک مثال سے سمجھا جا سکتا ہے۔

مٹی کے تیل سے جلنے والی لائٹین کی تھی اگر ایک مناسب حد تک رکھی جائے تو یہ لائٹین زیادہ دھواں پھیلائے بغیر بہت دیر تک روشن رہے گی لیکن اگر اس کی تھی کو غیر ضروری طور پر اونچا کر دیا جائے تو دھواں زیادہ پیدا ہو گا اور گرمی بھی۔ اس طرح بہت جلد اس کی تھی دھوئیں سے سیاہ ہو جائے گی اور گرمی سے بچ بھی جائے گی۔ یہی نہیں تیل بھی تیزی سے جل کر ختم ہو جائے گا اور لائٹین بہت جلد بجھ جائے گی۔

میں آپ کے جسم کے ایندھن کو اس طرح استعمال کرانے کا ذمہ دار ہوں کہ آپ کی شمع حیات تا دیر روشن رہے اور بہت سی شمعوں، بہت سے

برعکس بلکہ عقل کو حیران کر دینے والی ہے۔ درحقیقت میں آپ کے لیے احسن الخالقین کا ایک عظیم تحفہ اور اس کی تخلیق کا ایک حیران کن معجزہ ہوں۔

میں آپ کے جسم کی مملکت خدا داد میں وہی کام سرانجام دیتا ہوں جو کام کسی ترقی یافتہ ملک سے انٹی توانائی سے چلنے والے کئی ایگز رتیبہ پر پھیلے ہوئے ویو پیکر بجلی گھر سرانجام دیتے ہیں۔ ان انٹی بجلی گھروں میں لاتعداد مشینیں، بے شمار اسٹاف اور جدید ترین کمپیوٹرز کام کرتے ہیں اور یہ صرف چند کروڑ انسانوں کو بجلی کی سہولت فراہم کرتے ہیں۔ اس کے برعکس میں انتہائی مختصر سی جگہ میں کام کرتا ہوں اور ایک دن میں ایک اونس کے لاکھوں حصے کے برابر کیکیلز کی مدد سے اپنے سو ٹریلیون

1000000000000000000000000000000

”صارفین“ کی توانائی کی ضروریات پوری کرتا ہوں۔ میرے صارفین کی تعداد پوری دنیا کی موجودہ آبادی سے بیس ہزار گنا زیادہ ہے۔

یہ توانائی میں اپنے ہر صارف کے پاس موجود ایک ہزار نختے سے توانائی گھروں (Mitochondria) ہی کے ذریعے اسے فراہم کرتا ہوں۔ میرے صارفین آپ کے جسم کے چیلے ہیں جن کی تعداد سو ٹریلیون ہے اور ہر چیلے میں اس کے اپنے کم از کم ایک ہزار توانائی گھر ہیں۔ میری ذمہ داری ان کھرب ہا کھرب توانائی گھروں کو مناسب رفتار سے چلانا، ان کی پیداواری صلاحیتوں کو اعتدال میں رکھنا اور ان کی پیدا کردہ توانائی کے ذریعے آپ کے جسم میں موجود حساس تنصیبات،



روز گھنٹا کم ہوتا رہے۔ حتیٰ کہ وہ سوکھ کر ہڈیوں کا ڈھانچا بن جائے۔

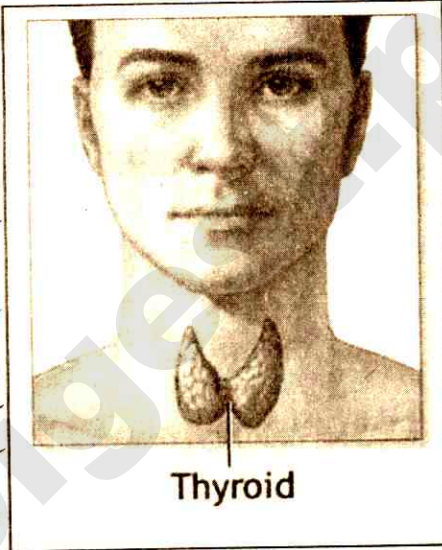
اس کی وجہ یہ ہے کہ ہارمون کی زیادہ مقدار کی وجہ سے جسم کے غلیے غذا کو تیز رفتاری کے ساتھ توانائی میں تبدیل کرتے ہیں۔ ایسی توانائی جو جسم کی ضرورت سے زیادہ، غیر ضروری اور شدید نقصان دہ ہوتی ہے جس طرح تیزی سے جلتی ہوئی لالٹین کی گرمی اور دھواں اس کی چمپی کو سیاہ کر دیتے ہیں اور

بالآخر چمپی ٹوٹ جاتی ہے اسی طرح غیر ضروری توانائی انسان کی شمع حیات کو ایک دن اچانک ہی گل کر دیتی ہے۔

ایسے میں مریض کی آنکھیں حلقوں سے اہل پڑتی ہیں اس طرح کہ مریض انہیں بند کرنے پر قادر نہیں رہتا۔ اعصابی تناؤ اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ

نفسیاتی اسپتال ہی اس کی منزل رہ جاتی ہے۔ یہ کیفیت زیادہ دنوں پر قرار رہے تو اضافی توانائی کے سبب دل پر کام کا اتنا بوجھ بڑھ جاتا ہے کہ یہ پمپنگ مشین ایک دن اچانک ہی بند ہو جاتی ہے۔

(حسباری ہے)



Thyroid

چراغوں کو روشن کر سکے۔ اس طرح کہ نہ دھواں پھیلے نہ وقت سے پہلے چمپی ٹوٹے۔

میں آپ کے جسم میں موجود کھرب ہا کھرب خلیوں کی اس رفتار کا تعین کرتا ہوں جس رفتار سے وہ غذا سے حاصل ہونے والے ایندھن کو توانائی میں تبدیل کرتے ہیں۔ میرے حکم کے مطابق وہ اس ایندھن کو بھڑکتے ہوئے ”شعلوں“ میں بھی تبدیل کر سکتے ہیں اور اسے آئسٹور بھی کر سکتے ہیں۔

تمام خلیوں تک اذکامات پہنچانے کے لیے میں جو ہارمون خون میں شامل کرتا ہوں ان میں ذرا سی کمی بیشی حیرت ناک تبدیلیوں کا باعث بنتی ہے۔ اگر میں ہارمون کی مقدار میں کمی کر دوں تو انسان پرستی، کاٹلی اور موٹاپا چھا جائے اور انتہائی شکل میں اس کا جسم کسی باہی سبزی کی

مانند ڈھیلا بھلجا اور بے جان سا ہو کر رہ جائے۔

اس کے برعکس اگر میں اس ہارمون کی زیادہ مقدار خون میں شامل کرنا شروع کر دوں تو انسان چوپایوں کی مانند ہر وقت کھاتے رہنے کے باوجود اپنی بھوک کو کبھی نہ مٹا سکے۔ ہر وقت اس کا پیٹ خالی رہے اور اتنا کھانا کھانے کے باوجود اس کا وزن روز بہ

امریکن مارکیٹ میں

اپنے کاروبار کے فروغ کیلئے

ایک بہترین ذریعہ

ہفت روزہ

نیوز پاکستان

امریکہ کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا اردو اخبار

Weekly

NEWS PAKISTAN

Contact:

Ph: 718-558-6080 Fax: 718-558-6079

Email: newspakistan@aol.com

248-04 Hookcreek Blvd, Rosedale, New York-11422 USA

نیوز پاکستان ڈائجسٹ



[www.pdfbooksfree.pk](http://www.pdfbooksfree.pk)

# روحانی سوال و جواب

ان صفحات پر روحانی سائنس سے متعلق آپ کے سوالوں کے جوابات محقق نظریہ رنگ و نور اشخ خواجہ شمس الدین عظیمی پیش کرتے ہیں۔ اپنے سوالات ایک سطر چھوڑ کر صفحے کے ایک جانب خوشخط تحریر کر کے درج ذیل پتے پر ارسال فرمائیں۔ برائے مہربانی جوابی لفافہ ارسال نہ کریں کیونکہ روحانی سوالات کے براہ راست جوابات نہیں دیے جاتے۔ سوال کے ساتھ اپنا نام اور مکمل پتہ ضرور تحریر کریں۔

روحانی سوال و جواب -1-D, 1/7، ناظم آباد۔ کراچی 74600

سوال: اورا Aura سے کیا مراد ہے اور یہ کیا کیا کام کرتا ہے....؟

جواب: انسانی جسم دو ہیں۔ یہ بات کئی مثالیں دے کر پہلے کئی بار بیان کی جا چکی ہے۔ انسان کا ایک جسم ایسا ہے جس میں جگہ جگہ خراشیں پڑی ہوئی ہیں، جس کے ہر جوڑ پر بیٹیاں بندھی ہوئی ہیں۔ اس جسم کی طرح انسان کے اوپر ایک اور جسم ہے جو گوشت پوست کے جسم سے تقریباً 9 اسی اوپر بہ وقت موجود رہتا ہے۔ موجودہ سائنس نے اس جسم کی تلاش میں کافی جدوجہد کی ہے۔ اس جسم کے مختلف نام پڑھے لکھے لوگوں کے سامنے آچکے ہیں، بے شمار ناموں میں دو نام بہت زیادہ معروف ہیں۔ ایک جسم مثالی اور دوسرا نام Aura - Aura کے اندر صحت مندی موجود ہے تو گوشت پوست کا جسم بھی صحت مند ہے۔ یوں کہیے کہ جس طرح گوشت پوست کے جسم کے اوپر اللہ تعالیٰ نے دو لینز فٹ کر دیئے ہیں جن کے ذریعے مادی دنیا میں موجود تمام چیزوں کا عکس دماغ کی سکریں پر منتقل ہو کر ڈیپلے ہوتا ہے اسی طرح جسم مثالی کے اندر جو کچھ موجود ہے اس کا پورا پورا اثر گوشت پوست کے جسم پر مرتب ہوتا ہے۔ روشنیوں کا بنا ہوا یہ جسم صرف انسان کے لئے مخصوص نہیں ہے۔ زمین کے اوپر جتنی مخلوق موجود ہے، روشنیوں کے جسم سے Feed ہوتی ہے۔ اس بات کو ذرا تفصیل سے اگر بیان کیا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ انسانی زندگی کے اندر جتنے تقاضے موجود ہیں وہ تقاضے گوشت پوست جسم مثالی سے منتقل ہو کر گوشت پوست کے جسم کے اوپر ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر کوئی آدمی اس بات کی خواہش کرتا ہے کہ اس کو روئی کھانی ہے تو بظاہر ہمیں یہ بات نظر آتی ہے کہ گوشت پوست کا بنا ہوا جسم روئی کھا رہا ہے۔ جب تک جسم مثالی کے اندر بھوک کا تقاضا پیدا نہیں ہو گا اور جسم مثالی یا Aura گوشت

پوست کے جسم کو بھوک یا پیاس کا عکس منتقل نہیں کرے گا آدمی کھانا نہیں کھا سکتا۔ جسم مثالی کے بہت سے پرت ہوتے ہیں ہم خواب کی حالت میں دنیا بھر کی سیر کرتے ہیں، خواب میں تمام وہی اعمال و حرکات ہم سے سرزد ہوتی ہیں جو ہم گوشت پوست کے جسم کے ساتھ کرتے ہیں۔ دراصل جسم مثالی کی وہ حرکات ہیں جو وہ گوشت پوست کے جسم کو میڈیم بنائے بغیر کرتا ہے۔ خواب کوئی خیالی بات نہیں ہے۔ اسی طرح حقیقت ہے جس طرح ہم مفروضہ حواس میں رہتے۔

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہوا کہ انسان دراصل صرف گوشت پوست کا بنا ہوا نہیں ہے، اس کے اجزائے ترکیبی میں جہاں مٹی کے ذرات کام کر رہے ہیں وہاں مٹی کے ذرات کے ساتھ ساتھ روشنی کا ایک ہالہ مستقل اور مسلسل اس کو قائم رکھے ہوئے ہے۔ روشنی کا ہالہ اگر مٹی کے ذرات سے اپنا رشتہ منقطع کر لے تو یہ ذرات فنا ہو جاتے ہیں۔



سوال: نظریہ رنگ و نور کی تھیوری یہ ہے کہ زندگی کی بنیاد روشنیوں پر قائم ہے۔ مادی جسم ان روشنیوں کے تنزل سے وجود میں آتا ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے لفظ ”نمہ“ استعمال کیا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ نظریہ رنگ و نور کی روشنی میں نمہ کی ماہیت اور اس کے اعمال پر تفصیل سے روشنی ڈالیے۔

(ڈاکٹر اور ایس شاہ۔ کراچی)

جواب: کائنات کی ساخت میں بساط اول وہ روشنی ہے جس کو قرآن میں (پانی) کے نام سے یاد کیا ہے۔ موجودہ دور کی سائنس میں اس کو گیوسوں کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نمہ کا انہی صد ہا گیوسوں کے اجتماع سے اولاً جو مرکب بنا ہے۔ اس کو پارہ یا پارہ کی مختلف شکلیں بطور مظہر پیش کرتی ہیں۔ ان ہی مرکبات کی بہت سی ترکیبوں سے مادی اجسام کی ساخت عمل میں آتی ہیں اور ان ہی اجسام کو موالیڈ مثلاً ذہ یعنی حیوانات، نباتات اور ہمدات کہتے ہیں۔

تصوف کی زبان میں، ان گیوسوں میں سے ہر گیوس کی ابتدائی شکل کا نام نمہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں نمہ حرکت کی ان بنیادی شعاعوں کے مجموعے کا نام ہے جو وجود کی ابتدا کرتی ہیں۔

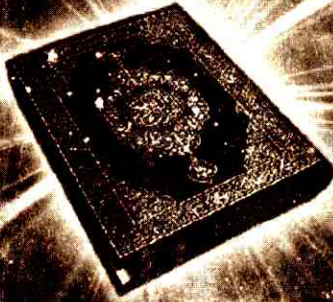
حرکت۔ اس جگہ ان لکیروں کو کہا گیا ہے۔ جو خلا میں اس طرح پھیلی ہوئی ہیں کہ وہ نہ تو ایک دوسرے سے فاصلہ پر ہیں اور نہ ایک دوسرے میں پیوست ہیں۔ یہی لکیروں مادی جسم میں آپ کا واسطہ ہیں۔ ان لکیروں کو صرف روح کی آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ کوئی بھی مادی خوردبین اس کو کسی شکل و صورت میں نہیں دیکھ سکتی۔ البتہ لکیروں کے اثرات کو مادیات یا مظہر کی صورت میں پاسکتی ہے۔

تخلیقی قانون کی رو سے دراصل یہ لکیروں یا بے رنگ شعاعیں چھوٹی بڑی حرکات ہیں۔ اتنی ہی اور اس ہی طرز کی ٹھوس حیات ترتیب پاتی جائیں گی، ان ہی کی اجتماعیت سے رنگ اور کشش کی طرزیں قیام پاتی ہیں اور ان ہی لکیروں کی حرکات اور گردشیں وقفہ پیدا کرتی ہیں ایک طرف ان لکیروں کی اجتماعیت، مکانیت بناتی ہے اور دوسری طرف ان لکیروں کی گردش، زمانیت کو تخلیق کرتی ہے۔ تخلیقی قانون میں نمہ کی وہ شہادت جس کو مادی آنکھ نہیں دیکھ سکتی تھمتل کہلاتی ہے اور نمہ کی وہ شکل و صورت جس کو مادی آنکھ دیکھ سکتی ہے تشخص یا جسم کہلاتی ہے۔ جسم کی طرح تھمتل میں

بھی ابعاد (Dimensions) ہوتے ہیں اور روحانی آنکھ ان

بقیہ صفحہ 99 پر ملاحظہ کیجیے

# قرآنی انسائیکلو پیڈیا



متر آن پاک ر شد و ہدایت کا ایسا سرچشمہ ہے جو اب تک ہر دور اور ہر زمانے میں انسان کی رہنمائی کرتا رہے گا۔ یہ ایک مکمل دستور حیات اور ضابطہ زندگی ہے۔ متر آنی تعلیمات انسان کی انفرادی زندگی کو بھی صراطِ مستقیم دکھاتی ہیں اور معاشرے کو اجتماعی زندگی کے لیے رہنما اصول سے بھی واقف کراتی ہیں۔

## بِال

عربی زبان میں لفظ بال دراصل بول سے مشتق ہے جس کے معنی کسی فرد کے حال یا حالت اور condition کے ہیں، عموماً وہ حالت جس کی طرف کچھ فکر مندی یا پرواہ کی جائے

”الْبِال“ کہلاتی ہے، اردو زبان میں لفظ فارغ البالی اور لا ابالی پن کا ماخذ یہی لفظ ہے،

اس کے علاوہ انسان کے دل و دماغ اور ان میں گزرنے والے خیالات کو بھی بال کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ عربی میں محاورہ ہے کہ خطر کذا بیبالی ”میرے دل میں یہ بات کھٹکتی ہے۔“

قرآن مجید میں یہ لفظ بال اور بالہم کی صورت میں کل 4 مرتبہ آیا ہے۔

ترجمہ: ”جن لوگوں نے کفر کیا اور (اوروں کو) خدا کے راستے سے روکا خدا نے انکے اعمال برباد کر دیئے، اور جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور جو (کتاب) محمد ﷺ پر نازل ہوئی اسے مانتے رہے اور وہ ان کے پروردگار کی طرف سے برحق ہے ان سے انکے گناہ دور کر دیئے اور انکی حالت (بِالْهَمِّ) سنواری....“ [سورہ محمد (48): آیت 1-3]

ترجمہ: ”جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے ان کے عملوں کو ہرگز ضائع نہ کرے گا، (بلکہ) انکو سیدھے

راتے پر چلائے گا اور ان کی حالت (بِالْهَمِّ) درست کرے گا۔ [سورۃ محمد (48): آیت 4-5]  
 تفسیر المسیر میں ان آیت کی تشریح میں بِالْهَمِّ کے معنی امر ہم شانہم حالہم بیان کیے ہیں، یعنی اللہ  
 ان کے امر ان کی شان اور ان کے حال کی دین و دنیا میں بہتری فرمائے گا۔ یعنی انہیں گناہوں سے بچا کر رشد و  
 خیر کی راہ پر لگا دے گا.... ایک مومن کے لیے اصلاح حال کی یہی سب سے بہتر صورت ہے۔  
 یہ لفظ ان آیات میں بھی آیا ہے۔

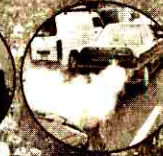
ترجمہ: ”(یہ تعبیر سن کر) بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسف کو میرے پاس لے آؤ۔ جب قاصد  
 اٹکے پاس گیا۔ تو انہوں نے کہا کہ اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ ان عورتوں کا  
 کیا حال (بِئَال) ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ بیشک میرا پروردگار ان کے مکروں سے  
 خوب واقف ہے۔“ [سورۃ ابراہیم (14): آیت 28]

ترجمہ: ”(غرض موسیٰ اور ہارون فرعون کے پاس گئے) اس نے کہا موسیٰ تمہارا پروردگار کون  
 ہے....؟ کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی پھر راہ دکھائی،  
 اس نے کہا اچھا یہ تو بتاؤ کدشتہ اقوام کا حال (بِئَال) کیا ہونا ہے....؟ کہا کہ انکا علم میرے  
 پروردگار کو ہے (جو) کتاب میں (لکھا ہوا ہے) میرا پروردگار نہ چوکتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔  
 [سورۃ طہ (20): آیت 49-52]



## ایک درخت، ایک سال

- .... گاڑی کے 26 ہزار کلو میٹر فاصلہ طے کرنے سے خارج ہونے والی 48 پونڈ کاربن ڈائی آکسائیڈ کو جذب کرتا ہے۔
- .... ٹیکسریوں سے نکلنے والی 60 پونڈ آلودگی کو فلٹر کرتا ہے۔
- .... طوفانی برسات میں جمع ہونے والے 750 گیلن پانی کو جذب کرتا ہے۔
- .... ماحول میں 10 اینٹی کنڈیشنرز کے مساوی ٹھنڈک پہنچاتا ہے۔
- .... 6 ہزار پونڈ آکسیجن پیدا کرتا ہے۔ جس سے ہر سال 18 افراد سانس لیتے ہیں۔
- .... تو پھر درخت لگیئے، اپنی دھرتی ماں کو سکون پہنچائیئے۔



# سلسلہ عظیمہ

کی

تعلیمات

پیسوال حصہ

مادی عالم میں اور روحانی عالم میں کامیابی کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا باطن قرآن کے نور سے منور ہو اور ہمارا ظاہر تزکیہ نفس کے مراحل سے گزر کر صاف ستھرا ہو رہا ہو۔ اس کے لئے ہمیں اپنی فکر میں تبدیلی کے ساتھ ساتھ کچھ اعلیٰ اوصاف اپنے اندر پیدا کرنے کی یا ان اوصاف کو develop کرنے کی ضرورت ہے۔

ان اوصاف میں ایک اہم وصف با مقصد گفتگو بھی ہے۔

ہم سب دن بھر میں جو گفتگو کرتے ہیں وہ کتنی productive ہوتی ہے....؟ مثلاً ہم کہتے ہیں کہ ہم گپ شپ کر رہے ہیں، ناٹم پاس کر رہے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس طرح ہم کتنا ناٹم اور کس قدر ازبجی ضائع کر رہے ہیں۔ ہمیں یہ ضرور دیکھنا چاہئے کہ ہماری دن بھر کی باتوں میں بے مقصد اور بے مصرف باتیں کتنی ہیں۔ ان باتوں کو بھی اگر آپ productive گفتگو میں convert کر دیں تو آپ کو پتہ چلے گا کہ آپ کم وقت میں بہت سارا کام کر سکتے ہیں۔

یہ باتیں روحانیت کے طالب علموں سے ہو رہی

ہیں یہ کوئی ڈگری کالج، اکنامکس، سائنیکلوجی یا سٹیجمنٹ والوں سے نہیں ہو رہی ہیں ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ کہیں کہ ان باتوں کا روحانیت سے کیا تعلق ہے....؟ دیکھیے روحانی علوم کے طالب علموں کو تو وقت کی زیادہ قدر کرنی چاہیے۔ کئی اولیاء اللہ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ ان ہستیوں نے وقت کو صحیح طریقہ سے استعمال کیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ہندوستان تشریف لائے تو تھوڑے عرصے میں ہی اس علاقے کی کایاپلٹ کر رکھ دی۔ چند سالوں میں انہوں نے ایسے موثر انداز میں تبلیغ کی کہ 3 لاکھ سے

سلسلہ عظیمہ کے اراکین کو روحانی علوم کی مبادیات سے آگہی فراہم کرنے کے لیے، قرآن پاک کی آیات میں غور و فکر کی ترغیب دینے اور معلم و محرتی اعظم حضرت محمد ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں اپنی شخصیت کی تعمیر کی طرف متوجہ کرنے کے لیے مرکزی مراقبہ ہال کراچی میں قلندر شعور اکیڈمی کے زیر اہتمام ستمبر 2010ء سے ہر ماہ ایک خصوصی نشست منعقد ہو رہی ہے۔ اس نشست میں ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی آن لائن لیکچر دیتے ہیں۔ اس آن لائن کی تخصیص روحانی ڈائجسٹ کے علم دوست قارئین کے لیے بھی قسط وار پیش کی جا رہی ہے۔

زیادہ خواتین و حضرات مسلمان ہوئے۔

ہمارے اندر موجود ہے صرف اس کو صحیح وقت پر استعمال کرنے کی ضرورت ہے۔

بابا فرید ہم میں سے کئی لوگ ان کے مزار پر گئے بھی ہوں گے۔ انہوں نے اپنی عمر میں کتنی بڑی تعداد کو دین اسلام میں داخل کر لیا۔ اس لئے کہ یہ بزرگ وقت کا صحیح استعمال جانتے تھے۔

ایک اور چیز جو بہت زیادہ ضروری ہے... وہ زندگی کے معاملات میں معافی تلافی کا رویہ رکھنا ہے۔ جسے عام طور سے عفو و درگزر کہا جاتا ہے۔ قدرت رکھتے ہوئے معاف کر دینا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔ تاریخ میں فتح مکہ سے زیادہ بڑی دشمنوں کو معاف کر دینے کے حوالے سے کوئی مثال نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے ہمیشہ معافی اور درگزر کو پسند فرمایا ہے۔

امام غزالی بہت بڑی علمی ہستی ہیں ان کو روحانی ہستی بھی مانا جاتا ہے۔ 53 سال کی عمر میں وہ اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ بعض اساتذہ کے مطابق ان کی تو کتابیں پڑھنے اور سمجھنے کے لیے بھی 53 سال سے زیادہ کی عمر چاہیے۔

انہوں نے 20 سال کی عمر کے بعد ہی لکھنا شروع کیا ہو گا۔

شب قدر میں جو کہ انتہائی بابرکت رات ہے ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اس رات میں کیا دعا مانگی جائے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ دعا مانگی جائے۔

یہ سب وہ لوگ ہیں جنہوں نے وقت کا صحیح استعمال کیا۔

وقت کا صحیح استعمال بھی روحانی موضوع ہی ہے۔

جذبات پر کنٹرول:

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفْوٌ كَرِيمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ  
فَاعْفُ عَنَّا [سنن ابن ماجہ؛ صحیح البانی]  
اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، معافی کو پسند کرنے والا ہے۔ تو مجھے معاف کر دے۔

Emotion پر کنٹرول ایک بڑی اہم چیز ہے۔ ناموافق حالات میں اپنے جذبات پر، اپنے رد عمل پر کنٹرول بہت ضروری ہے۔

جو لوگ دوسروں سے درگزر کرتے ہیں، معاف کرتے ہیں وہ اللہ کے پسندیدہ لوگ ہیں۔ اللہ کا نظام ان کی حفاظت کرتا ہے وہ protection میں رہتے ہیں۔ انہیں برکت ملتی ہے۔

یہاں ایک بات یہ سمجھنے کی ہے کہ ہم ڈانٹ ڈپٹ کن لوگوں پر کرتے ہیں...؟ ہم زیادہ تر غصہ ان لوگوں پر کرتے ہیں جن پر ہمارا بس چلتا ہے، کسی مضبوط آدمی سے ٹکراؤ ہو تو ہم خود کو کنٹرول کرتے ہیں ہمیں اپنے ماتحت کی بات بری لگ جائے تو ہم اسے ڈانٹتے ڈپٹتے لگتے ہیں لیکن ہمارا Boss کوئی غلط بات بھی کہے تو ہم کہتے ہیں سر... سر...

ایک روحانی بندے کے اندر عفو و درگزر کا مادہ بھی ہونا چاہیے اور اگر نہیں ہے تو اسے پر وان چڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ برداشت کرنے کا مادہ

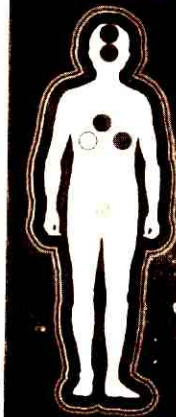




# شرح لوح و قلم

اہل حق قلب و رطلہ اولیہ

شرح : خواجہ شمس الدین عظیمی



کے نتیجے میں نقطہ الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے۔ ادراک  
سیاہ نقطے کی صفات ہیں۔ سیاہ نقطے کی صفات اطلاعات  
ہیں۔

ہمارے شعور میں یہ بات محفوظ ہے کہ ہیر و شیمیا  
اور ناگاساکی پر بم گرایا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ پہاڑ  
اپنی جگہ موجود ہے لیکن دھوئیں کی طرح ہے۔ جب  
پہاڑ کو ہاتھ لگا کر دیکھا تو وہاں پہاڑ نہیں محض دھند  
تھی۔ ان مدتوں پرانی پہاڑیوں پر جب بم گرایا گیا تو  
پہاڑیاں ایک سینکڑن میں اس طرح فنا ہو گئیں جیسے ان  
کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ پہاڑیوں کی جگہ دھوئیں کا نشان

لسیچر 39

ادراک کیا ہے...؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وہ ذات جس نے تمہیں نفس واحدہ سے  
پیدا کیا۔

کائنات ایک نقطہ میں ریکارڈ ہے۔ اس نقطہ کو  
کائنات کی مائیکرو فلم کہا جائے تو بات آسانی سے سمجھ  
میں آجاتی ہے۔ نقطے کا ایک جگہ سے دوسری جگہ ہونا  
ادراک کا سرچشمہ ہے۔ ادراک اطلاع ہے۔ اطلاع  
ہی میں گہرائی پنہائی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اس گہرائی

کتاب لوح و قلم روحانی سائنس پر وہ منفرد کتاب ہے جس کے اندر کائناتی نظام اور تخلیق کے فارمولے بیان کیے  
گئے ہیں۔ ان فارمولوں کو سمجھانے کے لیے سلسلہ عظیمیہ کے سربراہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے روحانی طلباء  
اور طالبات کے لیے باقاعدہ لیکچرز کا سلسلہ شروع کیا جو تقریباً ساڑھے تین سال تک متواتر جاری رہا۔ یہ لیکچرز بعد  
میں کتابی صورت میں شائع کیے گئے۔ ان لیکچرز کو روحانی ڈائجسٹ کے صفحات پر پیش کیا جا رہا ہے تاکہ روحانی علوم  
سے دلچسپی رکھنے والے تمام قارئین حضرات و خواتین ان کے ذریعے آگاہی حاصل کر سکیں۔

باقی رہ گیا جو آہستہ آہستہ اڑ گیا۔

شب قدر میں جو ادراک متحرک ہو سکتا ہے۔ اس ادراک کی رفتار عام شعور سے ساٹھ ہزار گنا زیادہ ہوتی ہے۔ اگر کوئی انسان عام شعور میں اس ادراک کو متحرک کر لیتا ہے جو ادراک ساٹھ ہزار گنا ہے تو وہ کائنات کا روح اور فرشتوں کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔ اور کونئی نظام کے فارمولوں سے واقف ہو جاتا ہے۔

انسان کے اندر ایک عام شعور کام کرتا ہے اور عام شعور کے برعکس اس کے اندر ایک ایسا شعور کام کرتا ہے جو ادراک یا عام شعور سے ساٹھ ہزار گنا ہے۔

تصوف میں اس ادراک کو ”فتح“ کہتے ہیں۔ سالک کو فتح میں داخل ہونے کے لیے کئی منازل سے گزرنا ہوتا ہے۔ سالک سلوک کے راستے پر سفر کرتا ہے تو عام شعور سے سفر کرتا ہے۔ عام شعور میں رہتے ہوئے طرح طرح کی مشقیں کرتا ہے۔

ان مشقوں سے شعور کی رفتار بتدریج زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ یہ رفتار بہتر ہوتے ہوتے فتح تک پہنچ جاتی ہے۔

پہلے مقام پر جب سلوک کی راہوں پر سفر کرتے ہوئے مزاحمت ٹوٹی ہے تو سالک کے اوپر غنودگی ہو جاتی ہے۔ غنودگی سے مراد یہ ہے کہ سالک آنکھیں بند کر کے بیٹھتا ہے تو اس کے اوپر سونے جاگنے کے درمیانی عمل کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اطلاع جو آنکھوں کے سامنے نہیں ہے دماغ پر وارد ہوتی ہے۔ سالک اسی اطلاع کو کسی حد تک قبول کرتا ہے۔ غنودگی کی کیفیت سے نکلنے کے بعد شعور کی مزاحمت کھٹی ہے تو ”ورود“ میں داخل ہو جاتا ہے۔

(حباری ہے)



براہ راست طرز کلام یا روحانی تفکر سے اس بات کو اس طرح سمجھا جائے کہ ایک سینڈ کی فنا نے لاکھوں سال کی بقا کو اپنے اندر جذب کر لیا۔ جو چیز لاکھوں سال میں بنی تھی وہ ایک سینڈ میں فنا ہو گئی اور ایک سینڈ کی فنا نے لاکھوں سال کی زندگی کو نابود کر دیا تو مفہوم یہ ہے کہ ایک سینڈ نے لاکھوں سالوں کا احاطہ کر لیا۔

جب ہم ہیروشیما اور ناگاساکی کی پہاڑیوں کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہیروشیما کی پہاڑیوں کو لاکھوں سالوں کا روپ دے کر بیان کرتے ہیں جس طرح ایک سینڈ کی فنا نے لاکھوں سال کی زندگی کا احاطہ کر لیا اسی طرح سیاہ نقطہ کا ایک سینڈ کا لاکھوں حصہ ازل سے ابد تک محیط ہے۔ ہم ازل تا ابد سیاہ نقطے کا کارگزاری کو اس لیے نہیں سمجھ سکتے کہ ہم جس ادراک کو استعمال کرنے کے عادی ہیں وہ سینڈ کے لاکھوں حصے مشاہدہ کر سکتا ہے شعوری دائرے سے باہر ہے۔

سینڈ کے لاکھوں حصے کا مشاہدہ کرنے کا قانون۔ سورہ قدر میں بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ہم نے یہ اتارا شب قدر میں اور تو کیا بوجھا کیا ہے شب قدر....؟

اللہ تعالیٰ حضور ﷺ سے ارشاد فرماتے ہیں۔ آپ کیا سمجھے، شب قدر کیا ہے....؟ شب قدر کی ایک رات بہتر ہے ہزار مہینے سے اور اس رات کی خصوصیت یہ ہے کہ فرشتے اور جبرائیل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے۔ امان اور سلامتی کی رات ہے صبح نکلنے تک۔

# کیفیات مراقبہ

ترقی یافتہ ممالک میں مراقبہ کے موضوع پر سائنسی بنیادوں پر تحقیقی کام شب و روز جاری ہے۔ جدید سائنسی آلات سے اخذ کیے جانے والے نتائج سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مراقبہ سے انسان کو ہمہ جہت فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ان تحقیقی نتائج کے پیش نظر مغرب میں تو مراقبہ کو ایک ٹیکنالوجی کی حیثیت دے دی گئی ہے۔ ان تحقیقات سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ مراقبہ سے ہماری عام زندگی پر بھی کئی طرح کے خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ مراقبہ کے ذریعے کئی جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں سے نجات مل سکتی ہے، کارکردگی اور یادداشت میں اضافہ ہوتا ہے اور ذہنی صلاحیتوں کو جلا ملتی ہے۔

ماضی میں مشرق کے اہل روحانیت نے ماورائی علوم کے حصول میں مراقبہ کے ذریعے کامیابیاں حاصل کیں۔

ان صفحات پر ہم مراقبہ کے ذریعہ حاصل ہونے والے مفید اثرات مثلاً ذہنی سکون، پرسکون نیند، بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت میں اضافہ وغیرہ کے ساتھ روحانی تربیت کے حوالے سے مراقبہ کے فوائد بھی قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ اگر آپ نے مراقبہ کے ذریعے اپنی شخصیت اور ذہنی کیفیت میں مثبت تبدیلی محسوس کی ہے تو صفحات کے ایک طرف تحریر کر کے روحانی ڈائجسٹ کے ایڈیٹرس پر اپنے نام اور مکمل پتے کے ساتھ ارسال کر دیجیے۔ آپ کی ارسال کردہ کیفیات اس کالم میں شائع ہو سکتی ہیں۔

کیفیات مراقبہ۔

روحانی ڈائجسٹ 1/7، D-1 ناظم آباد۔ کراچی 74600



سے کچھ فری تھی۔ اس آرٹیکل کا ذکر میں نے ماموں سے کیا تو ماموں نے یکسوئی پر اعتماد اور کامیاب زندگی گزارنے پر دو کتابیں لادیں۔ میں نے ان کتابوں کا مطالعہ کیا۔

ایک کتاب میں تحریر تھا کہ جو لوگ اپنے کیریئر اور زندگی میں کامیاب ہیں ذاتی قدر و قیمت اور ذاتی قبولیت کے پختہ احساسات رکھتے ہیں۔ وہ جیسے بھی ہیں اس پر قانع ہیں۔ انہوں نے یکسوئی اور خود اعتمادی کا ایک صحت مند احساس حاصل کر لیا ہے۔ ایک ایسا احساس جس سے مسائل کا سامنا کیا جاسکتا ہے۔ چیلنجوں پر قابو پایا جاسکتا ہے اور رکاوٹوں اور بندشوں پر غالب آیا جاسکتا ہے۔

اب سوال یہ تھا کہ یکسوئی اور خود اعتمادی کس طرح حاصل جائے....؟  
کئی کتابوں کے مطالعے سے پتا چلا کہ یکسوئی کے لیے ذہنی ارتکاز ضروری ہے۔

ذہنی یکسوئی حاصل کرنے کی کئی مشقیں بھی ان کتابوں میں دی گئی تھیں مگر مجھے مراقبہ سے دلچسپی شاید اس لیے ہوئی کیونکہ یہ اکیلے بیٹھ کر کرنے کی مشق تھی۔ میں نے ماموں سے مراقبہ کے بارے میں کتابیں منگوائیں۔ ان کتابوں کا اچھی طرح مطالعہ کیا اور ایک روز مراقبہ کرنے کا ارادہ کیا۔

عشاء کی نماز ادا کی اور اپنے رب کے حضور اپنے مسائل کے حل کی دعا کی اور تقریباً رات کے دس بجے مراقبہ کا آغاز کر دیا۔

تہائی میں بیٹھنے کی عادی تو پہلے سے تھی مگر مراقبہ میں کوئی کیفیت پیدا نہیں ہو رہی تھی، میں

آج کا نوجوان جس قسم کی آئیڈیل زندگی گزارنا چاہتا ہے وہ سب مجھے میسر تھا۔ میرے پاس ہر چیز اور ہر نعمت تھی۔ میں شکل صورت میں، ذہانت میں، پڑھائی میں ہر چیز میں ٹھیک تھی لیکن ان سب کے باوجود سکون کی دولت سے محروم تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی مجھ میں اعتماد کی کمی تھی۔ کوئی ذرا سی سخت بات کر دے تو میں رونے لگتی تھی۔ جب تک کسی سے فریگ نہ ہو جاؤں، اس وقت تک اعتماد سے بات نہیں کر سکتی تھی اور اگر منہ سے کوئی غلط بات نکل جائے تو بہت دن تک شرمندہ رہا کرتی۔  
کوئی مزاج کے خلاف بات کر دیتا تو کئی کئی روز کڑھتی رہتی۔

جب میری شادی کی بات چلی تو والدہ کو فکر ہوئی کہ ایسی حالت میں سسرال والوں کا سامنا کس طرح کر سکوں گی۔ والد بھی فکر مند تھے، مہمان جب مجھے دیکھنے آتے تو دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی جسم پسینے سے شرابور ہو جاتا، بس ایک خواہش ہوتی کہ لوگوں کی نظروں سے محفوظ ہو کر ایک کونے میں پڑی رہوں۔  
امی نے ماموں سے بھی بات کی۔ ماموں نے میرا نفسیاتی علاج کروانے کا مشورہ دیا مگر والدہ اس لیے نہ مانی کیونکہ میری شادی کی بات چل رہی تھی۔

ایک روز نیٹ پر سر فٹنگ کر رہی تھی۔ ذہن میں اپنے مسائل بھی تھے۔ یکسوئی پر ایک آرٹیکل پڑھا جس میں تحریر تھا کہ یکسوئی خود اعتمادی کے لیے ضروری ہے۔

اگر انسان زندگی میں کامر انیاں چاہتا ہے تو اس کے لیے ذہنی یکسوئی بہت ضروری ہے۔ میں ماموں

صاف شفاف پانی کے تالاب میں سفید بطخیں شور  
مچاتی ہوئی نہا رہی ہیں۔

مراقبہ شروع کرنے سے پہلے ایک سوال  
میرے ذہن میں ہر وقت گردش کیا کرتا تھا کہ  
میرے ان بہت سے مسائل کا حل مراقبہ کی مشقوں  
کے ذریعے کیسے ممکن ہو پائے گا۔

آج الحمد للہ مراقبہ سے میرے بہت سے مسائل  
حل ہوئے ہیں۔ یعنی یکسوئی میں بہتری آئی ہے۔  
منتشر خیالی دور ہوئی ہے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت  
بہتر ہونے کی وجہ سے خود اعتمادی میں اضافہ ہوا ہے۔  
پہلے ہر وقت ذہن پر ڈر اور خوف مسلط رہا کرتا تھا۔  
اس خوف اور ڈر میں کمی آئی ہے۔ امی، ابو اور  
ماموں نے میری اس تبدیلی کو محسوس کیا ہے۔ امی تو  
بہت خوش ہیں۔ پہلے تمہاری وجہ سے چڑچڑے پن  
میں مبتلا ہو گئی تھی۔ سہیلیوں سے رابطہ ٹوٹ گیا تھا۔  
اب ایسا لگتا ہے کہ زندگی میں رفق و ہارہ لوٹ آئی  
ہے۔ سہیلیوں سے ملنے کی وجہ سے تمہاری دور ہوئی ہے  
اور چڑچڑاپن بھی دور ہوا ہے۔



اولیاء اللہ کی تعلیمات کو عام کرنے  
اور مثبت طرز فکر کی ترویج کے لیے

**روحانی ڈائجسٹ**

کی توسیع اشاعت میں تعاون فرمائیے۔

نے کئی روز مراقبہ جاری رکھا لیکن مراقبہ کے ثمرات  
کہیں محسوس نہ ہوئے۔ میں نے مراقبہ کی کتابوں کا  
مطالعہ بھی جاری رکھا اور مراقبہ کرتی رہی۔

ایک روز مراقبہ میں ابھی آنکھیں بند کیے بیٹھی  
تھی کہ مجھے محسوس ہوا کہ چاروں طرف روشنی  
بکھر گئی ہو۔ کچھ دیر بعد دوبارہ تاریکی چھائی۔

ایک روز مراقبہ میں محسوس ہوا کہ طلوع  
آفتاب کا وقت ہے۔ آسمان پر سرخی نمودار ہو رہی  
ہے۔ پرندے فضا میں مچھو پرواز تھے۔ ابھی سورج  
پوری طرح افق پر ظاہر بھی نہ ہوا تھا کہ بادلوں کی کالی  
گھٹانے سورج کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ گرج چمک  
ہونے لگی اور پھر بارش شروع ہو گئی۔ بارش کا زور تیز  
سے تیز تر ہوتا جا رہا تھا۔ کئی گھنٹوں تک مسلسل  
برسات ہوتی رہی۔ تمام سڑکیں پانی سے جل تھل  
ہو گئی پھر آہستہ آہستہ بادل چھٹنا شروع ہوئے اور فضا  
پر قوس و قزح نمودار ہوئی۔ ہر چیز صاف شفاف  
دکھائی دے رہی تھی۔

ایک روز مراقبہ میں دیکھا کہ گرمیوں کی دوپہر  
ہے میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ آم کے باغ کی سیر کر  
رہی ہوں۔ آم کے درختوں پر بڑے بڑے دلکش  
رنگوں کے آم لگے ہوئے ہیں۔ ایک درخت پر  
سرخ رنگ کے آم دکھائی دیے۔ ہم نے یہ آم  
کھائے تو یہ انتہائی خوش ذائقہ تھے۔ درختوں سے  
کونل کی کو کو کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

ایک روز دوران مراقبہ دیکھا کہ ایک بہت بڑا  
فارم ہاؤس ہے۔ ان میں ہزاروں کی تعداد میں  
بکریاں آزادانہ گھوم پھر رہی ہیں۔ فارم ہاؤس میں

ستمبر 2014ء

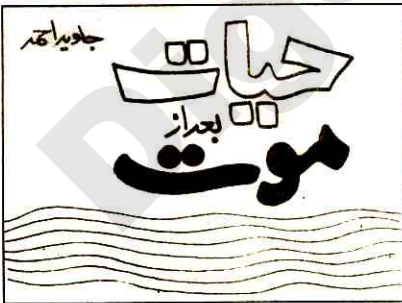


ستمبر 1989ء کے شمارے کا سرورق



اس ماہ کے مضامین میں غزوہ جہوک، عسکری تربیت، احمد بن ابی الحسنؑ،

مجذب و سالک، احساس، آخری کرن، سیب کے نقصانات، ام المؤمنین حضرت صفیہؓ بچوں پر توجہ، بسم اللہ کی برکت، احمد شاہ ابدالیؒ، پانی کی تلاش جبکہ سلسلہ وار مضامین میں نور الہی نور نبوت، آواز دوست، تاثرات، صاحب خلق عظیم، گیارہ ہزار فریکوئینسی، ڈاکٹر شہد کبھی، پیراسائیکولوجی، علم الاعداد اور انسان، محفل مراقبہ، خلائی مہمان، اللہ رکھی اور آپ کے مسائل شامل تھے۔ اس شمارے سے منتخب تحریر ”حیات بعد از موت“ قارئین کے ذوق مطالعہ کے لیے دی جا رہی ہے۔



شعبہ میں ٹھیک ہونے کے لیے بھیج دیا جائے۔ اس دن میں بہت فکر مند تھا۔

دیکھتا ہوں کہ میری والدہ جن کو فوت ہوئے تقریباً پچیس برس ہو چکے ہیں تشریف لائیں۔ میرے

ماہ جولائی کا روحانی ڈائجسٹ پڑھ رہا تھا کہ موضوع ”حیات بعد از موت“ میری نظر سے گزرا۔ یہ حقیقت ہے۔ میرے ساتھ جو کچھ ہوا تحریر،

1980ء میں پیشاب کی تکلیف ہوئی۔ میں نے جناح اسپتال میں ڈاکٹروں سے مشورہ کیا اور اپنی جانچ پڑتال کرائی۔ معلوم ہوا کہ مجھے Prostate کی تکلیف ہے اور بذریعہ آپریشن Prostate Gland کو نکالنا پڑے گا۔ میں تیار ہو گیا۔

آپریشن سے ایک دن پہلے مجھے H-Blood Pressure کی شکایت ہو گئی۔ پہلے کبھی مجھے یہ شکایت نہ تھی۔ آخر کار فیصلہ کیا گیا کہ مجھے امراض قلب کے

داخل ہونے سے لے کر بے ہوش کیے جانے تک میں ہنس رہا تھا۔

اللہ کے فضل سے میرا آپریشن کامیاب رہا۔ میں جلد صحتیاب ہو کر واپس اپنے گھر آ گیا اور آج اپنی بیوی بچوں کے ہمراہ صحت مند زندگی گزار رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میری ماں کی دعا کی وجہ سے مجھے صحت ملی ہے۔

(محمد اسلمیل۔ الفلاح سوسائٹی)

### حیات بعد از موت

روحانی ڈائجسٹ کے شمارہ جولائی میں مندرجہ بالا عنوان کے تحت ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ اس مضمون کو پڑھنے کے بعد مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا۔

آج سے تقریباً دس برس قبل ہمارا خاندان جس میں دو بھائی اور ہم چار بہنیں شامل تھیں۔ نہایت ہی خوش و خرم زندگی گزار رہا تھا۔ ہمارے والدین کو انتقال کیے کافی عرصہ گزر چکا تھا۔ ہمارے سب سے بڑے بھائی جن کی عمر تقریباً پچاس سال تھی، جس وقت ان کا انتقال ہوا تو وہ پانچ بچوں کے باپ تھے۔ میرے بڑے بھائی صاحب کپڑے کا کاروبار کرتے تھے اور صدر کے بارونق بازار میں ان کی دوکان تھی۔

ان سے چھوٹا بھائی میٹرک پاس کر چکا تھا اور کالج میں فرسٹ ایئر کا طالب علم تھا۔ ہمارے والدین کے انتقال کے بعد بڑے بھائی اور بھادج نے وہ پیار دیا کہ ہم والدین کے غم کو بالکل ہی بھول گئے۔ ہم سب بہنیں بچپن کی حدود سے نکل کر جوانی میں قدم رکھ رہی تھیں۔

ہمارے بڑے بھائی جنہیں ہم سب بھیا کہہ کر پکارتے تھے، شام کو جب گھر میں داخل ہوتے تھے تو اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ ہم سب کے لیے بھی کھانے

بستر پر بیٹھنے کے بعد والدہ نے میری خیریت دریافت کی میں نے انہیں اپنی تکلیف بتائی۔ تکلیف سن کر انہوں نے شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مسکرا کر بولیں.... ڈاکٹر جو کہتے ہیں اسے مان لو۔ (یعنی آپریشن کروالو) اللہ تکلیف دور کر دے گا۔ میں دعا کروں گی تو جلد ہی درست ہو جائے گا۔

والدہ کی یہ بات سن کر میرے ذہن کو سکون حاصل گیا۔ اس کے بعد وہ کچھ دیر تک اور بیٹھی رہیں انہوں نے میرے بچوں اور بیوی کی خیریت دریافت کی اور میری شادی سے قبل جو میں شرارتیں کرتا تھا انہیں دہرانے لگیں۔ یہ شرارتیں اس طرح کی تھیں کہ آج جب تنہائی میں یاد کرتا ہوں تو بے اختیار ہنسی آ جاتی ہے اور اس وقت بھی جبکہ میری والدہ شرارتوں کا تذکرہ کر رہی تھیں میں ہنس رہا تھا۔

کافی دیر تک باتیں کرنے کے بعد والدہ چلی گئیں لیکن میرے چہرے پر مسکراہٹ دوڑتی رہی۔ صبح جب نرس دووا وغیرہ پلانے آئی تو مجھے ہنستا دیکھ کر پوچھا کہ تم کیوں ہنس رہے ہو۔

میں اسے کوئی جواب نہ دے سکا۔ کچھ دیر کے بعد ڈاکٹر آئے اور امراض قلب کے وارڈ میں لے جانے سے قبل بلڈ پریشر چیک کیا اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ میرا بلڈ پریشر نارمل ہے۔

انہوں نے تعجب سے پوچھا کہ تم نے کیا کھایا تھا میں نے ہنس کر جواب دیا۔ کچھ بھی نہیں۔

انہوں نے وارڈ بوائے وغیرہ سے کہا کہ اسے فوری طور پر آپریشن روم میں پہنچا دو۔

آپریشن روم کا ماحول کچھ اس قسم کا ہوتا ہے کہ اچھا بھلا انسان گھبرا جائے۔ لیکن آپریشن روم میں

کی چیزیں لاتے تھے۔ ہمیں اپنے بھتیجیوں سے اس قدر محبت تھی کہ جب تک وہ لائی ہوئی چیز نہ کھالیں ہمارے حلق سے نوالہ نہیں اترتا تھا۔



میرا چھوٹا بھائی بھی بڑے بھائی اور بھادج سے بے پناہ محبت کرتا تھا اور یہ اس کی محبت ہی تھی کہ دوپہر کو کالج سے آنے کے بعد کھانا وغیرہ کھا کر دوکان پر چلا جاتا تھا اس طرح ”بھینا“ کو آرام کرنے کا موقع مل جاتا تھا۔

ہمارے دن یونہی منہ خوشی گزر رہے تھے کہ نجانے کس کی نظر لگ گئی۔ ایک دن صبح محبت معمول بھیت گھر سے دوکان کے لیے نکلے تو تھوڑی دیر بعد ہی ان کی لاش خون میں ڈوبی ہوئی آئی۔ ہم سب اس وقت تیار ہو کر اسکول جانے کے لیے گھر سے نکلنے ہی والے تھے کہ لوگ بھیت کی لاش لے کر آگئے۔ انہیں ایک بس نے پھل دیا تھا اور انہوں نے سڑک ہی پر دم توڑ دیا تھا۔

بھیت کی لاش دیکھ کر بھائی بے ہوش ہو گئیں اور ہم سب کا برا حال تھا۔ چھوٹا بھائی اس سانحہ پر گم سم سا ہو کر رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا ہو گیا ہے۔ یہاں ہمارا کوئی رشتہ دار نہیں تھا جو ایسے وقت میں دلاسا دیتا۔ صرف محلے والے تھے جنہوں نے ہمارا ساتھ دیا اور بھیت کا کفن و دفن کیا۔



تقریباً دو ماہ بعد ہم سب اس قابل ہوئے کہ اس سانحہ کو برداشت کر سکیں۔ بھائی نے بڑی ہی ہمت سے کام لیا۔ انہوں نے بچوں کے ساتھ ساتھ ہم سب کو بھی سنبھالا۔ ان کی دنیا اجڑ چکی تھی۔ وہ اپنے غم کو

سینہ میں چھپائے ہوئے روزمرہ کے گھریلو کاموں میں مصروف ہو گئیں۔ انہوں نے ہم سب کو بھی باقاعدگی سے اسکول بھیجنا شروع کر دیا۔ ہمارا چھوٹا بھائی اپنی تعلیم ختم کر کے دوکان پر بیٹھنے لگا۔ کیونکہ گھر کی تمام تر معاشی ذمہ داری اس پر آ پڑی تھی اور بھائی نے بھی اسے احساس دلا دیا تھا کہ اب وہی اپنے بھتیجیوں اور بہنوں کا سہارا رہ گیا ہے۔

ہماری بھائی کے بھی کوئی قریبی رشتہ دار موجود نہیں تھے۔ لہذا سارا انحصار چھوٹے بھائی پر تھا۔ بھائی ہر وقت دیور کی سلامتی کی دعائیں مانگتی رہتی تھیں ہم بہنیں بھی ان کو دل سے چاہتی تھیں۔ اب خاندان کے نو افراد کا کفیل صرف چھوٹا بھائی اقبال ہی تھا۔ اس طرح پانچ سال گزر گئے۔ ہم سب اپنے بڑے بھائی کا غم بالکل ہی بھول گئے۔

پانچ سال بعد، ایک دن اچانک بھائی اقبال کو قے ہوئی۔ پہلے تو ہم سب سمجھے کہ معمولی سی طبیعت خراب ہے لہذا انہیں فوری طور سے تو آرام آگیا لیکن گھر آ کر انہیں پھرتے ہو گئی اور یہ سلسلہ رات بھر جاری رہا۔ ان کی طبیعت بگڑتی ہی چلی گئی۔ صبح ہوتے ہی ہم سب انہیں لے کر اسپتال گئے۔ اسپتال میں انہیں فوری طور سے داخل کر لیا گیا اور ان کے ٹیسٹ شروع ہوئے۔ ہم سب اپنی بھائی کے ہمراہ وارڈ کے باہر کھڑے خدا سے دعا مانگ رہے تھے کہ ہمارے بھائی کو جلد از جلد صحتیاب کر دے۔ دوسرے دن ڈاکٹروں کی رپورٹ سے پتہ چلا کہ ہمارے بھائی اقبال کو جگر کا کینسر ہو گیا ہے۔ یقین جانئے یہ خبر ہم سب پر بجلی بن کر گری۔ ہم سب اپنی اپنی جگہ پر مہموت ہو کر رہ گئے ڈاکٹروں نے بتایا کہ ہم انہیں بچانے کی پوری



پوری کوشش کر رہے ہیں آپ لوگ دعا کریں۔

سوا کوئی اور نہیں ہے۔ تو دنیا میں ان سب کا وسیلہ

میرے بیٹے کو بنائے رکھ۔

میری بھابی کا کہنا ہے کہ ماں کی دعا مانگنے کا انداز

بالکل ضد کے انداز کا تھا۔ وہ بار بار ایک ہی جملہ کہے

جاری تھیں کہ دنیا میں میرے اقبال کو میرے پوتوں

اور بیٹیوں کا وسیلہ بنا دے۔ ایسا معلوم ہوا تھا کہ وہ اللہ

سے اپنی بات منوا کر رہیں گی۔ کچھ دیر بعد روشنیوں کے

سیلاب میں ایک نہایت ہی مسکور کن آواز بلند ہوئی۔

اقبال کی عمر دراز کر دی گئی ہے۔ اس آواز کے بلند

ہوتے ہی میری والدہ سجدہ میں گر گئیں اور بھابی نے ہڑ

بڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ

گئیں کہ اقبال آنکھیں کھولے ان سے پانی

مانگ رہے تھے۔

اس خواب کے بعد ہمارے بھائی اقبال کی صحت

دن بدن بہتر ہونے لگی۔ ڈاکٹر حیران رہ گئے کہ یہ شخص

جو موت کے قریب تھا کس طرح تندرست ہو گیا۔

انہیں کیا معلوم کہ یہ سب ہماری ماں کی دعا کا نتیجہ

ہے۔ واقعی ماں کی روح اولاد کا دکھ نہیں برداشت

کر سکتی اور یہ ماں کی عظمت ہی ہے کہ اللہ نے ان کی

دعا قبول کر لی۔

(گہمت مونس)

میرے دادا اپنے شہر میں ایک عالم کی حیثیت سے

خاصے مشہور تھے۔ ان کے پاس ہر طبقہ کے لوگ آتے

جاتے رہتے تھے۔ دادا مرحوم نے بتایا کہ ان کے پاس

ایک شخص آیا اور اس نے ایک ایسا واقعہ سنایا جسے سن کر

میرے پاس بیٹھا ہوا ہر شخص حیران ہو گیا۔

اس نے بتایا کہ اس کے محلہ میں ایک عورت کو

کسی نے بے دردی سے قتل کر دیا تھا۔ میں رات کو سینما کا

ہم سب نے وارڈی میں قیام کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اقبال پر زیادہ تر غشی طاری رہتی تھی۔ بھابی اس کے

سر ہانے زیادہ سے زیادہ وقت تک بیٹھی رہتی تھیں۔ ہم

بہنیں باری باری گھر جا کر بچوں کو بھی دیکھتی رہتی

تھیں۔ اس طرح ایک ہفتہ اور گزر گیا۔ ہمارے اقبال

کی بے ہوشی بڑھتی چلی گئی اور پھر ایک دن ڈاکٹروں نے

بالکل ہی مایوسی کا اظہار کر دیا۔ ہم سب کی آنکھوں میں

آنسو تھے اور ہم سوچ رہے تھے کہ اب ہم کیا کریں

گے۔ زندگی کس طرح گزرے گی۔ ہمارا واحد سہارا بھی

اس دنیا سے رخصت ہونے والا تھا۔ دل خون کے آنسو

دور رہا تھا۔

اسی دوران بھابی نے وہ واقعہ بتایا جس نے ہماری

اندھیری دنیا میں خوشیاں بھردیں۔ بھابی کیونکہ کئی دن

سے مسلسل جاگ رہی تھیں۔ لہذا اس رات انہیں

کرسی پر بیٹھے بیٹھے نیند آگئی۔ نیند کے دوران انہوں نے

دیکھا کہ آسمان سے نیلے رنگ کی روشنیوں کی بارش

ہو رہی ہے اور وہ اس بارش میں محو پرواز ہیں۔ کچھ دیر

بعد وہ روشنیوں کے ایک میدان میں پہنچ گئیں۔ اس

مقام پر ہر جانب سے قوس قزح کی طرح روشنیاں

بکھری ہوئی تھیں اور ان کا منبج نظر نہیں آ رہا تھا۔ ان

روشنیوں میں انہوں نے سفید لباس میں ملبوس اپنی

ساس یعنی ہماری ماں کو دیکھا وہ اوپر کی جانب منہ اٹھائے

کہہ رہی تھیں۔ اے اللہ میرے اس ہرے بھرے

خاندان کا والی تو ہی ہے تو نے میرے بڑے بیٹے کو اپنے

پاس بلا لیا۔ اب میری اولاد کا اس دنیا میں صرف میرا

چھوٹا بیٹا ہی کفیل ہے۔ تو اسے بھی اپنے پاس بلا رہا ہے۔

میرے چھوٹے چھوٹے پوتوں اور بیٹیوں کا اقبال کے

آخری شو دکھ کر واپس آ رہا تھا جیسے ہی اس مقتولہ کے مکان کے قریب سے گزرا اچانک پولیس نے مجھے گرفتار کر لیا۔ میں نے پولیس کو یہ بتانے کی بہت کوشش کی کہ میرا اس قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں تو سینما کا آخری شو دکھ کر آ رہا ہوں لیکن پولیس نے میری ایک نہ سنی اور مجھے لے جا کر حوالات میں بند کر دیا گیا۔ دوسرے دن پولیس نے عدالت سے میرا جسمانی ریمانڈ لے لیا۔ میں نے خود کو تشدد سے بچانے کے لیے مجبوراً قرار جرم کر لیا۔ ظاہر سے اس کے بعد میرے بچنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ میں غریب ہونے کے باعث کوئی اچھا وکیل بھی نہ کر سکا۔ میری بیوی بچوں نے کوشش کر کے ایک معمولی وکیل کے ذریعہ میرے مقدمہ کی پیروی کا انتظام کیا۔

میرے خلاف چھ سال تک مقدمہ چلتا رہا۔ آخر مجھے سزائے موت سنائی گئی۔ میری بیوی کے پاس اتنی رقم نہ تھی جو ایبل دائر کرتی۔ وہ بے چاری روپیٹ کر بیٹھ گئی۔ ادھر میں بھی زندگی سے ناامید ہو گیا۔ میرے دل و دماغ پر ہر وقت پھانسی کا منظر چھایا رہتا، کال کو ٹھہری میں میرا معمول کے مطابق کھانا آتا لیکن پھانسی کے خوف کا مجھ پر اتنا شدید اثر ہو چکا تھا کہ میں کھانے کے لیے لقمہ اٹھاتا اور منہ میں رکھنے کے بجائے دوبارہ کھانے کے برتن میں رکھ دیتا۔ میرا زیادہ وقت عبادت میں گزرتا۔ میں زندگی میں پہلی مرتبہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گیا تھا۔ میری ناامیدی کی معقول وجہ یہ تھی کہ میں بے گناہ تھا۔

پھانسی دینے کی تاریخ میں صرف دو دن باقی تھے۔ اس دن میرے بیوی بچوں کو آخری ملاقات کے لیے لایا گیا۔ بچوں اور بیوی کی جو حالت تھی وہ مجھ سے نہیں

دیکھی جا رہی تھی۔ وہ زار و قطار آنسو بہا رہے تھے۔ میں سر جھکائے بیٹھا تھا۔ مجھ میں اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ میں بیوی۔ بچوں سے تسلی کے دو بول بھی بول لیتا۔ ملاقات کا وقت ختم ہو گیا اور یہ سب روتے پیٹتے وہاں سے روانہ ہو گئے۔ رات کو میں سونے کے لیے لیٹ گیا لیکن دماغ پر جو بہت سوار تھی وہ بھلا کیسے سونے دیتی۔ بے چینی میں کروٹیں بدلتا رہا۔ نجانے کس وقت میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا۔ میری مرحومہ ماں مسکراتی ہوئی آئی ہیں۔ میرے سر پر ہاتھ پھیر کر کہہ رہی ہیں کہ بیٹا خدا کی رحمت سے ناامید ہونا کفر ہے۔ اٹھ اور اپنی غلطی کی معافی مانگ کر اپنی رہائی کی دل سے دعا کر۔ وہ بڑی رحمت والا ہے۔ انشاء اللہ وہ اپنے کرم خاص سے تیری بے گناہی ثابت کر دے گا اور پھر اچانک میری آنکھ کھل گئی۔

میں نے جلدی جلدی اپنی غلطی کی معافی مانگی اور رہائی کی دعا کرنے لگا اور یہ سلسلہ صبح کی نماز کے بعد تک جاری رہا۔ ٹھیک گیارہ بجے ایک سپاہی آیا اس نے مجھے مبارکباد دیتے ہوئے بتایا کہ وحید تم واقعی بہت خوش قسمت ہو کہ تختہ دار پر جانے کے بجائے تمہاری رہائی کے احکامات جاری ہو جائیں گے۔ چونکہ اس عورت کے شوہر نے خود کو پولیس کے حوالہ کرتے ہوئے قتل کا اقرار کر لیا ہے۔ یہ سن کر مجھے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ خوشی کے مارے میری بری حالت تھی۔ بار بار ماں کی ہدایت کا خیال آ رہا تھا اور میں اللہ کا شکر ادا کرنے لگا۔ کچھ دنوں بعد مجھے ہار کر دیا گیا۔ وحید کی زبانی یہ واقعہ سن کر دادا کے پاس بیٹھا ہوا ہر شخص حیران تھا۔

(عابدہ خانم۔ پٹی سی ایچ اے۔ کراچی)



# گورنمنٹ لائبریری

تبصرے کے لیے کتاب کی دو جلدیں ارسال کریں....

کے مضامین شامل کئے گئے ہیں ان میں ڈاکٹر وقار احمد رضوی کا اقبال کا فلسفہ، پروفیسر انوار احمد زئی کا تلاشِ اقبال، پروفیسر منیر احمد یزدانی کا علامہ اقبال اور تصویرِ عشق، مسعود احمد برکاتی کا بچوں کا ادب اور اقبال، بالخصوص ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان صاحب کی اقبال شناسی پر ڈاکٹر مسرور احمد زئی اور پروفیسر حکیم ڈاکٹر عبدالرحمان کا غالب، حالی اور اقبال کا مضمون قابل ذکر ہیں۔

مجلد کی انفرادیت ہر مضمون کی تحریر کا سادہ اور سلیس ہونا ہے جس سے ایک عام قاری کو بھی فکرِ اقبال کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ حضرت اقبال کی زندگی کے مختلف ادوار کی یادگار تصاویر نے ان لمحات کو زندہ جاوید کر دیا ہے۔

## دانش مشرق

مصنفہ: ڈاکٹر سکندر جہاں  
تاریخ اشاعت: 2013ء  
صفحات: 88

کہتے ہیں سب سے مشکل کام دوسروں کی

## مجلہ: عبارت اقبال نمبر

جلد نمبر: 19 شماره: 73

جنوری 2014ء تا مارچ 2014ء

قیمت: 200 روپے

طباعت: عبارت پرنٹنگ ٹریڈرز حیدرآباد

صفحات: 522

زیر تبصرہ کتاب ادارہ انوار ادب کے زیر اہتمام شائع ہونا والا سہ ماہی مجلہ عبارت کا اقبال نمبر ہے۔ اقبال کون ہیں.....؟ فکرِ اقبال کیا ہے.....؟ ان کے افکار و تصورات کا مطالعہ کیوں ضروری ہے.....؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن کا جواب نئی نسل اس خاص نمبر سے حاصل کر سکتی ہے۔

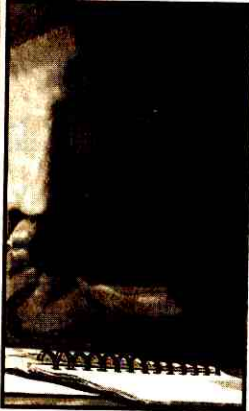
اس خاص نمبر کے موضوعات اقبال کے سوانحی نکات، نظریہ سیاست و تعلیم، فلسفہ خودی، کلامِ اقبال، تصوف اور عشق رسول ﷺ، آپ کے دینی عقائد، بحیثیت مفسر قرآن غرض انکس اقبال وغیرہ شامل ہیں۔ جن کے مطالعے سے فکرِ اقبال کی تفہیم کے متعدد نئے درواہ ہوتے ہیں۔

جن نامور ادبی شخصیات اور ماہرین اقبالیات

ستمبر 2014ء

## نو آموز لکھنے والے متوجہ ہوں

اگر آپ کو مضمون نگاری یا کہانی نویسی کا شوق ہے



اور اب تک آپ کو اپنی صلاحیتوں کے اظہار کا موقع نہیں مل سکا ہے تو روحانی ڈائجسٹ کے لیے قلم اٹھائیے۔۔۔ یہ خیال رہے کہ موضوع اور

تحریری حسن ایسا ہو جس میں قارئین دلچسپی محسوس کریں۔ آپ طبع زاد تحریروں کے علاوہ تراجم بھی ارسال کر سکتے ہیں۔ ترجمہ کی صورت میں اصل مواد کی فوٹو اسٹیٹ کا پی منسلک کرنا ضروری ہے۔ مضمون کاغذ کے ایک طرف اور سطر چھوڑ کر خوشخط لکھا جائے۔ مضمون کی نقل اپنے پاس محفوظ رکھیں کیونکہ اشاعت یا عدم اشاعت دونوں صورتوں میں مسودہ واپس نہیں کیا جاتا۔

قلم اٹھائیے اور اپنے تعمیری خیالات کو تحریر کی زبان دیجئے۔

تحریر کی اصلاح اور نوک پلک سنوارنا ادارہ کی ذمہ داری ہے۔

شعبہ مضامین

روحانی ڈائجسٹ،

1-D.1/7 ناظم آباد۔ کراچی

حوصلہ افزائی کرنا اور اس سے بھی زیادہ مشکل کام کسی دوسرے کی کامیابی کو سراہنا اور اس کا برملا اعتراف کرنا ہے۔ اور جو یہ کر جائیں وہ قابل ستائش ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب دانش مشرق، کراچی سیکنڈری بورڈ اسکول ناظم آباد کی ریٹائرڈ پرنسپل ڈاکٹر سکندر جہاں کی تعلیمی و تدریسی خدمات کو خراج تحسین و آفرین تحفہ ہے۔ جس میں جناب اوصاف علی واحدی صاحب نے انتہائی ادب، پیار اور عقیدت کے ساتھ نہ صرف پرنسپل صاحبہ کی تیس سالہ تعلیمی و تدریسی خدمات کو سراہا ہے بلکہ ان کی شخصیت کے دیگر پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی ہے اور معلمین و معلمات کے تجربات اور قلبی تاثرات کو کتابی شکل میں ڈھال کر ایک مودبانہ خراج تحسین پیش کیا ہے۔

جن شخصیات نے اپنے قلبی تاثرات قلمبند کرائے ہیں ان میں پروفیسر انوار احمد زئی، چیئرمین بورڈ آف انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن کراچی، سید اوصاف علی واحدی، ملا واحدی اور دیگر مدارس کے ہم منصب شخصیات شامل ہیں۔

ڈپٹی ڈائریکٹر آف ایجوکیشن مقبول حسن خان اور اعلیٰ افسر تعلیم عبدالعزیز فاروقی صاحب مرحوم پر فرمائش مضامین، پرنسپل صاحبہ کی چند یادگار تصاویر کے علاوہ ان کی مختصر سوانح حیات اور افکار و نظریات پر پرنسپل صاحبہ کی نگارشات بطور خاص کتاب کا حصہ ہیں۔



لاہور کے دل انارکلی، پنجاب

یونیورسٹی، پجھری اور ناصر

باغ سے داخل

ہو کر بلند ہوتی ہوئی سڑک

پر چلیں تو

(گر میوں میں)

الٹاس کے

زرد پھولوں کے

ہوا سے ڈولتے ہوئے

جھومروں میں سے

اچانک گوتھک طرز

تعمیر کا مینار نمودار ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی  
برآمدوں کی نوکیلی محرابیں نکاہوں میں  
گھب جاتی ہیں۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے  
جو گزشتہ 147 برسوں سے علم کے گوہر  
بڑی فیاضی سے لٹا رہا ہے۔

# یہ ہے پاکستان

پاکستان کی منفرد

اور مثالی درسگاہ۔۔۔

گورنمنٹ کالج لاہور

یونیورسٹی نہ بنی تھی۔

پنجاب یونیورسٹی کا 1882ء میں آغاز ہوا۔

ابتداء میں صرف آرٹس کے مضامین پڑھائے جاتے

کیم جنوری 1864ء کو راجہ دھیان سنگھ کی حویلی

کے ایک حصہ میں گورنمنٹ کالج قائم ہوا۔ اس کالج

کا کلکتہ یونیورسٹی سے الحاق ہوا کیونکہ ابھی تک پنجاب



کر تا گیا۔ 1872ء میں اس کی لائبریری کی تشکیل کی گئی جو ابتداء میں چند کتابوں پر مشتمل لائبریری تھی مگر اب اس میں ڈیڑھ لاکھ سے زائد کتب موجود ہیں۔ ریفرنس سیکشن میں جراند کا ذخیرہ اس پر مسترد ہے۔ گورنمنٹ کالج، کی لائبریری کمپیوٹر، وی سی آر، ٹیلی ویژن اور فوٹو اسٹیٹ کی سہولتوں سے موزن ہے۔

گورنمنٹ کالج کالج ”راوی“ امتیازی نشان کا حامل ہے۔ یہ غالباً واحد کالج میگزین ہے جس میں معروف اہل قلم کی تخلیقات بھی شائع ہوتی ہیں۔

اگر ”راوی“ میں مطبوعہ مقالات، افسانوں اور شعری تخلیقات کا اشاریہ مرتب کیا جائے تو برصغیر پاک و ہند کے متعدد نامور اہل قلم کے اسماء گرامی نظر

تھے۔ اپریل 1871ء میں کالج انارکلی کی ایک کوچھی میں اور اگلے برس کوچھی رحیم یار خان میں منتقل کیا گیا۔ کالج موجودہ عمارت میں 1876ء میں منتقل ہوا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ کالج کے طلبہ کے حصول تعلیم کے لیے حکومت دس تاپندر روپے ماہانہ وظیفہ بھی دیتی تھی۔ ڈاکٹر جی، ڈبلیو لائسنز (جو کہ پوڈاپسٹ، ہنگری میں چودہ اکتوبر 1840ء کو پیدا ہوئے اور جرمنی، میں بائیس مارچ 1899ء کو وفات پائی) کو گورنمنٹ کالج کے پہلے پرنسپل اور یونینشل کالج کے پہلے پرنسپل اور پنجاب یونیورسٹی کا پہلے رجسٹرار ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔

جس کالج کا نوعد طلبہ سے آغاز ہوا تھا، وہ آہستہ آہستہ ایک باضابطہ تعلیمی ادارے کی صورت اختیار

### گورنمنٹ کالج لاہور سے تعلیم پانے والی چند مشہور شخصیات

☆.... قانون: جسٹس ایم آر کپانی، جسٹس انوار الحق، جسٹس ایس اے رحمن، جسٹس نسیم حسین شاہ، ایم ظفر، جسٹس جاوید اقبال، اعجاز بٹالوی۔

☆.... ادب: علامہ اقبال، امتیاز علی تاج، فیض احمد فیض، ن۔ م۔ راشد، مالک رام، ڈاکٹر آفتاب احمد خان، میاں عبد العزیز فلک پیمپا، مرزا محمد سعید دہلوی، شیخ محمد اکرام، ڈاکٹر وحید قریشی، الطاف گوہر، ضیاء جالندھری، مجید نظامی، اشفاق احمد، بانو قدسیہ، حفیظ ہوشیار پوری، جیلانی کامران، منیر احمد شیخ، ڈاکٹر صفدر محمود، صفدر میر، کشور ناہید، شہزاد احمد۔

☆.... اہل قلم اساتذہ: پطرس، صوفی تبسم، ڈاکٹر محمد اجمل، انیس ناگی، قیوم نظر، ڈاکٹر محمد صادق، مرزا محمد منور، پروفیسر محمد عثمان، مشکور حسین یاد، شعیب ہاشمی، ڈاکٹر طاہر تونسوی، ڈاکٹر اجمل نیازی، ڈاکٹر سید معین الرحمن، اصغر ندیم سید، ڈاکٹر سعادت سعید، مرزا اطہر بیگ۔

☆.... سیاست: میاں محمد نواز شریف، وسیم سجاد، میاں محمد اظہر، یوسف رضا گیلانی، حنیف رامے۔

☆.... اداکاری: رومی بانو، مدیحہ گوہر، وسیم عباس، خالد عباس ڈار، عثمان پیر زادہ، بلراج ساہنی، موسیقار خورشید انور۔

☆.... کھیل: ماجد خان، مدثر نذر، وسیم راجا، رمیض راجا، سلیم ملک، جاوید برکی، اختر رسول، منظور سینئر۔



گورنمنٹ کالج لاہور کی ایک قدیم تصویر

جانے کے لیے تین برس کی رخصت لے لی۔ اگرچہ واپسی پر انہوں نے قانون کی پریکٹس شروع کر دی مگر 1908ء میں فلسفہ کی چیئر خالی ہو جانے کی بناء پر فلسفہ کی تدریس کی درخواست ان سے کی گئی، اور یوں ایک خصوصی اجازت نامہ کے تحت بیک وقت قانون کی پریکٹس اور فلسفہ کی تدریس (کیم جنوری 1911ء تک) جاری رہی۔

کالج کیمپس تین سو کینال رقبے پر مشتمل ہے جبکہ ایک سو پچاس کینال اراضی پر عمارتیں۔ کسی بھی تعلیمی ادارے میں نصابی اور غیر نصابی امور کے لیے سماعت گاہ (آڈیٹوریم) کا ہونا ضروری ہے۔ گورنمنٹ کالج اس لحاظ سے خود کفیل ہے کہ یہاں تین سماعت گاہیں موجود ہیں۔ مرکزی عمارت میں 200 نشستوں پر مشتمل بڑا ہال ہے جو اب ”اولڈ ہال“ کہلاتا ہے۔ ہال کے چاروں طرف گیلری ہے۔ 1964ء میں مرکزی عمارت کی ایک جانب تین

آئیں گے۔ زمانہ طالب علمی میں ”راوی“ کے ایڈیٹر بننے والے طلبہ میں سے بعض، ادب کی قد آور، شخصیات تسلیم کی گئیں اور اب ذکر دو ایسے اساتذہ کا جن، کے تذکرے کے بغیر، اردو ادب اور پاکستان کی تاریخ نامکمل رہتی ہے، مولانا محمد حسین آزاد اور ڈاکٹر محمد اقبال۔

2 اگست 1867ء کو مولانا آزاد کو کالج کے پرنسپل ڈاکٹر لائسنز کالج میں لائسنس تھے اور یہاں انہوں نے پندرہ برس گزارے۔ ڈاکٹر لائسنز نے اردو بھی پڑھی تھی، اس لیے وہ ان کے بہت مداح تھے۔ تصنیفی لحاظ سے آزاد کے لیے گورنمنٹ کالج کا قیام رزریں عہد قرار

دیا جاسکتا ہے۔ ”آپ حیات“ (1880ء) سخن دان فارسی (1872ء) نیرنگ خیال (1880ء) اور قصص ہند (1882ء) کی اشاعتوں پر مستزاد انجمن پنجاب سے ان کی وابستگی اور متعدد علمی و ادبی اور تحقیقی مقالات۔

دوسرا بڑا اور اہم نام علامہ اقبال کا ہے۔ علامہ اقبال نے 1895ء میں گورنمنٹ کالج میں بطور بی اے کے طالب علم (انگریزی، فلسفہ، عربی) داخلہ لیا۔ دو سال بعد بی اے کا امتحان اس شان سے کامیاب کیا کہ انگریزی اور عربی میں اول آنے کی بناء پر طلائی تمغے حاصل کیے۔ 1899ء میں ایم اے فلسفہ کا امتحان دیا۔ طلائی تمغہ ملا۔ 1902ء میں انہیں گورنمنٹ کالج میں انگریزی کے ایڈیشنل پروفیسر کے طور چھ ماہ کے لیے عارضی ملازمت دی گئی جبکہ تین جون 1903ء کو اسٹینٹ پروفیسر فلسفہ مقرر کیے گئے۔ دو برس بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے برطانیہ

منزلہ عمارت تعمیر کی گئی جس کی بالائی منزل پر کالج کی لائبریری ہے۔ اس عمارت کے ساتھ 375 نشستوں پر مشتمل سماعت گاہ تعمیر کی گئی ہے جس کا نام مشہور مزاح نگار احمد شاہ بخاری پطرس کے نام پر ”بخاری آڈیٹوریم“ رکھا گیا ہے۔ بڑی تقریبات اسی سماعت گاہ میں ہوتی ہیں۔ بعد میں اس میں 125 نشستوں کی گنجائش والی ایک گیلری کا اضافہ کیا گیا۔ مشاعرے، ڈرامے، تقریری اور معلومات عامہ کے مقابلے وغیرہ ہمیں منعقد کیے جاتے ہیں۔ اس سماعت گاہ میں دنیا کی مشہور ترین شخصیات کو مدعو کیا جا چکا ہے۔ جن میں باکسر محمد علی بھی شامل ہیں۔

چھوٹے پیمانے کی تقریبات کے لیے مرکزی عمارت کی دوسری منزل پر ”سرفضل حسین تھیٹر“ بنایا گیا ہے۔ بہت بڑے اجتماعات مثلاً سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے لیے ”اوول“ یعنی کالج کے بڑے میدان میں شامیانے لگتے ہیں۔

مرکزی عمارت کے سامنے کالج کی سفید رنگ کی مسجد ہے جس کا پینل نمایاں عجیب حسن رکھتا ہے۔ جب 1864ء میں دھیان سنگھ کی حویلی میں کالج قائم ہوا تو اس کی بالائی منزل میں دو کمرے طلبہ کی رہائش کے لیے وقف کیے گئے تھے لیکن ظاہر ہے کہ یہ دو کمرے ناکافی تھے۔ 1888ء میں مزنگ میں ایک عمارت کرائے پر حاصل کی گئی۔ کالج سے اس ہاسٹل

کی دوری کے باعث کالج سے ملحق لوڑمال پر بنگلہ حاصل کر کے اسے ہاسٹل بنا دیا گیا۔ 1891ء میں لوڑ کوآر بیگل (چوکور) ہاسٹل تعمیر کیا گیا لیکن یہ چوکور ابتداء میں نکون تھی جو 1899ء میں چوتھے بازو کی تکمیل کے بعد مکمل چوکور بنا۔ علامہ اقبال اسی ہاسٹل کے کمرہ نمبر ایک میں رہتے تھے۔ 1977ء میں اس ہاسٹل کا نام ”اقبال ہاسٹل“ رکھ دیا گیا۔ اس وقت یہ انٹرمیڈیٹ کے طلبہ کے لیے مخصوص ہے۔ 1921ء میں کالج کے سامنے چوک پر نیو ہاسٹل تعمیر کیا گیا۔ اس میں گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ کلاسوں کے طلبہ قیام کرتے ہیں۔ 1993ء قاندا اعظم ہاسٹل قائم کیا گیا۔ طالبات کے لیے الگ ہاسٹل ہے۔

کالج کے وسیع و عریض کیمپس میں تمام کھیلوں کی سہولتیں حاصل ہیں۔ کالج کے میدان ”اوول“ میں سالانہ کھیلوں کے مقابلے ہوتے ہیں۔ کھیلوں اور اسپورٹس کے ساتھ تیراکی، کشتی رانی اور جسمانی ورزش کے مقابلوں میں، گورنمنٹ کالج ہمیشہ اعزازات حاصل کرتا رہا ہے۔ ٹینس کورٹ کے سامنے دو منزلہ ریکری ایشن سینٹر ہے جہاں اساتذہ اور طلبہ، چائے اور مشروبات کے ذریعہ تھکن دور کرتے ہیں۔





# بچوں کا روحانی ڈائجسٹ



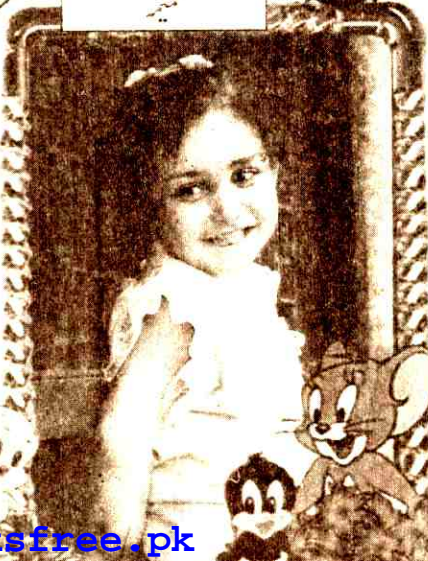
محمد فرحان علی خان زاہد



ہمدان علی



بتول فاطمہ



# بھول بھلکڑ

نیک یاد رکھے۔

اب کئی بڑے ہاتھی  
سنے ہاتھی کو یہ واقعہ سنایا

کرتے تھے کہ تمام ہاتھی بن مانسوں سے نفرت کرتے  
تھے۔ کیوں کہ آج سے سو برس پہلے کسی بن مانس نے  
ایک بڑا سانپ لے کر کسی ہاتھی کے منہ پر دے مارا تھا۔ اس  
دن سے تمام ہاتھی بن مانسوں کے دشمن ہو گئے۔ مگر  
میاں جگنو تو تھے ہی بھول بھلکڑ، کئی بار کان پکڑ کر توبہ کی  
کہ اب بن مانسوں کے بچوں کے ساتھ نہیں کھیلوں گا۔  
کھیلنا کیسا ان کی صورت بھی نہیں دیکھوں گا۔

مگر دوسرے ہی دن ساری توبہ بھول جاتے اور پھر  
بن مانس کے بچوں کے ساتھ کبڑی کھیلنا شروع کر دیتے۔  
ہاتھیوں کے دوسرے دشمن طوطے ہیں۔ ہاتھی

طوطوں سے بھی بڑی نفرت کرتے  
ہیں۔ بات یہ تھی کہ ایک دفعہ کوئی  
ہاتھی پہاڑ ہو گیا۔ اس لیے ہاتھیوں نے طوطوں سے کہا کہ شوہر  
مت چھاپا کرو۔ اس سے مریش کی طبیعت خراب ہو جاتی  
ہے، مگر توبہ وہ طوطے ہی کیا جو ٹیس ٹیس کر کے آسمان سر پر  
نہ اٹھائیں۔ اس دن سے ہاتھی طوطوں سے بھی بیر رکھنے  
لگے۔ وہ تو کہوں ان کے بس کی

بات نہیں تھی ورنہ  
انہوں نے تو کبھی  
کی ان کی چٹنی بنا کر  
رکھ دی ہوتی۔

جگنو کے ماں باپ

اور یار دوستوں نے اسے یہ بات بھی  
کئی مرتبہ بتائی تھی اور کہا تھا کہ طوطوں سے ہماری  
لڑائی ہے۔ تم بھی ان سے بات مت کیا کرو۔ مگر

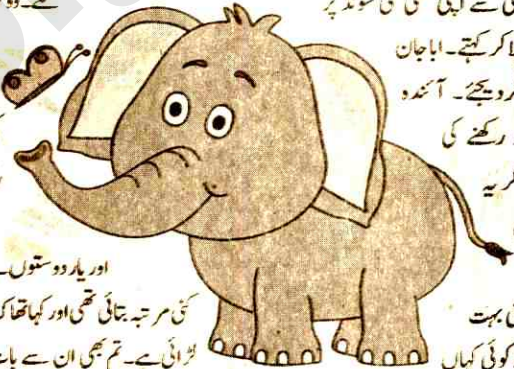
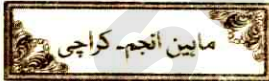
کسی جنگل میں  
ایک ننھا مٹا ہاتھی رہا  
کرتا تھا۔ نام تھا جگنو۔

میاں جگنو ویسے تو بڑے اچھے تھے۔ ننھی سی سوند، ننھی  
سی دم اور چھوٹا سا قد، بڑے ہنس کھ اور یاروں کے یار،  
مگر خرابی یہ تھی کہ ذرا دماغ کے کمزور تھے۔ کوئی بات  
یاد ہی نہیں رہتی تھی۔ جگنو کی اسی ہتھکنی بی کسی بات کو  
منع کر تیں تو جگنو میاں اس وقت تو ہاں کر لیتے مگر پھر  
تھوڑی سی دیر بعد بالکل بھول جاتے۔ ہاتھی ابا پریشان  
تھے تو ہتھکنی اماں عاجز، تمام ساتھی میاں جگنو کا مذاق  
اڑاتے اور انہیں بھول بھلکڑ کہا کرتے۔

ابا جان میاں جگنو کا کان زور سے دبا کر کہتے۔  
دیکھو! ابھی جگنو تم نے تو بالکل ہی حد کر دی۔ بھلا ایسا

بھی دماغ کیا کہ کوئی بات یاد ہی نہ  
رہے۔ تم باتوں کو یاد رکھنے کی کوشش  
کیا کرو۔ ہاتھی کی قوم تو بڑے تیز دماغی ہوتی ہے۔ برس  
برس کی باتیں نہیں بھولتی۔ مگر خدا جانتے تم کس طرح  
کے ہاتھی ہو۔ اگر تمہاری یہی حالت رہی تو تم سارے  
خاندان کی ناک کٹوا دو گے۔

جگنو میاں جلدی سے اپنی ننھی سی سوند پر  
ہاتھ پھیرتے اور سر ہلا کر کہتے۔ ابا جان  
اب کے تو معاف کرو بیٹے۔ آئندہ  
میں ضرور باتیں یاد رکھنے کی  
کوشش کروں گا۔ مگر یہ  
بیش کی طرح بھول  
جاتے اور کبھی بات  
یہ ہے کہ دنیا میں اتنی بہت  
سی تو باتیں ہیں۔ بھلا کوئی کہاں



میاں جگنو بن مانس والی بات کی طرح یہ بات بھی بھول جاتے اور طولوں کو اپنی پیٹھ پر چڑھا کر سارے جنگل میں کودے کودے بھرتے۔

میاں جگنو کی یہ حرکتیں دیکھ کر کئی ہاتھیوں نے اس سے بول چال بند کر دی۔ بڑے بڑے ہاتھیوں نے کہا۔ جگنو کا حافظہ اتنا خراب ہے کہ کسی کی دوستی اور دشمنی کو نہیں سمجھتا۔

تمام ہاتھی جگنو کو بے وقوف کہہ کہہ کر چڑاتے اور اس پر ہتھیاریاں کتے۔ مگر جگنو کو کسی کی پروا نہیں تھی۔ وہ اتنا سیدھا سادا اور نیک دل تھا کہ وہ ان کے مذاق کا بھی برائے ماننا تھا اور پھر اس کا حافظہ بھی تو کمزور تھا۔ اسے یاد ہی نہیں رہتا تھا کہ کون دوست ہے کون دشمن، کون سی بات اچھی ہے، کون سی بری۔

ایک دن ایک بڑا سی خوفناک واقعہ پیش آیا۔ جنگلوں میں ٹہلتا پھر رہا تھا کہ ایسا معلوم ہوا جیسے ایک دم زمین چھٹ گئی اور وہ اس میں سا گیا۔ اصل میں شکاریوں نے گڑھا کھود کر اس کے اوپر گھاس چھونس ڈھانپ دیا تھا تاکہ ہاتھی اس کے اوپر سے گزریں تو نیچے گر پڑیں اور پھر وہ انہیں پکڑ لیں۔ قسمت کی بات، میاں جگنو ہی کی شامت آئی۔

ایک دم اوپر سے گرنے سے میاں جگنو کے بہت چوٹ آئی تھی۔ تھوڑی دیر تک تو اس کی سمجھ میں یہی نہیں آیا کہ یہ ہوا کیا۔ آخر جب اس نے آنکھیں ملیں اور ادھر ادھر دیکھا تو پھر اسے معلوم ہوا کہ وہ ایک گہرے گڑھے میں گر پڑا ہے۔ اب تو اس کی جان نکل گئی۔ اس نے بہر پک پک کر اور ادھر ادھر نکریں مار مار کر لاکھ کوشش کی کہ کسی طرح گڑھے سے نکل جائے مگر کچھ بن نہ پڑی۔ بے چارے نے ہر طرف سے

مایوس ہو کر زور سے چنگھڑانا شروع کر دیا۔ ابا، ابا، ابا، ابا، ابا! دوز دوڑو۔

جگنو کی چیخیں سن کر جنگل کے تمام ہاتھی دوڑ پڑے اور گڑھے کے پاس کھڑے ہو کر نیچے دیکھنے لگے۔ جگنو نے چیخ کر کہا۔

میں ہوں جگنو، اس گڑھے میں پڑا ہوں۔ خدا کے لیے مجھے یہاں سے نکالو۔

اس کے ماں باپ نے نیچے جھک کر اسے دیکھا۔ چند بڑے بوزھے ہاتھی بھی گڑھے کے پاس آ گئے۔ سب کے سب پریشان تھے۔ کسی کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ جگنو کو اس مصیبت سے کس طرح نجات دلائیں۔ انہیں خاموش دیکھ کر جگنو کا دل بیٹھ گیا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر بولا۔

تم مجھے یہاں سے نہیں نکال سکتے، میری مدد کوئی نہیں کر سکتا، اف میں کیا کروں۔

سب ہاتھیوں نے مایوسی سے سر ہلایا اور آہستہ آہستہ چلے گئے۔ چلتے چلتے وقت اس کی ماں نے کہا۔ جگنو! گھبرا، نامت، ہم تمہارے لیے کھانا لے کر آتے ہیں۔ مگر جگنو کو کھانے کی ضرورت نہ تھی۔ وہ اس گڑھے سے نکلنا چاہتا تھا۔

ہاتھی چلے گئے تو اس نے ایک گہری سانس لی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ اچانک اسے سر پر بہت سے پروں کے پھڑ پھڑانے کی آواز آئی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو رنگ برنگے طوطے نظر آئے۔ یہ سب اس کے دوست تھے جنہیں وہ اپنی پیٹھ پر چڑھا کر جنگل کی سیر کراتا تھا۔ کچھ طوطے گڑھے پر آ کر بولے۔ جگنو گھبرا نہیں۔ ہم ابھی تمہیں اس مصیبت سے چھٹکارا دلاتے ہیں۔ خاطر جمع رکھو۔

گر پڑے گا۔ بن مانس برابر سی کھینچ رہے تھے اور ساتھ ساتھ شور بھی مچاتے جاتے۔ ہاں شاباش، کیا کہنے بہادر، بس تھوڑا سا فاصلہ اور رہ گیا ہے۔ ہاں لگے زور۔ تھوڑی دیر میں میاں جگنو زمین کے اوپر تھے۔ انہوں نے حیرت سے آنکھیں ملین۔ چاروں طرف دیکھا اور جب سب دوستوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں۔ تب وہ سمجھے کہ میں سچ سچ اوپر آ گیا ہوں۔ نئی زندگی پا کر جگنو کی خوشی کا ٹھکانا نہ رہا۔ کھکھلائے پڑتے تھے۔ یاد دوستوں سے خوب خوب گلے ملے اور بولے۔ تم سچ سچ میرے دوست ہو۔ دوست وہ جو مصیبت میں کام آئے۔ چلو سب میری پیٹھ پر چڑھ جاؤ۔

جگنو میاں گھر پہنچے تو ماں باپ رو رہے تھے۔ ان کے لیے تو میاں جگنو ختم ہو چکے تھے اچانک جگنو کو آتا ہوا دیکھ کر سب دنگ رہ گئے۔ امی جان، میرے لال کہہ کر چمٹ گئیں۔ ابا جان نے بھی پیار کیا۔ جب دلوں کی بھڑاس نکل چکی تو میاں جگنو نے بتایا کہ جن جانوروں کو آپ دشمن سمجھتے اور انہیں ہمیشہ نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے، انہوں نے ہی میری جان بچائی تو وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے میاں جگنو کو اجازت دے دی کہ تم خوشی سے طوطوں اور بن مانسوں کے ساتھ کھیلا کرو، تمہیں کوئی نہیں روکے ٹوکے گا۔ اس دن سے تمام ہاتھوں نے انہیں بے وقوف بھی کہنا چھوڑ دیا اور ان سے ہنسی خوشی ملنے جلنے لگے۔

جگنو کے ماں باپ کو آج پہلی بار معلوم ہوا کہ دوسروں کے خلاف دل میں خواہ مخواہ حسد اور دشمنی رکھنے سے یہ بہتر ہے کہ انہیں دوست بنایا جائے تاکہ وہ وقت پر کام آسکیں۔



یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور پھر جگنو نے سنا کہ طوطے بن مانسوں کو آوازیں دے رہے ہیں۔ تھوڑی دیر بعد طوطے بہت سے بن مانسوں کو لے کر آگئے۔ ان کے ہاتھوں میں انگوروں کی لمبی لمبی رسیوں جیسی بیلیں تھیں۔ انہوں نے بیلیوں کے سرے گڑھے میں لٹکا دیے اور کچھ بن مانس ان کے ذریعے گڑھے میں اتر گئے۔ جگنو انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اب اسے باہر نکلنے کی کچھ امید ہو گئی تھی۔ بس کر بولا۔ میرے دوستو! کیا تم مجھے باہر نکلنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

بن مانس بولے۔ کیوں نہیں ضرور! خدا نے چاہا تو ابھی ابھی ہم تمہیں اوپر کھینچ لیں گے اگر کوئی اور ہاتھی ہوتا تو ہم ذرا بھی پروا نہ کرتے کیوں کہ وہ ہم سے نفرت کرتے ہیں۔ مگر تمہاری بات دوسری ہے، تم ہمارے دوست ہو اور دوست کی مدد کرنا دوست کا فرض ہے۔ لو اب ذرا تم سیدھے کھڑے ہو جاؤ تاکہ ہم تمہیں ان رسیوں سے باندھ دیں۔

جگنو کھڑا ہوا گیا اور بن مانسوں نے اسے رسیوں سے خوب جکڑ دیا پھر وہ ان تمام رسیوں کو لے کر گڑھے سے باہر چلے گئے اور انہیں سب کو بٹ کر ایک موٹی سی رسی بنائی۔ پھر ایک بن مانس زور سے بولا۔ ہوشیار، خبردار۔

سب کے سب بن مانسوں نے رسی کو مضبوطی سے تھام لیا اور تن کر کھڑے ہو گئے اسی بن مانس نے پھر کہا۔ کھینچو، ایک ساتھ۔

اب سارے بن مانس رسی کو پوری طاقت سے کھینچنے لگے۔

ایک زور کے جھٹکے کے ساتھ جگنو کے پیر ایک دم زمین سے اٹھ گئے اور پھر وہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھتا گیا۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا، جسم پر سینے چھوٹ رہے تھے، اگر رسی ٹوٹ گئی تو، تو وہ پھر دھرام سے نیچے

# چالاک خرگوش کے کارنامے

اس کا کھن بند کر دیا۔

گلے دن کے کی باری تھی۔ وہ دن بھر پہرا دیتے تھک گیا۔ رات کو پھر خرگوش آیا۔ اس نے کتے کو زور سے

سلام کیا، ”ہیلو بھئیابھوں بھوں! کیسے مزان ہیں...؟“  
کتا بولا، ”صبح سے بیٹھے بیٹھے تنگ آ گیا ہوں۔“

خرگوش بولا، ”تو آؤ ذرا  
دوڑ لگائیں۔“

کتا دوڑنے کا بہت شوقین

تھا۔ جھٹ تیار ہو گیا۔ خرگوش

نے کہا، ”میں گھاس میں دوڑتا ہوا



لمبا چٹکراٹ کر پل تک جاتا ہوں، تم سڑک سڑک جاؤ، دیکھیں پہلے کون ہاتھ لگا کر واپس لوٹتا ہے۔“

کتا مان گیا۔ دوڑ شروع ہوئی۔ خرگوش گھاس میں

کچھ دور دوڑا، پھر ڈبک کر بیٹھ گیا۔ جب کتا کافی دور نکل

گیا، تب وہ اطمینان سے باہر نکلا اور اس نے گودام میں جا

کر جی بھر کے کھن کھایا اور پھر گھاس میں چھپ گیا۔

اتنے میں کتا دوڑ لگا کر واپس آ

محمد نیاز۔ سکھ

گیا۔ اس نے ہانپتے ہوئے آواز دی،

”اے خرگوش بھئیابھئی! کہاں ہو تم...؟“

خرگوش نے گھاس سے سر نکالا اور جھوٹ موٹ

ہانپتا ہوا باہر آیا اور کتے سے ہاتھ ملا کر گھر کو چل دیا۔

گلے دن بے چارہ کتا بھی سال بھر کے لیے کھن

سے محروم کر دیا گیا۔

اب بھیڑیے کی باری تھی۔ وہ بھی دن بھر مرتبان

سانسے رکھ کر بیٹھا رہا۔ رات کو خرگوش پھر آیا۔ اس نے

بھیڑیے کو گند گداتے ہوئے کہا، ”کتنے چور پکڑ لیے ہیں

بہت دن گزرے جنگل کے سب جانور اکتھے رہا

کرتے تھے۔ وہ سب ایک ہی تھالی میں کھانا کھاتے،

ایک ہی چشمے میں پانی پیتے، گرمیوں میں مل جل کر کام

کرتے اور سردیوں میں ایک ہی غار میں

آرام کرتے۔ ان سب جانوروں کو کھن

کھانے کا بڑا شوق تھا۔ ان کے کھن کا ذخیرہ بھی

ایک ہی تھا۔ جب کسی کو ضرورت ہوتی تو وہ

تھوڑا سا کھن نکال کر کھا لیتا۔

ایک دن انہوں نے دیکھا

کہ کسی نے بہت سا کھن چرا لیا

ہے۔ سب جانوروں کو بڑی

تشویش ہوئی۔ انہوں نے فیصلہ

کیا کہ ہر روز ایک جانور ساری رات جاگ کر پہرا

دے۔ پہلی باری ریچھ کی آئی۔ وہ مرتبان سانے بیٹھ

گیا۔ بیٹھے بیٹھے ریچھ کی ٹانگیں درد کرنے لگیں۔ رات

کے پچھلے پہر باہر گھس گھس کی آواز سنائی دی۔ ریچھ

کے کان کھڑے ہو گئے۔ کوئی

آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا، ”بیری کے

درخت والے جیتے میں سورن ہو گیا ہے۔ سارا شہد بھا جا

رہا ہے، بھینا ریچھ ہوتے تو نہیں بتا دیتا۔“

ریچھ شہد کھانے کا بڑا شوقین تھا۔ وہ سب کچھ بھول

بھال کر باہر کی طرف لپکا۔ ادھر خرگوش اندر آیا اور کھن کا

مرتبان نکال کر جی بھر کے کھن کھایا اور ریچھ کے آنے

سے پہلے باہر چلا گیا۔ بے چارہ ریچھ ناکام واپس لوٹا۔

اگلی صبح جانوروں نے کھن کم آیا تو انہوں نے ریچھ

کو بہت برا بھلا کہا اور سزا کے طور پر سال بھر کے لیے

بھیڑیے صاحب....؟“

جاسوس بندر کو چور پکڑنے کے لیے مقرر کیا۔

بندر کھٹن کا مرتبان نیچے رکھ کر اس پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔

بھیڑیا گدگدی کے مارے ہنسنے لگا۔ خرگوش نے اور زیادہ گدگداتے ہوئے کہا، ”اتنا نہیں ہنسا کرتے بھیڑیے بھیتا!“

”بہت برے۔“ بندر نے رکھائی سے جواب دیا، ”صبح سے سر درد اور زکام ہے۔“

بھیڑیا اور زور زور سے ہنسنے لگا۔ اسے گدگدی بہت ہوتی تھی۔ خرگوش نے دونوں ہاتھوں سے گدگداتے ہوئے کہا، ”جو زیادہ ہنستا ہے، وہی زیادہ روتا بھی ہے۔“

”تو آئیے سیر کو چلیں۔“ خرگوش بولا۔

بھیڑیا ہنستے ہنستے اپنی کرسی سے لاکھ گیا اور زمین پر لوٹنے پونے لگا۔ خرگوش نے اسے کرسی پر بٹھایا اور گرد

”نہیں بھیتا! بالکل موڈ نہیں ہے۔“ بندر رکھائی سے بولا۔

جھانسنے کے بہانے اس کی آہستہ آہستہ مالش کرنے لگا۔

”آکھ بھولی بھی نہیں کھیلو گے....؟“ خرگوش نے اشتیاق سے پوچھا۔

بھیڑیا سو گیا۔ تب خرگوش اندر گیا۔ اس نے جی بھر کے کھٹن کھایا اور اپنے گھر کی راہ لی۔ اگلے دن بھیڑیے کا بھی وہی حشر ہوا۔ سال بھر کے لیے کھٹن بند!

بندر بولا، ”نہیں، مجھے بچوں کے کھیل پسند نہیں آتے۔“

اب لومڑی کی باری تھی۔ رات کو پھر خرگوش آیا۔

خرگوش نے حیرانی سے پوچھا، ”تو پھر کونسا کھیل پسند ہے تمہیں....؟“

”اوہو! آج لومڑی بھیتا کی باری ہے۔“ خرگوش نے کہا، ”کتنے چور پکڑ لیے ہیں بھیتا جی....؟“

بندر بولا، ”رہا کشتی۔“

لومڑی نے ہزاروں سے کہا، ”صبح سے بیٹھے بیٹھے تنگ آ گیا ہوں۔“

خرگوش مان گیا۔ بندر نے جھٹ پٹ خرگوش کی ذم سے رہنا باندھا۔ اس کا دوسرا سر اور تخت سے باندھ کر بولا، ”کھینچنے رہتا۔“

خرگوش بولا، ”تو آؤ آکھ بھولی کھیلیں۔“

اب خرگوش رہنا کھینچنے میں مصروف رہا۔ ادھر بندر سب جانوروں کو بلا لایا۔ خرگوش انہیں آتے دیکھ کر چونکنا ہوا اور ساری بات بھانپ گیا۔ اس نے ذم چھڑانے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔

”اور اگر چور آگیا تب....؟“

بے چارہ خرگوش پکڑا ہی گیا، جانوروں نے سزا کے طور پر اس کی ذم کاٹ ڈالی اور اس کے کانوں کو زور زور سے کھینچا۔ کہتے ہیں میاں خرگوش تب سے لندورے ہیں اور اس کے کان بھی لمبے ہیں۔ اس دن سے خرگوش جنگل کے جانوروں سے علیحدہ رہتا ہے۔

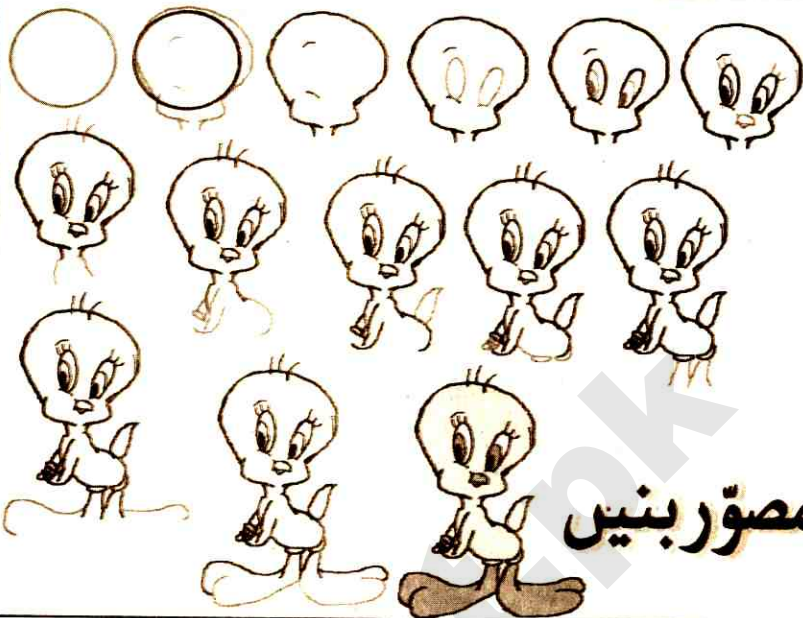
کھیلنے رہے۔ کچھ ہی دور میں لومڑا اتنا تھک گیا کہ وہ آرام کرنے زمین پر لیٹا اور لیٹتے ہی سو گیا۔

اگلے دن اس کو بھی سزا ملی۔ سال بھر تک کھٹن بند۔

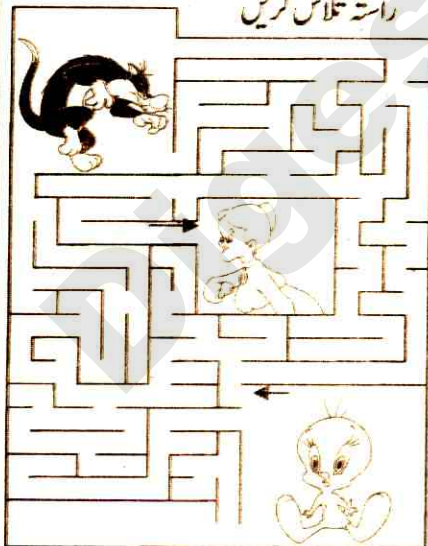
لومڑا ذرا ہوشیار جانور تھا۔ اس نے اپنا شبہ خرگوش پر ظاہر کیا۔ اب تو سب جانور باری باری اپنی آپ بیتی بیان کرنے لگے۔ سب کو یقین ہو گیا کہ خرگوش چالاکی سے کھٹن چڑا لیتا ہے۔ سب جانوروں نے اس دفعہ جنگل کے

✽

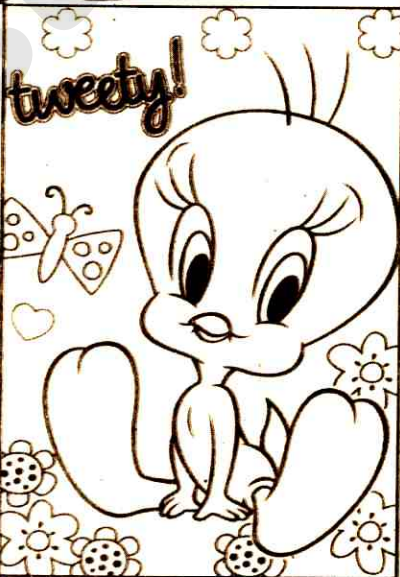
✽



راستہ تلاش کریں



ٹوینی کو تیلی سے بچا کر راستہ دکھائیں  
اور گرینی تک پہنچنے میں مدد کریں



رنگ بھریں



①.... ایک پڑوسن نے دوسری سے ایک کتاب پڑھنے کے لئے مانگی۔ دوسری نے کہا ”بہن میں کتاب دیا نہیں کرتی۔ آپ یہاں بیٹھ کر جتنی چاہیں پڑھ لیں۔“ چند روز بعد دوسری پڑوسن پہلی کے گھر گئی اور جھاڑو مانگی۔

پہلی نے کہا ”بہن میں کسی کو جھاڑو نہیں دیا کرتی، آپ کو جتنی جھاڑو دینی ہو، یہاں میرے گھر میں دے دیں۔“

(مرسلہ: راحیلہ احمد۔ کراچی)  
 ②.... استاد (شاگرد سے): ”تم یہ گدھا کلاس میں کیوں لائے ہو....؟“

شاگرد: ”جناب! میرے ابو نے بھیجا ہے۔“  
 استاد (غصے سے): ”لیکن کیوں....؟“

شاگرد: ”میں نے گل ابو سے کہا تھا کہ ہمارے استاد کہتے ہیں کہ میں نے بڑے بڑے گدھوں کو انسان بنا دیا ہے تو ابو نے انسان بنانے کے لیے یہ گدھا بھیجا ہے۔“

(مرسلہ: فیضان علی۔ اسلام آباد)  
 ③.... کرائے دار نے مالک مکان سے کہا: ”خدا کے لیے اس سال تو

کھڑکیوں میں پٹ لگوا دیجئے۔ میں کمرے میں بیٹھتا ہوں تو تیز ہوا سے بال بکھر جاتے ہیں۔

مالک مکان نے کرائے دار کے دیے کرائے میں سے دس روپے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا۔ ”میرا اتنا خرچ

کرائے سے کیا یہ بہتر نہیں کہ آپ کسی حجام سے اپنے بال کٹوائیں۔

(مرسلہ: کامران فرید۔ حیدرآباد)  
 ④.... ایک شخص ٹیلی فون پر

”کون بول رہا ہے....؟“  
 جواب آیا: ”میں بول رہا ہوں۔“

پہلا شخص: ”تجنی عجیب بات ہے، ادھر بھی میں بول رہا ہوں۔“  
 (مرسلہ: محمد حیدر شاہد۔ راولپنڈی)

⑤.... ایک صاحب چھلکے سمیت کیلا کھانے لگے۔ کسی نے انہیں ٹوکا ”اسے چھیل تو لیں۔“ وہ بولے۔ ”چھیلنے کی کیا ضرورت ہے مجھے معلوم ہے اس کے اندر کیا ہے....؟“

(مرسلہ: زیبا جبار۔ کراچی)  
 ⑥.... ایک ڈاکٹر نے مریض کو بل بھیجا جس پر درج تھا۔ ”آج اس

بل کو ایک سال ہو گیا ہے۔“  
 اس شخص نے بل پر یہ عبارت لکھ کر واپس کر دیا۔ ”سالگرہ مبارک ہو۔“

(مرسلہ: مہتاب خان۔ کوئٹہ)  
 ⑦.... امیدوار نے انٹرویو لینے والے افسر سے کہا۔

”جناب نوکری کی تلاش میں میرے جوتے گھس چکے ہیں۔“  
 افسر نے سوچ کر کہا۔ ”تم انٹرویو کے درمیان یہ بات پانچ مرتبہ دہرا چکے ہو۔ پہلے فیصلہ کر لو کہ تمہیں نوکری چاہیے یا جوتے۔“

(مرسلہ: طوبی دانش۔ کراچی)  
 ⑧.... ڈاکٹر مریض سے: آخر تمہیں ایسی کیا بیماری ہے جس کی وجہ سے تم اس قدر پریشان ہو....؟

مریض: جناب مجھے کھانا کھانے کے بعد بھوک نہیں لگتی۔  
 (مرسلہ: زمیر احمد۔ کراچی)



# مرکزی مراقبہ ہال

تحت جمعے کے روز خواتین و حضرات کو بلا معاوضہ روحانی علاج کی سہولت مہیا کی جاتی ہے۔ خواتین و حضرات کو جمعے کی صبح

## محفل مراقبہ



7:45 بجے ملاقات کے لئے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات صبح 8 سے 12 بجے دوپہر تک ہوتی ہے اور ہفتے کی دوپہر 3:45 بجے نمبر دیئے جاتے ہیں اور ملاقات 4 بجے سے شام 7 بجے تک ہوتی ہے۔ ہر ہفتے، بعد نماز جمعہ عظیمہ جامع مسجد سرجانی ٹاؤن میں اجتماعی محفل مراقبہ منعقد ہوتی ہے جس میں درود شریف، آیت کریمہ کا ختم اور اجتماعی مراقبہ کے بعد دعا کی جاتی ہے۔ جمعے اور ہفتے کے علاوہ خواتین و حضرات ملاقات کے لئے زحمت نہ کریں۔ محفل مراقبہ میں دعا کے لئے اپنا نام، والدہ کا نام اور مقصد دعا تحریر کر کے ارسال کیجیے۔ جن خوش نصیبوں کے حق میں اللہ رحیم و کریم نے ہماری دعائیں قبول فرمائی ہیں وہ اپنے گھر میں محفل میلا کا انعقاد کریں اور حسب استطاعت غریبوں میں کھانا تقسیم کریں۔

### کراچی:

اللہ رکھا، امینہ بیگم۔ آمنہ خان۔ انجم۔ انیس الحسن۔ انیس ایم چراغ الدین۔ امین۔ اختر سلطانہ۔ اصفیہ۔ افروز بی بی۔ الماس۔ امبر سلمان۔ امتیاز۔ انیسہ کریم۔ انجم طاہر۔ اورنگزیب۔ اوس احمد۔ آسیہ پروین۔ آصف عارفین۔ آفتاب غلام محمد۔ آفتاب قاضی۔ آمنہ۔ ایوب۔ آپا قرم۔ آمنہ انوار۔ بشری مظہر۔ بشری بی بی کوثر۔ پروین کوثر۔ ثانیہ طارق۔ ثمنینہ۔ شاہ فضل۔ ثویبہ۔ ثاقب اقبال۔ ثریا بی بی۔ ثریا احمد۔ ثمنینہ احمد۔ ثمنینہ کوثر۔ ثمنینہ مقصود۔ ثمنینہ۔ ثناء۔ جاوید حسن۔ جاوید جمال۔ جمیل احمد۔ جمیل لیاقت۔ جنید عثمان۔ جنید جواد۔ جویریہ۔ حسن فضل۔ حسن حسین۔ حنا انیس۔ خاقان۔ خالد اکبر۔ خدیجہ۔ خرم۔ خضر جمال۔ دانش شمیم۔ دلدار۔ دلشاد بی بی۔ رابعہ سندس۔ رابعہ۔ راجو۔ رخداد۔ رختہ انجم۔ رزاق احمد۔ رضوان علی۔ رضوان شاہد۔ رضیدہ۔ رقیہ بی بی۔ روبینہ راقہ ریاض۔ ربیحان۔ رشیم بی بی۔ زاہد سرفراز۔ زاہدہ نسرتین۔ زاہدہ حنا زبیدہ بی بی۔ زکیہ بی بی۔ زین وقار۔ سلطانہ۔ سلمان رفیع۔ سلمان۔ سلمیٰ پروین۔ سلیم۔ سلیمان۔ سمیرا۔ سنج اللہ۔ سونیل سہیل انصر۔ سید ان علی۔ سید احتشام علی۔ سید ایاز طاہر۔ سید خرم دانش۔ سید رابعہ۔ سید مستجاب طاہر۔ سید مسعود علی۔ سید نور علی۔ سید نواز علی۔ سیدہ بشرہ۔ سیدہ نسرتین۔ سیف الرحمن۔ سیماجبین۔ سیماسلمہ۔ سیماسلمہ۔ سبکی۔ شاہ زیب خان۔ شاذیہ احمد۔ شانست۔ شاہدہ ناز حسن۔ شاہدہ نسرتین۔ شاہدہ۔ شاہین۔

شاہدہ عیاد۔ شانست ارم۔ شانست ظفر۔ شانست ہاشمی۔ شاذیہ۔ شادغ شیخ۔ شارق بارون۔ شازیہ نوری۔ شاہدہ۔ شاہدہ ناز حسن۔ شاہدہ نسرتین۔ شاہین اقبال۔ شاہین بی بی۔ شاہینہ پروین۔ شہاب۔ شہانہ سلیم۔ شبنم۔ شبیر درانی۔ شرمین کنول۔ شرمین منہاس۔ شریفہ۔ شہبان علی۔ شعیبہ۔ شفقت علی شاہ۔ شفیق۔ کلید الیاس۔ کلید بیگم۔ کلید بیگم۔ گلنفت جبین۔ شامک سرور۔ شامک کوثر۔ شمس الدین۔ شمس شمشاد۔ شمع۔ شمیم آرا شمیم۔ شہاب۔ شہاب۔ شہباز جاوید۔ شہباز شہباز ادھاروق۔ شہباز احمد۔ شہباز گل۔ شہباز علی اکبر۔ شہباز اختر۔ شہباز بی بی۔ شہباز خالد مرحوم۔ شہباز شیبا انجم۔ شیخ عمران۔ شاہدہ پروین۔ شاہدہ شمیم میر۔ شہریار علی۔ شہزادی۔ شہباز اختر۔ شہباز شاہین۔ شفقت پروین۔ شفیق۔ کلید۔ شامک۔ شمع پروین۔ شمیم حق۔ شمیم خالد۔ شہباز پروین۔ شہلا۔ شبنیلہ۔ شیراز۔ صابرہ بی بی۔ صائمہ فیصل۔ صائمہ ذہیبہ۔ صدف علی۔ طارق۔ طاہرہ۔ طہیہ۔ ظفر۔ عابد محمود۔ عابدہ پروین۔ عابدہ۔ عابدہ۔ عامر۔ عائشہ اکرام۔ عائشہ مظہر۔ عائشہ ندیم۔ عابدہ۔ عادل۔ عائشہ ظلیل۔ عائشہ۔ عائشہ علی۔ عارف علی۔ عارف حسین۔ عارف سعید احمد۔ عامر رضوان۔ عائشہ حماد۔ عائشہ خان۔ عائشہ خان۔ عبدالحفیظ۔ عبدالحمنان۔ عبدالحق۔ عبدالمربع علی۔ عبدالرزاق۔ عبد اللہ۔ عبد المجید۔ عبد المغیث۔ عبد الوہاب۔ شفیق الرحمن۔ عدنان خان۔ عدنان۔ عرز م۔ عدیل۔ عرز م۔ عامر۔ عامر

کبیرا عالیہ۔ عبدالحق۔ عبد اللہ۔ عبدالرشید۔ عبدالحق۔ عزیز احمد۔  
 علی احمد صدیقی۔ عمر فاروق۔ عمران عباس۔ عمران۔ عمیر خان۔ عمیر  
 عالم۔ عمیر۔ غلام محمد۔ عالم شہید۔ عاصم شوکت۔ عاصم نسیم۔ عامر  
 شہزاد۔ عبدالستار۔ عبد اللہ۔ عثمان طاہر۔ عدیل راجہ۔ عظمیٰ آصف۔  
 عظمیٰ نسیم۔ عظیم زاکر۔ علی وقاص۔ عمارہ عثمان۔ عمران شوکت۔ عاشر  
 جاوید۔ عبدالرحمن۔ عبد اللہ۔ عثمان۔ عدنان۔ عدار عرشہ عطیہ  
 نعمان۔ عرفان الحق۔ عرفان۔ عرفین۔ عرشہ جنید۔ عزیز۔ عزت  
 زاہد۔ علی حسن۔ علیہ طاہر۔ علیہ جنید۔ علی۔ علی احمد۔ عمارہ الطاف۔  
 عمران۔ عمر۔ عبدالرب۔ محمد۔ عثمان۔ غلام محمد۔ قارن۔ قارح۔  
 قاروق۔ قاریہ۔ قاطر۔ قازمہ انیس۔ قازمہ۔ فرحان الحق۔ فرحان۔  
 فرحت۔ فرید۔ فروغ۔ فرزند کتول۔ فریال۔ فرید احمد۔ فریدہ۔  
 فضلہ فیصلہ رفیق۔ قاسم۔ قرہ چمن۔ قیس محمود۔ کامران۔ کریم بی  
 بی۔ کلثوم۔ کتول۔ کنیزہ۔ کوثر پروین۔ کوثر۔ لاریبہ۔ مادیہ۔ مارنہ۔  
 مجتبیٰ۔ حسن طارق۔ حسن علی۔ محمد اسلان۔ محمد حفیظ۔ محمد علی۔ محمد  
 طارق۔ محمد یعقوب۔ مرتضیٰ کاشف۔ مریم منظور۔ حزل بی بی۔ حزل  
 رسول۔ حسرت شاہد۔ حسرت جہاں۔ حسرت منظور۔ سز کوثر خالد۔  
 مصباح محمد۔ محسن۔ محمد اسد۔ محمد تقیہ۔ محمد خالد۔ محمد رمضان۔ محمد  
 ایصال محمد اشرف۔ محمد ضیاء محمد عبدالحق۔ محمد نسیم چوہدری۔  
 محمد پرویز عالم محمد عظیم محمد قرہ۔ سز دلوار۔ سز سلیم سز شہناز  
 عمر۔ مظفر۔ معاذ احمد۔ محمد شرفیہ محمد شکیل۔ محمد شہباز محمد صابر۔ محمد  
 ظہیر۔ محمد شکیل۔ محمد احمد۔ محمد شریف۔ مشعل۔ میرین۔ مصباح علی۔  
 مظہر علی۔ متول بی بی۔ ممتاز احمد۔ ممتاز نسیم۔ مزہ۔ موز طارق۔ منیرہ  
 بی بی۔ منیر احمد۔ منیرہ مبوش۔ میاں غفور۔ میرب خالدہ  
 رفعت۔ نادیہ۔ نانکہ۔ نادیہ۔ نادم پانچی۔ نذیر نسیم۔ زنگ سلطانہ۔  
 نسین اختر۔ نسین اکرام۔ نسین۔ نسیم اختر۔ نسیم مظہر۔ نسیم۔  
 نصرت شہزاد۔ نصرت منظور شاہد نصرت۔ نظام الدین۔ نعمان  
 طارق۔ نعمت یعقوب نور الدین۔ نورین نعمان۔ نورین خورشید۔  
 وجیہ۔ وکادہ۔ وقاص۔ ولیہ۔ ولیہ۔ نسیم ہانیہ۔ یونس۔

**حیدرآباد:-** احسان الحق۔ احمد رضا احمد فیاض۔ اخلاق

احسن۔ ارباب جہاں۔ ارشد علی۔ ارشد۔ اسامہ سعید۔ اسد اشرف۔  
 اصغر بی بی۔ اکبر۔ اجازت۔ اقبال۔ اقرام۔ اکرام یوسف۔ اللہ۔ انجہ  
 علی۔ امجد احمد۔ امداد حسین۔ انکنہ حید۔ انعام احمد۔ انیس احمد۔ ایازہ  
 آبیہ۔ قائم۔ آفتاب۔ بشر۔ بیٹا پاشا ثوبیہ۔ جاوید بمبئی۔ جاوید  
 جمال الدین۔ جمیل خان۔ چندی بی بی۔ حلیٰ عبد الغفور۔ حافظ طاہر۔  
 حبیبہ جیلانی۔ حسنین احمد۔ حنا رشہ۔ خالد سمود۔ خدیجہ۔ خلیل احمد  
 خان۔ خورشیدہ عفت۔ دانیال علی۔ دانیال محمد۔ درخش علی۔ ڈاکٹر  
 سردار احمد۔ ذوالفقار احمد۔ ذیشان فیصل۔ راجہ رمضان۔ راجہ ضیاء

راجہ آصف شاہد۔ راشدہ جمیل۔ رحمت بی بی۔ رضوان۔ رضیہ نسیم۔  
 رفاقت۔ روینہ۔ ریاست۔ ریحان الدین۔ ریحانہ انتخاب۔ زویب۔  
 زہرہ خاتون۔ زہرہ زب۔ زینت۔ ساجد علی۔ وادیہ علی۔ سدرہ  
 سعیدہ۔ سلمان۔ سیرہ۔ سیرا رشہ۔ سنیہ۔ سید اشفاق۔ سید ایوب علی۔  
 سما خاتون۔ شہناز کتول۔ شاہدہ نسین۔ شائین۔ شہناز شجاعت۔  
 شریانی علی۔ شریانی بی بی۔ شرفیہ۔ شکیلہ۔ نسیم اختر۔ نسیم اشفاق۔  
 نسیم رؤف۔ شہباز۔ شہباز۔ شہزادہ۔ شیراز۔ صائمہ عفت۔ صائمہ  
 ریاض۔ صدف بخٹی۔ صدیقہ نایب۔ صفیہ۔ طاہرہ علی۔ ظفر احمد  
 حسن۔ عابدہ عارفہ صدیقی۔ عاصم کوثر۔ عاصم طارق۔ عاصف قرہ۔  
 عاصف۔ عاشرہ اشفاق۔ عاشرہ۔ عبد الرشید۔ عبدالغفار۔ عبد اللہ۔  
 عبدالہادی۔ قتیق۔ عدنان و نسیم۔ علیہ عفت۔ علیہ۔ عرفان اکرام۔  
 عرفان محبوب۔ عرویس طاہرہ۔ عزیز۔ عفت یا سمن۔ عفت جہاں۔  
 شازیہ۔ شہناز علی۔ علی احمد۔ علی حسن۔ عمیر مشتاق۔ غفران۔  
 غلام مدنی۔ طاہرہ۔ قانکہ۔ فدا حفیظ۔ فرح ناز۔ فرحت حسین۔  
 فضیلہ۔ فوزیہ۔ فہدہ۔ فہمیدہ نسیم۔ قاسم جیلانی۔ قمرالقرن کاشف۔  
 کاشف اسماعیل۔ کوثر کبکشل۔ گلزار۔ گل اشکان۔ ماجدہ مادیہ۔  
 محسن۔ محمد احسان الحق۔ محمد احسن۔ محمد احمد۔ محمد افضل۔ محمد اکرام محمد  
 الیاس۔ محمد امیر۔ محمد بشیر۔ محمد جواد۔ محمد حسین۔ محمد مزہ غنی۔ محمد  
 رفیق۔ محمد سلیم محمد صابر۔ محمد صدیق۔ محمد عمر۔ محمد عمیرہ رضوان۔ محمد  
 عتاد۔ محمد ناصر محمد ارشد علی۔ عتاد احمد۔ عتاد مدیحہ۔ حزل۔ مشتاق  
 احمد مطلوب حسین۔ مقبر حسین۔ معروف عالم مقرب۔ منصور احمد۔  
 منور سرور۔ منیرہ۔ مہتاب۔ مہر جمیل۔ مبوش۔ نادیہ اجازت۔ نادیہ  
 جیلانی۔ نازش نواز۔ نازیہ۔ نازیہ۔ نسیم علیہ۔ نسیم عظیم یعقوب۔ نذر خان۔  
 نریت عارفہ نسیم اختر۔ نسیم الہم۔ کشہ انوار۔ نصیب التملہ نصیب  
 خان۔ نصیر۔ نسیم عاقل۔ نسیم سرور۔ نجف۔ نور نادیہ۔ نوید سرور۔  
 و نسیم ہاجرہ پروین۔ ہدون۔ سارہ خان۔

**گجرات:-** احسن۔ اکبر اقبال۔ احمد نسیم۔ احمد اسلان۔ ارشد۔  
 ارشاد۔ اسد اللہ۔ اسد علی۔ اجازت احمد۔ اجازت۔ اقبال احمد۔ اقبال۔ اقصیٰ  
 منصور۔ الطاف۔ ام سلمیٰ۔ انیقار۔ امیر حفصی۔ انس۔ آسیہ۔ آصف  
 نازہ۔ بابر۔ بتول۔ بشر۔ پاشا پرویز اقبال۔ سلج۔ شمیمہ احمد۔ شمیمہ  
 نازہ شہزادہ خالد۔ شمن جواد۔ شہ گل۔ جان محمد۔ جلیل الدین  
 مرحومہ جمیلہ۔ جہانگیر۔ حدیث نسیم۔ حدیث حر حینہ۔ حمادہ  
 حمیدہ خرم۔ خلیبہ خورشید نسیم۔ دانش سلیم۔ دانش۔ درخش۔  
 درمین احمد۔ دشتاو۔ راجہ۔ راجہ۔ راحت۔ راجیلہ۔ راشدہ  
 رخشانہ۔ رخشاہ طارق۔ رضوان۔ رفاقت۔ رفیقہ۔ روینہ۔ روزی۔  
 زریہ۔ زہرہ زہرہ زین العابدین۔ زینبہ ساجدہ۔ سجادہ سلام۔  
 سلطانہ۔ سلمان۔ سلمیٰ نسیم۔ سلیمان۔ کبیرا سلیم احمد۔ سرین حنیفہ

سونگل - سپید انصار - سہیل - سیدہ خورشید بیگم - شازیہ - نسیم - شازیہ  
 کنول - شاہ عالم - شاہد نسیم - شاہدہ - شانہ نواز - شہیر احمد - شہین  
 کنول - شہرینہ - شفقت علی شاہ - شکیلہ الیاس - شکیلہ بیگم - شہشاد -  
 شہیم جہاں - شہیم - شہاب - شہزادہ اسماء - شہزادہ علی اکبر - شہزادہ  
 شہناز اختر - شہناز بی بی - شہناز حسین مرحوم - شہناز خالدہ - شہناز علی -  
 شہبا - صابر - صادق مرحوم - صدف - صفیہ بیگم - صوفی محمد زمان -  
 طلعت - ظہیر بیگم - ظہیر بیگم - عاصمہ - عالمگیر - عالیہ - عامر حسین -  
 عامر شیخ - عامر - عائشہ خان - عائشہ حسن - عائشہ الطہر - عباس -  
 عبدالحق - عبد الباق - عبد الرحیم - عبد القادر - عبد القادر - عبد القادر -  
 عبد الغنی - عبیدہ - عبد اللہ - عبد الجبار - عبد الوہید - عتیق رانا - عتیق حمید -  
 عدیلہ نواز - عدیلہ باب - عروج - علیم الدین - علیم تیمور - علیم حسن -  
 غزالہ - بھاجی - غلام فاطمہ - فاطمہ - فاطمہ - فاطمہ - فرح نوشین -  
 فرحمن - فرزانہ - فرح طاہر - فرقان - فریدہ جمال - فریدہ فوزیہ  
 شاہد - فوزیہ - قاسم - کاناٹ - کینز فاطمہ - کوثر باہی - کوثر پروین -  
 کھف - لاریب - قرم - لانیہ - نسیم - رابعہ - ماریہ - ارشدہ - حسن خان -  
 حسن - محمد امیر - محمد توفیق - محمد رفیق - محمد شفیق - محمد شہزاد - محمد ظفر -  
 محمد کریم - محمد لطیف - محمد نعیم - محمد فیصل - محمد یوسف - محمود - مدیحہ -  
 مسرت - مکان - منیف - توصیف - مہناز اختر - مہوش - میر محمد - نازش  
 مراد - نازش - نازیہ - شہزادہ نازیہ - شہزادہ نازیہ - حمادہ - نازہ - ناصر - نائلہ  
 خان - نائلہ - زویب - نایاب - ندا کنول - نساء - نسیم - نسیم - نسیم  
 شاہد - نسیم - بانو نسیم - شائین - نصرت - نسیم - نگہت - نور زادی -  
 واصف - واصل - وقار احمد - واجد - نغمی - وجاہت - ریاض - وردہ احمد -  
 وردہ سلیم - وسیع اکرم - ہاجرہ - ہارون - ارشدہ - ہارون - شہناز - ہارون  
 دلاور - ہاشم - ہما - فراز - یوسف - مصطفیٰ - یونس - یوسف - محبوب -  
 یاسمین - یاسمین - یاسین - یونس -

راولپنڈی / اسلام آباد : - آصف جاوید - آصف  
 خان - آصف عباس - اویس محمد ملک - باہی نگہت پروین - بشیر بیگم -  
 بلاول حسین - بنت حوا - بہرہ زیدہ - بیتش حسن - بیتش عامر - تاج -  
 تنویر اقبال - ثریا - ثویب - تبسم - حافظ مہناز - حسن اختر - حمیدہ - حمیرا -  
 خالدہ محمود - خالدہ بی بی - خالدہ بیگم - خورشید بی بی - خورشید بی بی -  
 یوسف - خورشید بیگم - دانیال - محمد ذوالفقار - ذیشان محمد ملک - راجہ بی بی  
 بی - رابعہ - راءدہ اقبال - رحمت بی بی - رحیم جان - رضیہ بیگم - اجمل -  
 رقیہ بی بی - اشرف روینہ - ربیعہ بی بی - ربیعہ بی بی - زبیدہ بی بی - زبیدہ -  
 زیب بی بی - سائرہ - سبط الحسن - سنین - سحر شہزاد - سردار ہانو -  
 سردار بی بی - سرور جان - سعیدہ - سکندر انوان - سکندر خان -  
 سکینہ بی بی - سلطانہ بیگم - سلمان حیدر - سلیم حیدر - شازیہ - شانہ  
 کنول - شانت - شادان بی بی - شہانہ رشید - شہانہ - شہیرہ - شہینہ - کمال -

شرجیل - شفقت - شگفتہ ناز - شمسہ بی بی - شمسہ حسن - شمیم اختر -  
 شمیم - شہناز بلوچ - شہال بی بی - صائمہ ملک - صائمہ - صدیقہ  
 بیگم - صفورہ بیگم - صفیہ بیگم - طاہرہ سعیدہ - طاہرہ محمود - ظہیر عباس - ہت -  
 عابدہ پروین - عاشق حسین - ہت - عاصمہ طاہر - عامر حسین - ہت - عامر  
 حسین کریمی - عائشہ اقبال - عائشہ حسن - عائشہ مسعود - عبد القادر -  
 عبد الرزاق - عبد العزیز - عبد القادر - عبد المعید - عبیدہ اللہ - عدنان -  
 عذرا سلطانہ - عذرا - عصمت حسین - علی حسن - عمران جاوید - عمران -  
 فاطمہ تبسم - فائزہ مجاہد - فائزہ حسن - فتح بی بی - فرح اقبال - فرحت  
 یاسمین - فوزیہ اشرف - فیروزہ بی بی - قدسیہ - قمر عباس - ہت - قمر  
 فاروق - قیسرہ بی بی - کاشف جاوید - کاشف - کامران جاوید - گل  
 فرین - ہارہ - مبارک الہی - محمد اذکار - محمد اشرف - محمد افضل - محمد  
 اقبال - محمد ذیشان - محمد رفیق - محمد شہناز - محمد عابد - محمد علی - ہت - محمد  
 عمر - محمد فراحت - محمد عمار - محمد عزیز - محمد یقوب - محمد یوسف - محمودہ  
 بیگم - مختار ملک - مسرت - مسعودہ - مسعودہ احمد گل - مصباح - مظفر بی بی  
 بی - مظفر بیگم - ممتاز بیگم - منیر احمد - موحدہ - مومنہ احمد - مہوش  
 شاہد - قائمہ - طاہرہ - ناصر خان - نایبہ حمید - نجیبہ - ندیم احمد - ندیم  
 حمید - نسائی بی بی - نسیم بی بی - نسیم - نسیم اختر - نسیم بیگم - نصرت بی بی  
 - نصرت پروین - نصرت کمال - نعمان حسن - نعیم احمد - نعیم حمید -  
 نقاش حسن - نگہت ملک - نور جہاں - نوشاہی خان - نوید حمید -

**فیصل آباد:** - آبیہ سر فراز - آفتاب جمال - اللہ بخش -  
 احمد حسین - احمد سلمان - احمد مسعود - ارشد فیاض - ارم خوشنود - ارم  
 شائین - اریبہ - اسد - اسماء مسعود - افشال صادق - اقرا اختر - أم حبیبہ -  
 أم کلثوم - انجم ہمال - انجم سر فراز - انجم - انور خان - انور مقصودہ - باسط  
 عزیز - بشری جاوید - بشری شیخ - پروین اختر - تحریم شیخ - تنویر احمد - جابر  
 حفیظ - جاوید اقبال - جمیل اختر - حامی عزیز - حریم شیخ - حمیرا یاسمین -  
 خالدہ محمود - خالدہ محمود - خرم سر فراز - خوشنود احمد - ذکیہ - ذوالفقار  
 علی - ذیشان فاروقی - زینبہ خاتون - راج بیگم - راحت حسین - راشد  
 گل - راشد میر - رضوان احمد - رضوان - رفعت شائین - رقیہ شائین -  
 روینہ شائین - زاہدہ نسیم - زاہدہ یاسمین - زاہدہ احمد - زین تاج - زیب  
 النساء - ساجد جاوید - ساجد حسین - ساجد علی - ساجد منیر - سر فراز اللہ  
 خان - سر فراز خان - سعد حسین - سعیدہ کنول - سعیدہ شازیہ - اعظم -  
 شازیہ ماجد - شاہ میر - شاہد اقبال - شاہدہ یاسمین - شیرازہ صفیہ - طارق  
 محمود - عابدہ صادق - عاشق رفیق - عاطف اسماعیل - عامر اقبال - عباس  
 فاروقی - عبد الرزاق - عبد الرشید - عبد السلام - عبد الملک - عدنان -  
 عدیل اختر - عذرا مقصودہ - عذرا نواز - عرفات احمد - عرفان فاروقی -  
 عظمیٰ نیاز - علی عمران - عمران خان - عمیر ارم - عمیرین السلم - فدوا -  
 فرخ زہیب - فیصل خوشنود - گلاب دین - گلزار بی بی - گلفرین تلپور -

اصغر۔ طور فاطمہ۔ طیبہ۔ صائمہ۔ عائشہ۔ عارف۔ عاصم۔ علی۔ عاصف  
 حیدر۔ عبد القدوس۔ عبد اللہ۔ عبد الرحمن۔ عبید انور۔ عتیق الرحمن۔  
 عرشہ عمیر۔ عشرت۔ عطیہ نعمان۔ علی حسین۔ علی۔ علیشہ۔ غزالہ۔  
 غلام شبیر۔ فائقہ۔ فاطمہ۔ فرخ عباد۔ فرخ قاسم۔ فرزانہ۔ فضل بی بی۔  
 فوزیہ۔ فہیم۔ فیروزہ بی بی۔ فیصل حیات۔ قمرہ بانو۔ قمر اللہ۔ کاشف  
 جاوید۔ کاشف حیات۔ کامران اعجاز۔ کامران واجد۔ کلثوم بی بی۔ کوثر  
 وہاب۔ کول ریاض۔ کول شاہ۔ کول علی۔ گلشن ضمیر۔ لطیف خان۔  
 اللہ دتہ۔ اللہ رکھا۔ مبشر علی نصرت جمیل۔ سخی الرحمن۔ مجاہد ظفر۔  
 مجید مجاہد۔ محسن خان۔ محمد اسلم راحت۔ محمد اکرم۔ محمد حنیف۔ محمد  
 رفیق۔ محمد ظفر اقبال۔ محمد نعیم۔ محمد وسیم۔ محمد یونس حامد۔ محمد یونس۔  
 مدثر فرید۔ مریم۔ مزل فرید۔ مصطفیٰ چوہدری۔ ملک جہد۔ ممتاز۔  
 منان۔ نبوش۔ نادیہ۔ نایب اختر۔ نجمہ۔ نسرتین۔ نسیم۔ نصرت۔ نعمان  
 طارق۔ نعیم۔ نورین نعمان۔ نوید طاہر۔ نوید طاہر۔ ولید خالد۔ ڈاکٹر  
 یحییٰ۔ ہمنہ شاہد۔

**گجرات :-** آغا شاہد۔ ارشاد بی بی۔ اقبال۔ ہار صدیق۔ بلقیس  
 اختر۔ تنویر المصطفیٰ۔ تنویر حسین۔ جاوید بشید۔ جاوید اقبال۔  
 جاوید احمد۔ جمال بی بی۔ حافظ محمد اصغر۔ حسین بی بی۔ حکیم محمد ارشد۔  
 خورشید بی بی۔ داؤد احمد۔ راجہ بی بی۔ راشد محمود۔ رضوان علی۔ رضیہ  
 بیگم۔ رحمت زاہد۔ زینبہ اختر۔ سائرہ۔ ساجدہ۔ سارہ۔ سردار بی بی۔  
 سعید اختر۔ سعیدہ بانو۔ سکینہ بی بی۔ سلیم احمد۔ شاہ بیگم۔ شاہد  
 صدیق۔ شریف بی بی۔ شاکلہ جمین۔ شمیم ہادون۔ شہناز کوثر۔ شہناز۔  
 صفدر حسین۔ صفیہ بیگم۔ صفیہ ناز۔ طاہر اصغر۔ طیبہ عنصر۔ ظفر  
 اقبال۔ ظہیر اقبال۔ عالیہ بانو۔ عارفہ جمین۔ عامر شاہ۔ عبدالغفار۔  
 عنبرین۔ غلام فاطمہ۔ فیاض حسین۔ قمر سلطان۔ کاشف مجاہد۔ مبشر  
 حسین۔ محمد اشرف۔ محمد شفیق۔ محمد عامر۔ محمد کاشف۔ محمد نواز۔ محمد  
 یوسف۔ محمد یونس ہت۔ مدیحہ شاہدہ فاروق۔ مرزا بشیر احمد۔ سز  
 پروین۔ مقبول احمد۔ منظورہ۔ ملک محمد انوار۔ منظور بی بی۔ نیلاب۔ نجمہ  
 انساہ۔ ندیم اختر۔ نذری بی بی۔ نصیبہ بی بی۔ نگہت بی بی۔ نوید اختر۔ ڈاکٹر  
 سلیم۔ ڈاکٹر غلام ربانی۔ ہادون جمیل۔ یاسر اقبال۔

**سکھو :-** اعجاز ملک۔ اقبال مرتضیٰ۔ الیاس۔ امیر حبیب۔  
 ایمن۔ بلال احمد۔ بی بی فاطمہ۔ بیتش شفیق۔ پروین۔ شریا خان۔ شہا۔  
 جمیل حسین۔ جویریہ اسد۔ حمیرہ۔ رانی۔ رخسانہ حبیب۔ رضیہ بیگم۔  
 ریحانہ۔ زریزہ بانو۔ سعیدیہ۔ سلٹی۔ سمیرا بانو۔ سید عظمت علی شاہ۔ سید  
 صدف۔ شازیہ۔ شہینہ کوثر۔ شکیلہ اسد۔ شہناز خانم۔ شیر گل۔ صالحہ۔  
 سالمہ۔ صائمہ۔ صدف عمران۔ صنم۔ صوبیہ گل خان۔ صوبیہ  
 ریحان۔ عبداللطیف۔ عتیقہ۔ فرح ناز۔ فرزانہ جمیل۔ فوزیہ  
 فیض۔ ڈاکٹر۔ کزنہ۔ محمد اسلم۔ محمد اشرف۔ محمد پرویز۔ محمد حفیظ۔

گلزار عظیم۔ لبنی شاہین۔ محسن۔ محمد اختر۔ محمد ارشاد۔ محمد اسلم۔ محمد  
 آصف۔ محمد افضل۔ محمد اقبال۔ محمد شفیق۔ محمد شفیق۔ محمد کلیل۔ محمد  
 صادق۔ محمد عثمان۔ محمد عزیز محمد عظیم۔ محمد مسکن۔ محمد نعمان۔ محمد  
 نواز۔ مدثر احمد۔ مریم جان۔ مسرت جہاں۔ مصباح۔ ملک عابد۔ مہرین  
 شیخ۔ مہرین فاطمہ۔ میاں محمد۔ نازیہ حکیم۔ نازیہ کتول۔ نصیر احمد۔  
 نصیر الدین۔ نعمان۔ نگہت جمین۔ نگہت طاہرہ۔ نور خانم۔ نور البشیر۔  
 نورین فاطمہ۔ نوشین اسلم۔ نوید اسلم۔ نوید حسین۔ نویدہ۔ وقار احمد۔  
 وقاس شاہد۔ وقار عدیل۔ یاسین اختر۔

**ملتان :-** آپا منظور اللہ۔ ارسلان۔ ارشد۔ ارم۔ اسد۔ اسلم۔  
 آصف۔ آفرزو۔ اقبال۔ امام الدین۔ امان اللہ۔ آمنہ۔ امیر گل۔ امیر  
 خان۔ ایملہ۔ بشیر۔ شمیمہ۔ جان محمد۔ جعفر۔ حاجی غلام رسول۔ حافظ  
 قربان۔ حسن بخش۔ حسن علی۔ حسین علی۔ علیم۔ حمادہ خدیجہ۔ دانش  
 نیاز۔ ذکوانوز دین محمد۔ ذوالفقار۔ راجہ رضوان۔ راجیلہ۔ رخسانہ۔  
 رضیہ۔ رمضان۔ روشن۔ ریحانہ۔ رشیم۔ ساجدہ۔ سبحان بیگم۔ سجاد  
 حسین۔ سجاد علی۔ سعید۔ سکندر۔ سلیم خان۔ سلیم احمد۔ سلیمان۔  
 سمیرہ۔ سخی اللہ۔ سخی سوسل۔ سونیا۔ شاکتہ۔ شازیہ۔ شاہد علی۔  
 شہانواز۔ شبیر۔ شاکلہ۔ ششاد۔ شہناز۔ صبور۔ صدوری۔ الطاف۔  
 عائشہ۔ عابدہ جتوئی۔ عابدہ عامر۔ عبد الغنی۔ عبد القدیر۔ عبد المالک۔  
 عثمان۔ عطاء اللہ۔ علی گوہر۔ عمار۔ غزال۔ غوث بخش۔ فاضل۔  
 فاطمہ۔ فرزانہ ارشد۔ قرۃ العین۔ کائنات۔ گل شیر۔ مادیہ۔ ماریہ۔  
 مبارک علی۔ مجتبیٰ شاہ۔ محسن عباسی۔ ملک طاہر۔ منظور  
 احمد۔ منظور الدین۔ منور۔ مہران۔ میرزاوی۔ نازیہ۔ نایبہ نعیم۔  
 نواب خاتون۔ نور محمد۔ نوید۔ نیاز محمد خان۔ نیک محمد۔ وحید۔ وقار۔

**سیالکوٹ :-** آمنہ۔ ابرار خان۔ اجمل ہت۔ اجمل رسول۔  
 احمد حسین عابد۔ ارشاد بی بی۔ ارشاد بیگم۔ آسامہ تیمور بن سعید۔ اسلم۔  
 اسامہ قر۔ اقبال بیگم۔ اقبال شاہد۔ احمد عباس۔ امینہ بیگم۔ امینہ خاتون۔  
 ایمنہ عمیر۔ ایملہ جاوید۔ اویس۔ بشارت۔ بلال۔ بیگم اسلم۔ تنسیم۔  
 تنزیلہ۔ تنویر عباس۔ تاجب۔ فریاد بیگم۔ تمیزہ کوثر۔ تمیزہ جواد۔ جمشید  
 ریاض۔ جمیلہ۔ جواد چوہدری ریاض۔ چوہدری غلام نبی۔ چوہدری  
 فرخ۔ چوہدری لیاقت۔ چوہدری محمد اکرم۔ حافظ نعمان۔ حسن علی۔  
 حلیمہ۔ حنا خانم۔ حنا جمیل۔ حنان۔ خالد۔ رحیم۔ رخسانہ۔ رخشیدہ  
 اعجاز۔ رضوان بی بی۔ رضیہ بیگم۔ رقیہ حامد۔ رمنا۔ روینہ۔ روزینہ۔  
 زریزہ۔ زینت۔ ساجدہ۔ ساجدہ ستارہ جمین۔ سجاد۔ سدرہ۔ سر فراز۔  
 سعیدیہ۔ پروین۔ سعیدہ۔ سفینہ۔ سلٹی ظفر۔ سلٹی شازیہ۔ شاہد اقبال۔  
 شاہدہ فاروق۔ شاہدہ پروین۔ شریفہ۔ شگفتہ پروین۔ شاکلہ۔ شمشیر۔  
 شمیم۔ شہناز بیگم۔ شہناز شہداد خان۔ شہلا۔ شہناز احمد۔ صائمہ خانم۔  
 صائمہ فیصل۔ صائمہ۔ صبا۔ صہابہ اکبر۔ طاہر محمود۔ طاہرہ محمود۔ طاہرہ

# افتخار

## روحانی نیشن کی سرگرمیوں پر مسبئی رُوداد

### یوم وصال

## حضرت بابا تاج الدین اولیاء علیہ السلام

رپورٹ: آصف کامران تصاویر: عبدالرحمان

سلسلہ عظیمیہ کے زیر اہتمام بابا تاج الدین ناگپوریؒ کے یوم وصال کی تقریب 17 اگست 2014ء بروز اتوار، عظیمیہ جامع مسجد سرجانی ٹاڈان، کراچی میں منعقد ہوئی۔

ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ، ”بابا تاج الدینؒ جیسی برگزیدہ ہستیوں کو عرفان الہی کے راستوں کی رہنمائی فرماتی ہیں۔ امام سلسلہ عظیمیہ

تقدیر بابا اولیاء پر بابا تاج الدینؒ کی خصوصی شفقت اور نظر کرم رہی ڈاکٹر وقار یوسف عظیمی نے مزید فرمایا کہ آج عالم اسلام کو جن چیلنجز اور سازشوں کا سامنا ہے ان کا

پیش کی۔ پروفیسر احمد ظفر علی اور گل نسرین نے بابا تاج الدینؒ کی حیات، تعلیمات پر مقالے پیش کئے۔ پروگرام کے اختتام پر درود سلام کا نذرانہ پیش کیا۔

صل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روحانی علوم کے وارث اولیاء کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔

یہ بھی ضروری ہے کہ ہم آنے والی نسلوں کو تصوف کی تعلیمات و دلائل اور جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے بتائیں۔ اس عمل کا آغاز اپنے اپنے گھروں سے کریں۔

فہم ازیں تقریب کا آغاز قاری کاشف قریشی نے تلاوت کلام پاک سے کیا۔ نعت رسول مقبول ﷺ پیش کرنے کی سعادت جنید چشتی اور نوارہ مختار نے حاصل کی۔ زیرک عثمان، سید انعام، ذیشان ذاکر، جنید چشتی اور حصد نے بابا تاج الدینؒ کی شان میں منقبت





اسلام آباد: (رپورٹ: آصف جاوید)

مراقبہ ہال راولپنڈی اسلام آباد کے زیر اہتمام 17 اگست 2014ء کو حضرت بابا تاج الدین ناپوریؒ کا یوم وصال عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ پروگرام کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن مجید اور بارگاہ نبوی ﷺ میں ہدیہ نعت سے ہوا، حضرت بابا تاج الدین ناپوریؒ کی حیات و تعلیمات پر مقالے اور مقبت پیش کی گئیں۔ آخر میں نگران مراقبہ ہال قاضی مقصود احمد نے خطاب کیا۔

سانگھڑ: (رپورٹ: محمد الیاس)

فراز، ارشد علی، ڈاکٹر مہرین، یاسمین اور امبرین نے حضرت بابا تاج الدین ناپوریؒ کی حیات و تعلیمات پر مقالے پیش کیے۔ آخر میں نگران مراقبہ ہال شوکت علی نے خطاب کیا۔ نظامت کے فرائض غلام شبیر نے ادا کیے۔

گلاسگو، انگلینڈ:

سلسلہ عظیمیہ، مراقبہ ہال گلاسگو کے زیر اہتمام 17 اگست 2014ء کو حضرت بابا تاج الدین ناپوریؒ کا یوم وصال منایا گیا۔ تلاوت قرآن مجید اور بارگاہ نبوی ﷺ میں ہدیہ نعت کے بعد قرآن مجید، درود شریف اور دیگر



سلسلہ عظیمیہ، مراقبہ ہال سانگھڑ کے زیر اہتمام 17 اگست 2014ء بروز اتوار حضرت بابا تاج الدین ناپوریؒ کا یوم وصال عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ پروگرام کا آغاز تلاوت قرآن مجید سے ہوا جس کی سعادت نصرت

اورادو و خانقہ کا ایصال و ثواب پیش کیا گیا۔ پروگرام کے اختتام پر درود سلام کا نذرانہ پیش کیا۔

علی نے حاصل کی بارگاہ نبوی ﷺ میں ہدیہ نعت بہادر علی نے جبکہ منقبت اظہر حسین نے پیش کی۔ وحید احمد،

# آدم ڈے 2014ء

لندن، انگلینڈ:

ایسٹ ہیملٹن ہال لندن میں عظیمیہ فاؤنڈیشن اور مراقبہ ہال لندن کے زیر اہتمام آدم ڈے کی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں مختلف مذاہب، عقائد اور مکاتب فکر کے درمیان ہم آہنگی، محبت اور بھائی چارہ کے فروغ پر زور دیا گیا۔ اس تقریب میں لارڈ قربان حسین، منسٹر پاکستان انسٹیٹیوٹ ڈاکٹر اسرار حسین، سینیٹر لوئس کونسل محمد فاروق، کانسلر ندیم علی والتھم فارمٹ، کانسلر مسعود احمد، شاس شیبان ( لبرل ڈیموکریٹ ومبلنڈ)، پنڈت ارن کمار، پادری بریٹو بیلوئڈن، ریونڈ



ہیملٹن، تجویر سنگھ، ہرمیندر سنگھ، ربی ڈیوڈ بلبرٹ اور پادری ڈیسن ہال شریک ہوئے۔

خاندانہ سلسلہ عظیمیہ خواجہ شمس الدین عظیمی نے اپنے ریکارڈ پیغام میں فرمایا۔ ” اللہ نے آدم کی تخلیق فرمائی تو شیطان نے اس کی مخالفت کی اور تکبر کا اظہار کیا۔ اسی لمحہ سے شیطانی طرز فکر کا آغاز ہوا جو آج بھی ہمارے معاشرے میں حسد، لالچ، نفرت اور تفرقہ بازی کی صورت میں موجود ہے۔ ہم سب آدم اور حوا کی اولاد ہونے کے ناطے بھائی بھائی ہیں۔

اس موقع پر مختلف مذاہب کے رہنماؤں اور نمائندوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور آدم ڈے کی تقریب کو سراہتے ہوئے کہا کہ وقت کی اہم ضرورت

ہے کہ ہم سب بلا تفریق مل جل کر رہیں اور ایک دوسرے کے کام آئیں۔ دوران پروگرام مشہور گلوکار روشن عباس اور ایفرو سیمفنی نے امن کے گیت پیش کیے۔ قبل ازیں پروگرام کا آغاز مدبر قریشی اور محترم قریشی نے تلاوت قرآن پاک سے کیا۔ نگراں مراقبہ ہال لندن محمد علی شاہ نے مہمانوں کا استقبال کیا، عبدالرؤف نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ تقریب کے اختتام پر فرحان علی شاہ نے تمام مہمانوں اور کارکنان نے شکریہ ادا کیا۔

مانچسٹر، انگلینڈ:

سلسلہ عظیمیہ کے زیر اہتمام شیرڈن سویٹ، مانچسٹر میں آدم ڈے کی تقریب منعقد ہوئی۔ جس میں مختلف مذاہب، عقائد اور مکاتب فکر کے افراد نے



شرکت کی۔ اس تقریب میں مانچسٹر کی ڈیپٹی لیفٹننٹ کیرن فلپس، مانچسٹر کی لارڈ میئر سوزن کوئی، اولڈہم کے میئر فردا حسین، اسٹاک پورٹ کے میئر کیون ہوگ، یورسپین پارلیمنٹ کے رکن افضل خان کے علاوہ قادر فلک شیر، سریش مہتا، بیٹھہر فلپہر اور مولانا عبد الغفار مدنی نے اپنے اپنے مذاہب کی تعلیمات کے حوالے سے آدم کی اولاد میں اخوت اور بھائی چارہ کا تذکرہ کیا اور تمام انسانیت کے باہمی تعلق کو مضبوط کرنے پر زور دیا۔ سلسلہ عظیمیہ کے مرشد حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کے خصوصی خطاب کی ویڈیو دکھائی گئی۔

دوران پروگرام جرمی فلپس اور جانو کا انجیلانے امن کے گیت پیش کیے۔ محمد صدیق اور ساتھیوں نے خداوند کریم کی حمد اور استغفار پر مبنی ایک گیت پیش کیا اور آسیہ ثمن نے صوفی کا مہر مبنی گیت پیش کیا۔

متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا اس کے علاوہ ندیم اسمن، سیدہ زارا، ہماخان، عرفہ خان، حمیرہ خان اور امرت فاطمہ نے مقالات پیش کیے۔

### بقیہ: روحانی سوال جواب

ابعد کے طول و عرض کو مشاہدہ ہی نہیں بلکہ ان کی مکابہت کو محسوس بھی کرتی ہے۔ ماہرین روحانیت اسی تھمشل کو بیوی کہتے ہیں۔ دراصل یہ محسوسات کا ڈھانچہ ہے جس میں وہ تمام اجزائے ترتیبی موجود ہوتے ہیں۔ جن کا ایک قدم آگے بڑھنے کے بعد جسمانی آنکھ اور جسمانی لاسہ باقاعدہ احساس کرتا ہے۔ چیز کی موجودگی پہلے ایک تھمشل یا بیوی کی شکل و صورت میں ہوتی ہے اس کو نسمہ مفرد کہتے

مراتبہ بال نیو یارک کی جانب سے اس سال بھی آدم ذمے کی تقریب منعقد گئی۔ تقریب کا آغاز حسین ارشد نے قرآن پاک کی تلاوت سے کیا۔ تھمشل ارشد نے ہدیہ، نعت پیش کی۔ مگر اس مرتبہ ہال و قار عباس نے خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ یوم آدم کی مناسبت سے خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کاریکار ڈی پیغام اسکرین پر پیش کیا گیا۔ اس موقع پر سینٹ پیٹرک چرچ کے قادر کولس اونانج، راجانی اسکالر فریڈنگلین بلیکر، ڈاکٹر ہرش بھاسن، میری میکیم، ڈاکٹر نوہ مہانی نے ہم آہنگی کے





کے ساتھ قبول کر لیں۔

رشتے بہت مگر.....!!

☆☆☆

جواب: عشاء کی نماز کے بعد 101 مرتبہ سورہ بقرہ کی آیت 163 گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اچھا رشتہ آنے اور ازدواجی خوشیاں اور راحت و پرسکون زندگی کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل تو تے روز تک جاری رکھیں۔ نانہ کے دن بعد میں پورے کر لیں۔

سوال: میری عمر پینتیس سال ہے۔ میں ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھے عہدے پر فائز ہوں۔ چند سال پہلے میری شادی ہوئی تھی۔ شوہر سے مستقل کشیدگی کی وجہ سے میں نے خلع لے لی تھی۔ اس سے میری ایک بیٹی ہے جو اب دو سال کی ہے۔

رات سونے سے پہلے گیارہ مرتبہ سورہ بقرہ کی آخری دو آیات، پانچ پانچ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر آنکھیں بند کر کے تصور کریں کہ آپ خانہ کعبہ کے صحن میں موجود ہیں۔ جب یہ تصور گہرا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا مقصد دل ہی دل میں بیان کریں۔ یہ عمل کم از کم ایکس روز تک یا چالیس روز تک جاری رکھیں۔ نانہ کے دن بعد میں پورے کر لیں۔ شوہر کا غصہ...

بیٹی کی نگہداشت کے لیے میں نے آیا رکھی ہوئی ہے جو میرے ساتھ ہی رہتی ہے۔ والد صاحب چچپن میں انتقال کر گئے تھے اور والدہ کا میری شادی کے بعد انتقال ہو گیا تھا۔ بہن بھائی اپنی اپنی دنیاؤں میں لگن ہیں۔ میں دوسری شادی کرنا چاہتی ہوں۔ میرے کئی ایک رشتے بھی آئے ہیں لیکن زیادہ تر نے مجھ سے زیادہ میری جاب اور پیسے کو اہمیت دی۔ ایسے رشتوں کو میں نے منع کر دیا، کچھ رشتے میری بیٹی کی وجہ سے منع ہو گئے۔

میں چاہتی ہوں کہ میرا رشتہ کسی مخلص اور ایماندار شخص سے طے ہو جائے اور وہ مجھے میری بیٹی

☆☆☆

سوال: میری شادی کو تین سال ہو گئے



ستمبر 2014ء

کنٹرول ہو جائے۔

جواب: عشاء کی نماز کے بعد آتالیس مرتبہ

سورہ آل عمران کی آیت نمبر 134 میں سے

وَالْمُكَذِّبِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ

وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر شوہر کا تصور کر کے دم کر دیں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

صبح آتالیس مرتبہ اسم الہی یا وَحْدُودُ گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلائیں۔ یہ عمل اکیس روز تک جاری رکھیں۔  
کئی بار توبہ کی لیکن.....!

☆☆☆

سوال: میری عمر تیس سال ہے۔ میری جسمانی

صحت ٹھیک نہیں ہے۔ اس کی وجہ میری اپنی غلطیاں ہیں۔ میری طبیعت میں سستی رہتی ہے۔ گال چمکے ہوئے ہیں۔ آنکھیں دھنسی ہوئی ہے۔ چہرے پر ہوائیاں اڑتی نظر آتی ہیں۔

میں کسی سے نظر ملا کر بات نہیں کر سکتا۔ لوگوں کے سامنے سر جھکا کر بیٹھا رہتا ہوں۔ مستقبل مزاجی اور خود اعتمادی کی بے انتہا کمی ہے۔ میں پندرہ سال کی عمر سے بے راہ رہی کا شکار ہوں۔ کئی بار توبہ کی لیکن اس عادت کو چھوڑ نہیں پایا۔

جواب: صبح بہت سویرے بیدار ہو جائیں۔ شمال رخ کھڑے ہو کر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے گیارہ مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھیں۔ اس کے بعد اپنا رخ مشرق کی سمت کر لیں اور ناک سے آہستہ آہستہ سانس اندر لیں۔ جب سانس کھل ہو جائے تو آہستہ آہستہ منہ کے

ہیں۔ شروع کے ان تین برسوں میں ایک دن بھی سکون سے نہیں گزرا۔ میرے شوہر غصے کے بہت تیز ہیں۔ غصہ کی حالت میں انہیں ہوش نہیں رہتا کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔

کبھی کھانے میں کوئی چیز پسند نہ آئے یا ان کے مزاج کے مطابق کھانا نہ پکا ہو تو کھانا برتن سمیت دیوار پر مار دیتے ہیں۔ غصہ میں اکثر گلاس اور پلیٹیں بھی توڑتے رہتے ہیں۔

غصہ کرنے کی عادت انہیں شروع سے ہی ہے۔ والدین کی اکھوتی اولاد ہونے کی وجہ سے بہت لاڈ و پیار اور ناز و نخرے سے ان کی پرورش ہوئی۔ میرے سسر اور ساس بھی ان کے غصے کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔

اکثر خاندان کے لوگوں کے سامنے گھر کے کسی بھی فرد کی بے عزتی کر دیتے ہیں۔ گالیاں بکتے ہیں اور طعنے دیتے ہیں۔

میں شوہر کے غصے کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ جب میں پہلی مرتبہ حمل سے تھی تو کسی بات پر شوہر نے غصے میں مجھ سے پہلے بدکلامی کی پھر گالیاں دیں اور پھر مجھے مارنے لگے۔ اس دوران انہوں نے مجھے لاتیں بھی ماریں۔ اس مار پیٹ کی وجہ سے اور میرے شدید خوف زدہ رہنے کے باعث چند ہفتوں بعد میرا حمل ضائع ہو گیا۔

اس کے بعد سے مجھے ان سے بہت خوف آنے لگا ہے۔ میں دوبارہ امید سے ہوں۔ اب میں ان کی ہر بات پر من و عن عمل کرتی ہوں پھر بھی وہ غصہ کرنے سے باز نہیں آتے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ دوبارہ غصے سے بے قابو نہ ہو جائیں اور میرا لہا بننے کا خوب ادھورا نہ رہ جائے۔

کوئی وظیفہ بتائیں کہ میرے شوہر کا غصہ

# عظیمی ریکی سینٹر..... تاثرات

(محمد شاہنواز۔ کراچی)

میں ایک تعلیم یافتہ اور ذہین نوجوان ہوں مگر معلوم نہیں کیوں ملازمت کے لیے جہاں بھی انٹرویو دینے جاتا تھا تو دوران انٹرویو ایسا لگتا کہ ذہن خالی سلیٹ کی مانند ہو گیا ہے۔ مجھے اپنا مستقبل تاریک نظر آنے لگا۔ گھر والے اور دوست احباب امید دلانے کے بجائے ہر وقت تنقید کرتے رہتے۔ اس دور میں ذہنی سکون ختم ہو کر رہ گیا تھا اور میں ڈپریشن رہنے لگا۔ دو سال کے بعد مجھے ایک جگہ ملازمت مل گئی لیکن ذہنی دباؤ کے سبب میں اپنے فرائض درست انداز میں سرانجام نہیں دے پایا۔ میرے ایک دوست نے میری ذہنی و نفسیاتی کیفیات جان کر مجھے مشورہ دیا کہ میں عظیمی ریکی سینٹر سے رجوع کروں۔ ریکی کے چند سیشن سے ہی میری ذہنی کیفیت میں بہتری آنے لگی۔ اعتماد میں اضافہ ہوا اور ڈپریشن میں بھی کمی آئی۔ میری اس مثبت تبدیلی کو گھر والوں اور دوستوں نے بھی محسوس کیا اور دفتر میں بھی میری کارکردگی بہتر ہوئی ہے۔

چونتیس سال اور میری عمر تیس سال ہو گئی ہے۔

ہمارے والد کا بارہ سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ بڑی دو بہنیں والد صاحب کی بہت چینی تھیں۔ والد صاحب کے انتقال کے بعد انہوں نے تعلیم کو خیر باد کہہ دیا اور خود گھر داری میں لگ گئیں۔ ہم دو چھوٹی بہنوں نے دن رات محنت کر کے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اب اچھی جگہ ملازمت کر رہی ہیں۔

بڑی دو بہنوں نے خود تو شادی نہیں کی لیکن ہمارا جب بھی رشتہ آتا ہے تو بڑی بہنیں گھر میں ایک طوفان کھڑا کر دیتی ہیں کہ رشتے کی بات آگے نہ چلے۔ اس کے لیے وہ ایسے ایسے جھکنڈے استعمال کرتی ہیں کہ ہمیں بتاتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ شاید وہ اس بات حسد کرتی ہیں کہ ہم اچھا پڑھ لکھ کر اچھی جگہ ملازمت کر رہی ہیں۔ اکثر والدہ صاحبہ سے جھوٹ بول کر ہمیں ذلیل کرواتی رہتی ہیں۔

ہم ایک عرصے سے یہ سب کچھ والدہ صاحبہ کی وجہ سے درگزر کر رہی ہیں مگر برداشت کی بھی ایک حد ہوتی

ذریعہ باہر نکال دیں۔ یہ عمل پانچ مرتبہ دہرائیں۔ اس کے بعد پندرہ منٹ واک کریں۔

کھانوں میں بادی، ثقیل اور گرم اشیاء مثلاً گائے کا گوشت، انڈہ، مچھلی وغیرہ استعمال نہ کریں۔

شیخ وقت نماز کی پابندی کیجئے اور عشاء کی نماز کے بعد گیارہ مرتبہ درود شریف اور گیارہ مرتبہ یا حی یا قیوم

کا ورد کر کے آنکھیں بند کر کے تصور کریں کہ آپ کے چاروں طرف سبز رنگ کی روشنیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ

مراتبہ بارہ تا پندرہ منٹ جاری رکھیں۔

اچھے دوستوں کی صحبت اختیار کریں۔ سیرت طیبہ اور صوفیہ کرام کے حالات پر مبنی کتب کا مطالعہ کریں۔ انشاء

اللہ آپ کو جذباتی تقاضوں کو اعتدال میں رکھنے میں کامیابی ہو جائے گی اور آپ کی صحت بہتر ہونے لگے گی۔

حسد کرنا چھوڑ دے

☆☆☆

سوال: ہم چار بہنیں ہیں۔ بڑی بہن کی عمر اڑتیس سال، اس سے چھوٹی کی عمر چھتیس سال، تیسری بہن کی عمر

اور تھوڑی سے کشش اچھی طرح دھو کر ایک پیالی پانی میں رکھ دیں۔

صبح نہار منہ با دام چھیل کر اور کشش ساتھ ملا کر اچھی طرح چپا کر کھائیں اس کے بعد ایک پیالی دودھ پی لیں۔

یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔  
صبح فجر کی نماز کے بعد کسی قرعہ پارک یا میدان میں داک اور ہلکی پھلکی ورزش بھی کیجئے۔

**جہیز کا سامان چوری ہو گیا...**

☆☆☆

سوال: میرے شوہر سترہ گریڈ کے سرکاری ملازم تھے۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایک کوچنگ سینٹر بھی کھولا ہوا تھا جس سے معقول آمدنی ہو جا رہی تھی۔

میری تین بیٹیاں ہیں۔ بیٹا نہیں ہے۔ میرے شوہر نے ملازمت کے دوران بیٹیوں کے جہیز کی کافی ساری چیزیں اکٹھی کر لی تھی کہ جیسے ہی لڑکیوں کا رشتہ آئے فوراً شادی کر دیں گے۔

پچھلے سال ریٹائرمنٹ ملنے کے بعد میرے منع کرنے کے باوجود شوہر نے فیصلہ کیا دوسرے شہر جا کر روزگار کے لیے کوشش کریں گے۔

میرے شوہر کو ایک دوسرے شہر میں اچھی ملازمت مل گئی۔ ایک دن ہم دوسرے شہر میں منتقل ہوئے۔ شام کا وقت تھا، سفر کی تھکاوٹ کی وجہ سے کسی میں ہمت نہ تھی کہ سامان کھول کر سیٹ کریں۔ کھانا کھانے کے بعد سب جلد ہی سو گئے۔ رات گھر میں چور آئے اور ہمارا سامان چوری کر کے لے گئے۔ اس سامان میں وہ کپڑے اور زیور بھی شامل تھے جو میرے شوہر نے

ہے۔ ہمارے گھر میں روز تو تو میں میں ہوتی رہتی ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ کوئی وظیفہ بتائیں کہ ہماری دونوں بڑی بہنیں ہماری مخالفت کرنا چھوڑ دیں اور ہمارے رشتوں کی بات خوش دلی سے چلے دیں۔

جواب: آپ دونوں چھوٹی بہنیں صبح اور شام اکیس اکیس مرتبہ سورہ النساء کی (4) آیت 53-54 تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پیئیں۔ عشاء کی نماز کے بعد یارات سونے سے پہلے سورہ

اعراف (7) کی آیت نمبر 189 میں سے

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ  
بَيْنَهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا

تک گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اچھی جگہ رشتہ طے ہونے، خیر و عافیت کے ساتھ رخصتی اور خوشگوار ازدواجی زندگی کے لیے دعا کریں۔

حسب استطاعت صدقہ کرتی رہیں۔

دونوں بہنیں چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے اساء الہیہ یا اللَّهُ حَفِيفٌ يَا عَزِيزٌ کا ورد کرتی رہیں۔

**دبلا پن**

☆☆☆

سوال: میری عمر پچیس سال ہے اور میرا قد چھ فٹ ہے۔ میں بہت دبلا پتلا ہوں جس وجہ سے میرے دوست مجھے لمبا اور کھبا کہتے ہیں۔ اس طرح چھبڑنے سے مجھے بہت ذہنی اذیت ہوتی ہے۔ میری خوراک بھی اچھی ہے لیکن اس کے باوجود میں دبلا ہوں۔ گھر میں کوئی مہمان آجائے تو شرمندگی کی وجہ سے ان کے سامنے جانے سے کتراتا ہوں۔

آپ کوئی عمل بتائیں کہ میرا دبلا پن ختم ہو جائے۔  
جواب: رات کے وقت بارہ دانے بادام

صاحب کے بعد سے بھائی کا رجحان دین کی طرف زیادہ ہو گیا۔ نماز روزے اور لوگوں کو سختی کے ساتھ نصیحت بھی کرنے لگا۔ رات بھر جاگتا ہے اور کئی وظائف بھی زیر و در در رکھتا ہے۔

گھر کا کوئی کام کاج نہیں کرتا۔ گھر کا سودا سلف لانے سے بھی منع کر دیتا ہے۔ پھر مجبوراً ہمیں بازار جانا پڑتا ہے۔ اس کے لیے ہم نے کئی جگہ ملازمت کی بہت کوششیں کیں ہیں لیکن کہیں بات نہیں بنتی۔

اس کا دل بہت سخت ہو گیا ہے۔ والدہ صاحبہ سبھی جانتی ہیں تو اکثر لوگوں کے سامنے ہی والدہ سے بد تمیزی کرتا ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ آپ کوئی وظیفہ بتائیں کہ بھائی کو احساس ذمہ داری ہو اور وہ حقوق العباد ادا کرنے کی طرف توجہ دے۔

جواب: جب آپ کا بھائی گہری نیند میں ہو تو اس کے سر ہانے اتنی آواز سے کہ آنکھ نہ کھلے اکیس مرتبہ سورہ شوریٰ (42) کی آیت نمبر 28 تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر دم کر دیا کریں اور اس کے مزاج میں اصلاح اور اعتدال کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم ایک ماہ تک جاری رکھیں۔

ساس نندیں تنگ کرتی ہیں

☆☆☆

سوال: میری عمر پینتیس سال اور شوہر کی عمر بیالیس سال ہے۔ میری شادی کو دو سال ہو گئے ہیں۔ میری ایک پانچ ماہ کی بیٹی ہے۔ میری تین نندیں اور دو دوپور ہیں۔ سر بھی حیات ہیں لیکن گھر میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس گھر میں صرف ساس اور تینوں نندوں کی چلتی ہے۔

اپنی دونوں بیٹیوں کے جہیز کے لیے جمع کئے تھے۔ اس واقع کے بعد سے میرے شوہر کو چپ لگ گئی ہے۔ میر اور بیٹیوں کا رور کر برا حال ہو گیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سفر ہمیں راس نہیں آیا۔ ہماری زندگی بھر کی کمائی ایک رات میں لٹ گئی۔

دقار صاحب!...! آپ بتائیں کہ اب ہم کیا کریں۔ جواب: اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کی صاحبزادیوں کو اچھے گھرانوں میں رشتے طے ہوں اور آپ اپنی بیٹیوں کے فرائض سے بہت احسن طریقے سے سبکدوش ہوں۔ آمین

جو سامان چوری ہوا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کا بہت اچھا بدل آپ کو نصیب ہو۔ آمین آپ کا سامان دوسرے شہر منتقلی کے بعد چوری ہوا ہے۔ یہ ایک ایسا حادثہ ہے جو کہیں بھی ہو سکتا تھا۔ دوسرے شہر منتقلی کے اپنے شوہر کے فیصلے کو اس حادثہ کا سبب قرار نہ دیں۔ اپنے شوہر کو الزام دینے کے بجائے ان کے ساتھ احترام سے پیش آئیں۔ ان کی ڈھارس بندھا لیں۔

ہر نماز کے بعد 101 مرتبہ سورہ بقرہ کی آیت 156 کا آخری حصہ

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔

احساس ذمہ داری

☆☆☆

سوال: ہم دو بہنیں اور ایک بھائی ہیں۔ ہمارے والد صاحب کا دس سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ والد

حالات کی بہتری، ساس مندوں اور شوہر کو آپ کے ساتھ عزت و احترام اور حسن سلوک کی توفیق ملنے کی دعا کریں۔ یہ عمل نوے روز تک جاری رکھیں۔  
چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے یَا عَزِيزُ  
یَا سَلَامُ کا ورد کرتی رہیں۔

دوست دھوکہ دے گیا

☆☆☆

سوال: میری بہن کے شادی کو دس سال ہو گئے ہیں۔ اس کے دو بچے ہیں۔ دونوں اسکول میں پڑھتے ہیں۔ شادی کے بعد سے بہنوں کی تین جگہ جا ب بغیر کسی وجہ کے ختم ہو چکی ہے۔ ہمارے بہنوں کی بہت محنتی اور ایماندار ہیں۔

گزشتہ سال جب جب چھوٹی تو وہ اپنے بچپن کے ایک دوست سے جن کو پاکستان آئے ہوئے چند ہی سال ہوئے تھے ملے اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا۔ اس پر ان کے دوست نے کہا کہ انہوں نے یہاں ایک کاروبار شروع کیا ہے جو اچھا چل رہا ہے اگر وہ چاہیں تو کچھ رقم اس کاروبار میں انوسٹ کر کے منافع کما سکتے ہیں۔ ایک لاکھ انوسٹ پر وہ ہر ماہ ساڑھے سات ہزار روپے منافع دینے پر تیار تھے۔ میرے بہنوں نے اس کا ذکر ہماری بہن سے کیا اور بہن نے ہم سے مدد مانگی۔

ہم تینوں بہنوں نے اپنی جمع پونجی بہنوں کو دے دی۔ تین ماہ تک تو باقاعدگی سے رقم ملتی رہی۔ اس کے بعد ان کا دوست ہر ماہ کوئی نہ کوئی بہانہ بنا کر منافع دینے سے انکار کر رہا ہے۔ ہمارے بہنوں نے سختی سے بات کی تو اس نے بتایا کہ فی الحال کاروبار میں بڑا نقصان ہوا ہے، چند ماہ سنبھلنے میں لگے گے۔

اس پر ہمارے بہنوں نے کہا کہ اگر تم منافع نہیں دے سکتے تو ہماری اصل رقم واپس کر دو۔ ان کے

بڑی مند نے مجھے پسند کیا تھا۔ انہیں بہت جلدی تھی اس لیے میری شادی کے ایک ماہ بعد ہو گئی۔ شادی کے بعد ساس اور مندوں نے میرا جینا حرام کیا ہوا ہے۔ بات بے بات میری بے عزتی کرتی ہیں۔ میں دل سے سب کی خدمت کرتی ہوں۔

میرے سسر اور پور کبھی کبھی میری تعریف کر دیتے ہیں تو ساس آگ بگولہ ہو جاتی ہیں۔ شوہر اپنی بہنوں کی بات تو توجہ سے سنتے ہیں اور میری باتوں پر اپنے کان بند کر لیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس گھر میں رہنا ہے تو بڑی آپا جو کہتی ہیں وہ ہی تمہیں کرنا پڑے گا۔

میرے شوہر کی ایک مرتبہ مجھے مار بھی چکے ہیں۔ اب مندوں نے نیا شوٹا چھوڑا ہے کہ تم تو بوڑھی ہو گئی ہو۔ تمہارے چہرے پر جھریاں آئی ہیں اور جسم لٹک گیا ہے۔ ہم اپنے بھائی کی دوسری شادی کریں گے۔

ایک مہینہ ہو گیا ہے۔ روزانہ کسی نہ کسی بات پر دھمکی دیتی ہیں کہ بس اب اپنا بوریا بستر باندھ لو۔ میری بیٹی سے کسی کو محبت اور لگاؤ نہیں ہے۔ میرے کام کے دوران وہ روتی بھی رہے تو کوئی اسے گود میں نہیں اٹھاتا اور نہ ہی چپ کرواتا ہے۔

ڈاکٹر و قار صاحب....

میری والدہ بہت ضعیف ہیں اور معاشی طور پر بھی بہت کمزور ہیں۔ اس عمر میں ان کے اوپر بوجھ نہیں بن سکتی۔ آپ سے التماس ہے کہ کوئی وظیفہ بتائیں کہ میری ساس اور مندیں مجھے تنگ کرنا چھوڑ دیں اور میرے شوہر بھی میرے حقوق عزت و احترام کے ساتھ ادا کرنے لگیں۔

جواب: رات سونے سے پہلے 101 مرتبہ سورہ الملک (67) کی پہلی دو آیات گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے

دوست نے ایک ماہ کی مہلت مانگی اور اس ایک ہفتے میں وہ خاموشی سے دعویٰ بھاگ گیا۔

اب اس سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ ہمارے بہنوئی اس کے والدین اور بھائیوں سے بھی ملے تو انہوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ اس کے کئے کے ذمہ دار وہ نہیں ہیں۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ شخص کئی اور لوگوں کے ساتھ بھی ایسا کر چکا ہے۔

ڈاکٹر وقار صاحب!....!

ہم بہنوں نے اپنی زندگی کی جمع پونجی اپنے بہنوئی کے کہنے پر اس شخص کے حوالے کر دی تھی۔ اب ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ کوئی ایسی دعا یا عمل بتائیں کہ ہمیں اپنی رقم واپس مل جائے۔

جواب: کہتے ہیں کہ جن لوگوں میں لالچ ہو وہ ٹھگوں کی آمدنی کا بہت آسان ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس بستی میں لالچی لوگ رہتے ہوں وہاں ٹھگ بھوکے نہیں سوتے۔

محترمہ.... آپ ذرا سوچیے تو سہی، یہاں کون سا کاروبار اس قدر منافع میں چلتا ہے کہ اس سے ایک لاکھ کی سرمایہ کاری پر منافع سات ہزار ماہانہ اور نوے ہزار روپے سالانہ منافع ہوتا ہو۔

اس شخص نے اپنی چکنی چڑی باتوں سے آپ کے بہنوئی سمیت کئی اور لوگوں کے جذبہ لالچ کو بھڑکا دیا۔ اپنے بہنوئی کی زبانی اتنے زیادہ منافع کا من کر آپ یہ نہیں بھی اس غیر حقیقی یا پرفریب سرمایہ کاری پر آمادہ ہو گئیں۔

کسی بھی کاروبار میں خاص طور پر ایسٹ کاروبار میں سرمایہ کاری کرتے وقت بہت زیادہ چھان بین کرنی چاہیے۔

بڑھا چڑھا کر منافع کی پیش کش کرنے والوں سے بہت زیادہ محتاط رہنا چاہیے۔ ماضی میں ایسے کئی کیسز سامنے آئے ہیں جن پر زیادہ منافع ملنے کی لالچ میں غریب اور متوسط طبقے کے کئی افراد آخر کار اپنی عمر بھر کی کمائی اور جمع پونجی سے محروم ہو گئے۔

بہر حال دعا ہے کہ آپ کو صبر ملے اور اس نقصان کا جلد از جلد ازالہ ہو۔ آمین

عشاء کی نماز کے بعد آتالیس مرتبہ سورہ طلاق 65 کی آیت 3 گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حضور دعا کریں۔ یہ عمل کم از کم چالیس یا نوے روز تک جاری رکھیں۔

پیر صاحب کی باتیں

☆☆☆

سوال: محترم ڈاکٹر وقار!....! جولائی کے روحانی ڈائجسٹ میں دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ آپ نے ایک پیر صاحب کے عقیدت مند ایک گھرانے کو درپیش مسئلہ بھی شائع کیا ہے۔ گزارش ہے کہ ہم بھی اس سے ملنے جلتے مسئلے کی وجہ سے بہت پریشان ہیں۔

ہمارے بڑے بھائی جن کی عمر پچاس سال سے زیادہ ہے ان کے پانچ بچے ہیں۔ ان بھائی کی تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ ایک بیٹی کی شادی ہو چکی ہے۔

دو بیٹیاں یونیورسٹی اور ہائی اسکول میں ہیں۔ بھائی کا اپنا کاروبار ہے۔ دو بیٹے حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ والد کے پاس تھوڑی دیر کے لیے دفتر بھی جاتے ہیں۔ یہ چاروں بہن بھائی کو ایجوکیشن تنظیمی اداروں میں پڑھ رہے ہیں۔

بھائی جب سے ان پیر صاحب کے مرید بنے ہیں اپنے گھر والوں کے ساتھ ان کے رویے میں بہت تبدیلی آگئی ہے۔ بھائی کہنے لگے ہیں کہ عورت اور اولاد

تعلیمی اداروں میں ہو سٹل میں رہ کر تعلیم حاصل کی ہے۔ میرے ایک بھتیجے نے کسی طرح سے پیر صاحب کے ایک بیٹے کا نمبر حاصل کر کے ان سے رابطہ کیا۔ پیر صاحب کے بیٹے نے میرے بھتیجے کی بات ہمدردی سے سنی اور کہا کہ وہ خود ان سے یعنی ہمارے بھائی سے بات کریں گے۔

صاحبزادے صاحب نے ہمارے بھائی سے کہا کہ بچوں کی تعلیم کا حرج نہ کیا جائے۔ ہمارے بھائی نے صاحبزادے صاحب کو تو کچھ نہ کہا لیکن وہ اپنے اس بیٹے سے سخت ناراض ہو گئے کہ تو نے صاحبزادے صاحب سے بات کیوں کی....

بھائی کہتے ہیں کہ میرا پیر پیر کامل ہے۔ اگر میں نے اپنے پیر کی بات نہ مانی تو میری دنیا اور آخرت تباہ ہو جائے گی۔

ہمیں پتہ چلا ہے کہ پیر صاحب اپنی مجلسوں میں مختلف باتیں بتاتے رہتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ یہ دنیا جلد ختم ہونے والی ہے لہذا سامان جائیداد جمع نہ کرو اور جس کے پاس سامان جائیداد ہے وہ اسے بیچ دے۔ کبھی کہتے ہیں کہ بینک میں بھی رقم مت رکھو۔ اگر کسی کے پاس فاضل رقم ہے تو وہ اس رقم کو اپنے پاس گھر میں رکھے۔ کبھی کہتے ہیں کہ ہر مہینے پانچ دن یا سات دن کا احتکاف کیا جائے۔

محترم ڈاکٹر صاحب....! ہم اولیاء کرام کے معتقدین میں شامل ہیں۔ ہمارے خاندان کے کئی لوگ حضرت غوث الاعظم کے سلسلے میں شامل ہیں لیکن جو کچھ ان بھائی کے پیر صاحب فرماتے ہیں ایک خاندان کا کفیل ان باتوں پر کیسے عمل کر سکتا ہے....؟

اب صورتحال یہ ہے کہ ہمارے بھتیجے اور بھتیجیوں نے اپنے والد سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ وہ ان کی

مرد کی عاقبت خراب کرنے کا ذریعہ ہے۔ بھائی کہتے ہیں کہ ان کے پیر صاحب بتاتے ہیں کہ عورت آدمی کو بھنکا کر اسے جنت سے دور کر سکتی ہے۔ پیر صاحب کا مشورہ ہے کہ عورت کو دبا کر رکھنا چاہیے۔ اولاد کو بھی زیادہ ڈھیل نہیں دینی چاہیے۔ مخلوط تعلیمی ادارے برائی پھیلانے کا سبب ہیں۔ عورت کو سخت پردے میں رہنا چاہیے۔

محترم ڈاکٹر صاحب....! ہمارے بھتیجے بھتیجیوں نے پڑھائی میں بہت اچھے نمبروں سے کامیابیاں حاصل کیں۔ ہمارے بھائی ایک دن ان پیر صاحب مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس روز ان کے پیر صاحب نے مخلوط تعلیم کی مخالفت میں تقریر کی۔ ہمارے بھائی نے اپنے کراچی واپس آنے کا انتظار بھی نہیں کیا اور وہیں سے ہماری بھابھی کو فون کر دیا کہ بچوں کو یونیورسٹی اور اسکول بھیجنا بند کر دیا جائے۔

بھابھی نے یہ بات ہمارے والدین یعنی اپنے ساس سسر کو اور سسرال کے دیگر افراد کو بتائی۔ سب نے اس بات کی مخالفت کی۔ بھابھی نے بچوں کو بتایا کہ تمہارے والد صاحب نے یہ یہ کہا ہے۔ بچے بھی یہ بات سن کر بہت فکر مند ہوئے کیونکہ تعلیمی سال کا بیچ تھا اور دوسری بات یہ کہ بچے اپنے اپنے میٹھیاری تعلیمی اداروں کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتے تھے۔

بھائی کراچی واپس آئے تو انہوں نے اپنے حکم پر اصرار جاری رکھا۔ بھائی کو والدین نے بہت سمجھایا کہ اپنے بچوں کے تعلیمی کیریئر کے پیچھے مت پڑو لیکن بھائی نے کہا کہ وہ اپنے پیر کا کہا نہیں ٹال سکتے۔ بچوں کو اس حکم پر عمل کرنا پڑے گا۔

اس دوران ہمیں معلوم ہوا کہ ان پیر صاحب کے اپنے بیٹوں اور بیٹیوں نے لاہور اور اسلام آباد کے مخلوط



بات پر عمل نہیں کریں گے۔ بھائی اپنے بچوں سے اور ہماری بھابھی سے ناراض ہیں۔ ان باتوں کی وجہ سے ہمارا پورا خاندان سخت ٹینشن میں ہے۔

جواب: واقعی.... آپ کا گھرانہ بہت مشکل صورت حال سے دوچار ہے۔

جس مقام یا جس ہستی سے رہنمائی اور سکون کی توقع ہو وہاں سے اگر کنفیوژن اور اضطراب ملنے لگے تو آدمی کیا کرے....

آپ کے بھائی کے بچوں کی تعلیم کے حوالے آپ کے گھرانے کو درپیش مسئلہ پیر صاحب کے صاحبزادے نے مہردی سے سنا ہے اور اس پر اپنی رائے بھی دی ہے۔ کیونکہ وہ خود کو ایجوکیشن اداروں میں پڑھے ہوئے ہیں لہذا بہت مناسب ہو گا کہ اس معاملہ پر ان سے مزید مدد کی درخواست کی جائے۔ جو بات پیر صاحب کے صاحبزادے نے کہی ہے وہی بات اگر پیر صاحب کی زبان سے آپ کے بھائی سن لیں تو آپ کے گھرانے کو موجودہ ٹینشن سے بخوبی نجات مل جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ علم و عرفان کے لیے کام کرنے والے اداروں کی نمائندگی کرنے والے زمانے کی بصیرت کے حامل ہوں اور صحیح طرزوں میں اپنے معتقدین کی رہنمائی کے قابل ہوں۔ آمین

اولیاء کرام سے عقیدت ایک بہت اعلیٰ جذبہ ہے۔ اولیاء کرام کے گدی نشین، مشائخ حضرات اس جذبہ کو لوگوں کی اصلاح، علم کے فروغ اور قوم کی ترقی کے لیے احسن طریقے سے برائے کار لاسکتے ہیں۔

گھبراہٹ و بے سکونی

☆☆☆

سوال: میری بیٹی اسکول کے زمانے سے اچھے

نمبروں سے پاس ہوتی رہی۔ اسے سی۔ اے کرنے کا بہت شوق تھا۔ اب سی اے میں ایڈمیشن لیے اسے کئی سال ہو گئے ہیں۔ دو ماہ یولز تو اس نے بہت اچھے نمبروں سے پاس کر لیے لیکن اس کے بعد آگے پاس نہیں ہو پاری۔ وہ جب بھی پڑھنے بیٹھتی ہے تو اسے ایسا لگتا ہے کہ وہ نہیں پڑھ سکتی۔ جو کچھ بھی پورے دن میں یاد کرتی ہے دوسرے دن بالکل صفر ہو جاتی ہے۔ نہ صرف حافظہ بہت کمزور ہو گیا ہے بلکہ اس پر پڑھائی کے نام سے ہی گھبراہٹ طاری ہو جاتی ہے۔

جب یاد نہیں ہوتا تو ٹینشن ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ کیوں یاد نہیں ہو رہا ہے۔ وہ خود اپنی کیفیات سے بہت تنگ آچکی ہے۔ مایوسی کی باتیں کرتی ہے۔

جواب: صبح اور شام کے وقت اکیس اکیس مرتبہ سورہ ہود (11) کی پہلی آیت تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر ایک ایک ٹیبل اسپون شہد پر دم کر کے پئیس اور اپنے اوپر بھی دم کر لیں۔ رات سونے سے پہلے اکیس مرتبہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○  
تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیا کریں۔

حسب استطاعت صدقہ کرتی رہا کریں۔

گردن نہیں ٹھہرتی

☆☆☆

سوال: میری شادی کو تین سال ہو گئے ہیں۔ میرا ایک بیٹا ہے جس کی عمر دو سال ہے۔ اس بچے کی گردن نہیں ٹھہرتی اور نہ ہی وہ بغیر سہارے کے بیٹھتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسے ہماری آواز بھی سنائی نہیں دے رہی۔

جواب: ڈاکٹری علاج کے ساتھ ساتھ کلر تھراپی کے اصولوں پر تیار کردہ نیلی شعاعوں سے تیار کردہ ایک پیالی پانی صبح اور شام پلائیں۔

نیلی شعاعوں سے تیار کردہ تیل کی گردن اور کمر پر ہلکے ہاتھ سے پانچ منٹ تک دائروں میں مالش کریں۔ رات سونے سے پہلے اکیس مرتبہ سورہ کوثر تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر بیٹے پر دم کر دیا کریں۔ یہ عمل اکیس روز تک جاری رکھیں۔

پرانانزلہ

☆☆☆

سوال: مجھے دو تین سال سے نزلے کی شکایت ہے۔ دو لینے سے قدرے بہتری محسوس ہوتی ہے لیکن مرض ختم نہیں ہوتا۔ نزلہ کی وجہ سر بھاری رہتا ہے۔ کبھی کبھی کان میں سائیں سائیں کی آوازیں آتی ہیں۔ طبیعت میں سستی اور کابلی آگئی ہے۔ برائے کرم کوئی دیکھی علاج بتادیں۔

جواب: گاؤں زبان 4 گرام، اصل السوس 4 گرام، گل گاؤں زبان 4 گرام، اسطوخودوس 4 گرام لے کر ایک ڈیڑھ پیالی پانی میں جوش دے کر چھان لیں۔ یہ مقدار ایک وقت کی ہے۔ ہر بار تازہ تیار کریں۔ یہ جو شانہ صبح نہار منہ اور رات سونے سے پہلے پیئیں۔

دل میں سوراخ

☆☆☆

سوال: میری بیٹی کی عمر تین سال ہے۔ ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق اس کے دل میں سوراخ ہے۔ شروع شروع میں تو علاج سے بہتر ہو جاتی تھی لیکن اب تکلیف بڑھتی جا رہی ہے۔ ڈاکٹروں نے چار ماہ بعد آپریشن کا کہا ہے۔ اب جب طبیعت خراب ہوتی ہے تو ہاتھ پاؤں پیلے پڑ جاتے ہیں۔ سانس تیز تیز چلنا

شروع ہو جاتی ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ کوئی روحانی عمل بتائیں کہ ہماری بیٹی کو اللہ صحت کامل عطا فرمائے۔

جواب: ڈاکٹری علاج و دواویوں کے ساتھ ساتھ بطور روحانی علاج صبح شام اکیس اکیس مرتبہ سورہ نجم 53 کی آیت 11-10 سات سات مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر ایک ایک ٹی اسپون شہد پر دم کر کے پلائیں۔

رات سونے سے پہلے اکیس مرتبہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت 82 میں سے

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ  
وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ○

تین تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر بیٹی پر دم کر دیں اور صحت یابی کے لیے دعا کریں۔

جوئیں ختم نہیں ہوتیں

☆☆☆

سوال: میری بیٹی کی عمر بارہ سال ہے۔ میں اس کے سر کی صفائی کا بہت خیال رکھتی ہوں۔ اس کے باوجود اس کے سر میں بے انتہا جوئیں اور لیکھیں ہیں۔ میں نے کئی ٹونکے استعمال کیے لیکن کوئی فرق نہیں پڑا۔ جواب: تارامیر اکا تیل تین حصے، ناریل کا تیل ایک حصہ۔ ان دونوں تیل کو باہم ملا کر صبح سر میں اچھی طرح ملیں اور کچھ دیر بیٹی کو دھوپ میں بٹھائیں۔

اس کے بعد تقریباً آدھا گھنٹہ چھواؤں میں رہنے کے بعد سر کو دھوئیں۔ عام طور پر یہ عمل ایک ہفتے میں دو سے تین مرتبہ کر لیا کافی ہوتا ہے۔

حمل ضائع ہو جاتا ہے

☆☆☆

سوال: میری شادی کو چار سال ہو گئے

دکانِ دوا

208

ہو جاتی ہے یہ ہمارا پہلا بیٹا ہے۔ سب لوگ حتیٰ کہ ہمارے فیملی ڈاکٹر بھی یہ کہتے ہیں کہ اس بچے کو نظر لگ جاتی ہے۔ براہ کرم کوئی نظر اتارنے کا کوئی مجرب علاج بتا دیجئے۔

جواب: بیٹا رات سونے سے پہلے اکیس مرتبہ سورہ کوثر پڑھیں اور بچے پر دم کر دیں۔ یہ عمل بلا ناغہ اکیس دن تک کریں۔

ہر جمعرات کے دن کم از کم اکیس روپے خیرات کر دیا کریں۔

### چہرے پر دانے

☆☆☆

سوال: میری عمر اکیس سال ہے۔ میرے چہرے اور ہاتھ جیروں کی انگلیوں پر باریک باریک دانے نکل آئے ہیں۔ ان میں بہت خارش ہوتی ہے۔ پہلے تو یہ دانے کم اور پلکے تھے مگر اب بہت زیادہ نمایاں ہو گئے ہیں۔ مختلف علاج کروائے لیکن مکمل افادہ نہیں ہوا۔ کوئی دیکھی نسخہ بتائیں کہ جس سے اس تکلیف سے چھٹکارا ملے اور چہرہ پہلے کی طرح صاف ہو جائے۔

جواب: چہرہ اور جسم پر دانوں کی شکایت میں مندرجہ ذیل دیکھی نسخہ بھی مفید ہے۔

چاکسو-12 گرام، منڈی-12 گرام، سر پھوکہ-12 گرام، شاہترہ-12 گرام، برگ حنا-12 گرام، صندل سفید-12 گرام

تمام ادویات کا سفوف بنا کر دو دو گرام مقدار میں یہ سفوف صبح نہار منہ اور شام کے وقت پانی کے ساتھ لیں۔

اس کے علاوہ کلر تھراپی کے اصولوں کے مطابق سبز شعاعوں میں تیار کردہ پانی ایک ایک پیالی صبح اور شام پئیس اور نیلی شعاعوں میں تیار کردہ پانی ایک

ہیں۔ اللہ کے کرم سے میں دو مرتبہ حاملہ ہوئی ہوں۔ پہلا بچہ پیدائش کے ایک ماہ بعد ہی فوت ہو گیا۔ دوسری مرتبہ بچہ پیدائش کے فوراً بعد انتقال کر گیا حالانکہ میری دونوں ڈیلوری نارمل تھیں۔

ڈاکٹروں نے ایک سال احتیاط کرنے کا کہا تھا۔ ایک سال بعد ہم نے دوبارہ کوشش کی اور اللہ کے کرم سے اب میں دوبارہ امید سے ہوں۔

آپ کوئی ورد بتائیں کہ اس مرتبہ بچے کی پیدائش صحت و سلامتی کے ساتھ ہو اور آپ اپنی دعاؤں میں بھی یاد رکھیں۔

جواب: اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کو صحت مند، دراز عمر، صالح اور خوش نصیب و خوبصورت اولاد عطا فرمائے۔ آمین

بطور روحانی علاج جب بھی پانی پئیس 11 مرتبہ اسم الہی

### یَا قَوُّی

پڑھ کر پانی پر دم کر کے پئیں۔ چلتے پھرتے وضو بے وضو کثرت سے یَا شَافِیٰ یَا سَلَامُ کا ورد کرتی رہا کریں۔ یہ عمل ڈیلوری تک جاری رکھیں۔

کتاب روحانی علاج سے ام المصیبان کا تعویذ بنا کر اپنے گلے میں پہن لیں۔ بچے کی پیدائش کے بعد اپنے گلے سے اتار کر بچے کو پہنا دیں۔

حسب استطاعت صدقہ کرتی رہا کریں۔ اکثر نظر لگ جاتی ہے

☆☆☆

سوال: میرا بیٹا جو ابھی تقریباً پندرہ سال کا ہے۔ کسی نہ کسی تکلیف میں مبتلا رہتا ہے۔ کبھی اسے دست لگ جاتے ہیں تو کبھی بخار ہو جاتا ہے، کبھی ناک بہنا شروع

## بارمونز کی خرابی

☆☆☆

سوال: میری عمر تیس سال ہے۔ چھ سال سے چہرے پر زاید بال کی شکایت ہے۔ کئی جگہ علاج کر دیا لیکن مکمل افاقہ نہیں ہوا۔ گاٹنا کولو جسٹ کا کہنا ہے کہ بارمونز ڈسٹریپ ہو گئے ہیں۔ جب تک یہ بارمونز نارمل نہیں ہوتے چہرے پر بال نکلنے رہیں گے۔

میں ڈاکٹری علاج کے ساتھ ساتھ کلر تھراپی سے علاج کروانا چاہتی ہوں اور اس سلسلے میں برائے کرم کوئی نسخہ بھی تجویز کر دیں۔

جواب: کلر تھراپی کے اصولوں کے مطابق بیگنی شعاعوں سے تیار کردہ ایک ایک پیالی پانی صبح اور شام پیئیں۔

مذکورہ تکلیف میں ایک مفید نسخہ درج ذیل ہے۔  
سونف 4 گرام، بیج قرطم 4 گرام، گاؤ زبان 4 گرام، مغز خربوزہ 4 گرام، چھلکا ملٹاس 4 گرام۔

ان تمام اجزاء کو ایک پاؤ پانی جوش دیں۔ جب اندازاً پانی آدھا پاؤ رہ جائے تو چھان کر حسب ضرورت گڑ ملا کر ایام آنے سے تین روز قبل روزانہ صبح نہار منہ پیئیں۔



## روحانی فون سروس

گھر بیٹھے فوری مشورہ کے لئے  
حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی

روحانی فون سروس

کراچی 021-36688931, 021-36685469

اوقات: پیر تا جمعہ شام 5 سے 8 بجے تک

ایک پیالی دوپہر اور رات کھانے سے پہلے پیئیں۔  
گھی، گائے کا گوشت، کھٹی، ترش، تیز نمک مرچ والی اور تلی ہوئی اشیاء سے پرہیز کریں۔  
وسم اور وسوسے

☆☆☆

سوال: میری بیگم کی عمر چالیس سال ہے۔ گزشتہ دس سال سے انہیں وہم کی شکایت ہے۔ ہوا یوں کہ ہمارے ایک عزیزہ کا دس سال پہلے انتقال ہو گیا تھا۔ ہم جب وہاں سے واپس آئے تو میری بیگم صاحبہ دودن تک سو نہیں سکیں۔ اس کے بعد چند دن انہوں نے بار بار ہاتھ دھونا شروع کر دیا، کسی بھی چیز کو ہاتھ لگتا تو وہ کئی بار صابن سے ہاتھ دھوتیں۔ لاکھ منع کرنے پر بھی وہ باز نہیں آتی۔ نہا کر آتی ہیں تو کچھ دیر بعد دوبارہ نہانے چلے جاتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میرے جسم پر ناپاکی صاف نہیں ہوئی میں اس لیے بار بار ہاتھ دھوتی ہوں اور نہاتی ہوں۔

بعض مرتبہ مقدس ہستیوں کے بارے میں وہم وسوسے انہیں بہت تنگ کرتے ہیں۔  
کئی ڈاکٹروں کو دکھایا لیکن کوئی خاص فرق نہیں پڑا۔ بار بار ہاتھ دھونے اور نہانے سے جلد سفید اور خشک ہو گئی ہے۔

بیگم صاحبہ کے وہم کی وجہ سے گھر کا سارا نظام ڈسٹرب ہو گیا ہے۔

جواب: صبح اور شام اکیس اکیس مرتبہ سورہ مومنون (23) کی آیت 97 گیارہ گیارہ مرتبہ درود شریف کے ساتھ پڑھ کر اپنی بیگم صاحبہ کے اوپر دم کر دیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو وسوسوں اور وہم سے اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ عمل کم از کم چالیس روز تک جاری رکھیں۔